# مناظرے اور مباحثے

مفکر اسلام
ڈاکٹر علامہ
## خالد محمود
پی۔ایچ۔ڈی

مرتب: ابنِ یونس

مکتبہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0300-6175026

مفکرِ اسلام ڈاکٹر علامہ **خالد محمود** پی۔ایچ۔ڈی

ترتیب:

**حافظ محمد ندیم قاسمی**

فاضل وفاق المدارس العربیۃ پاکستان

مکتبہ سید احمد شہید کچہری روڈ پسرور سیالکوٹ
0300-6175026

نام کتاب مناظرے اور مباحثے

افادات متکلم اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی

ترتیب مولانا محمد ندیم قاسمی ایم اے

تزئین وڈیزائن حافظ محمد اقبال سحر

اشاعت اول اگست 2009ء

اشاعت دوم جون 2010ء

اشاعت سوم مارچ 2011ء

قیمت 300 روپے

ملنے کے پتے

- ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن، کراچی
- مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
- ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
- ادارہ اشاعت الخیر، ملتان
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار، راولپنڈی
- مکتبہ سلطان عالمگیر ۵۔ لوئر مال اردو بازار لاہور
- مدنی کتب خانہ نزد تبلیغی مرکز مانسہرہ
- الخلیل پبلشنگ ہاؤس کمیٹی چوک راولپنڈی
- مکتبہ امیر معاویہؓ بہارہ کہو، اسلام آباد
- مکتبہ شہید اسلام متصل لال مسجد اسلام آباد
- مکتبۃ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبۃ الاحمد، ڈیرہ اسماعیل خان
- مکتبہ سراجیہ سرگودھا
- مکتبۃ الیوات رائیونڈ مرکز
- مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
- اسلامیہ کتب خانہ ایبٹ آباد

# انتساب

گلشنِ جھنگویؒ کے معطر پھول

علامہ شعیب ندیم شہید رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب العالمین جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ اور گہرائی عطا فرما دیتے ہیں اور ان کی زندگی کے مختصر اوقات میں اتنی برکت ہو جاتی ہے کہ قلیل وقت میں بہت زیادہ کام کر جاتے ہیں۔

انہیں عظیم شخصیات میں سے ایک شخصیت مناظر اسلام علامہ خالد محمود مدظلہ کی بھی ہے۔ حضرت علامہ موصوف کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے ظاہری و باطنی کمالات، علمی خدمات، معرکہ حق و باطل میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشیاں اور علم افروزیاں ہر خاص و عام کو معلوم ہیں۔ یورپ کی تاریک فضاؤں میں روشنی کے دیپ تاباں کیے، باطل کے خرمن میں شعلہ فشاں ثابت ہوئے۔ الحاد و زندقہ کے ناسور جڑ سے اکھاڑ دیئے، رضا خانیت، شیعیت، قادیانیت، عیسائیت کے سورماؤں کو ایام جنم یاد کرائے، عالم شباب سے عالم

شیوخیت تک مسلسل وپیہم باطل فتنوں کی سرکوبی کیلئے ان کا قلم رواں دواں ہے......
اللّٰھم زد فزد......

زیرنظر کتاب ''مناظرے اور مباحثے'' علامہ موصوف کے ان اسباق کا مجموعہ ہے جو آج سے تقریباً ۲۲ سال پیشتر ملتان میں چار فرقہ ہائے باطلہ (رضاخانیت،شیعیت، قادیانیت،عیسائیت) کے بارے میں علماء کرام کو پڑھائے، ان اسباق کی افادیت اور ساتھیوں کے مسلسل اصرار پر کتابی صورت میں افادہ عام کیلئے جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ رب العزت کے خاص فضل وکرم سے چند ماہ کی مسلسل محنت سے بندہ ان کو قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہے کہ وہ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

آخر میں بندہ اپنے بزرگ شیخ الحدیث علامہ عبدالقیوم حقانی مدظلہ، جناب مشتاق احمد قریشی صاحب اور مولانا بابر اقبال کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ جن کی آراء اور دعاؤں نے ساتھ دیا۔ اللہ ان کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابن یونس

۰۶-۱۲-۱۳

# تفصیلی فہرست

| صفحہ نمبر | عنوانات | نمبر شمار |
|---|---|---|
| 3 | انتساب | |
| 4 | فتح باب | |
| 19 | مناظرے اور مباحثے | |
| 27 | سوال | |
| 29 | اسلامی تبلیغی سفر | |
| 32 | سوال و جواب | |
| 33 | ایک عجیب صورت حال | |
| 36 | سوال و جواب | |
| 40 | الٹے بانس بریلی کو | |
| 41 | امام نماز میں کسی محترم شخصیت کی رعایت نہیں کرسکتا | |
| " | صورت مسئلہ | |
| 42 | دوسری دلیل | |
| " | تیسری دلیل | |
| 43 | چوتھی دلیل | |
| " | پانچویں دلیل | |
| 45 | تصویر کا دوسرا رخ | |
| 46 | نماز میں خدا کے سوا کسی کی تعظیم جائز نہیں | |
| " | اس کی تائید میں ایک مثال | |

مناظرے
اور
مباحثے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ مغلیہ خاندان کے آخری بڑے تاجدار گزرے ہیں۔ ان کی وفات کو ابھی چار سال رہتے تھے کہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ علمِ الٰہی میں مقدر تھا کہ جب مسلمانوں کی سیاسی قوت کو زوال آئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو علمی شوکت اور الٰہی قوت سے نوازیں۔ مسلمانوں میں یہ علمی نشاۃ اس لئے ہوئی کہ مسلمان اس سیاسی انقلاب کی رَو میں بہ کر کہیں اپنے دین کو نہ کھو دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا انتظام پہلے سے کر دیا۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں کچھ عرصہ کام کر چکے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں بڑا کام کیا۔ شاہ صاحب کے جانشین جب اپنی علمی مسند پر آئے تو اس وقت انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جما چکا تھا۔ انگریز ہندوستان میں کس عنوان سے آئے تھے یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ تجارت کی راہ سے آئے تھے اور آہستہ آہستہ ملک پر قابض ہو گئے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہ اَب دارالاسلام نہیں رہا۔ ہندوستان اب مسلمانوں کی بستی نہیں رہی۔ اَب دارالحرب ہے۔ انگریزوں کے لئے یہ فتویٰ کہ یہ دارالحرب ہے۔ ایک چونکا دینے والی لہر تھی، لیکن انگریز بہت ٹھنڈے مزاج کے لوگ تھے۔ یہ قوم دھیرے دھیرے

ذہن وفکر پر قبضہ کرنے والی تھی۔ انہوں نے اس وقت براہِ راست کچھ عمل نہ کیا، لیکن اس کی تلاش میں رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علمی وقار کو، اس خاندان کی علمی شہرت کو اور ان کی ہندوستان میں بے تاج بادشاہی کو جس طرح بھی بن پڑے، مِٹا دیا جائے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سلطنت ہندوستان میں ہی نہ تھی، بخارا اور شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ اَب ان کے اثر کو مِٹانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ براہِ راست شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کام کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی فارم نہیں تھا، انہوں نے اپنا محاذ شاہ صاحب کے بھتیجے اور شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہید کے خلاف بنایا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے تھے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہم، شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تھے اور یہ اپنے وقت میں اس خاندان کے چشم و چراغ تھے، جب یہ بات ذہن میں آگئی کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے تو اَب آپ ہی سوچیں کہ انگریزوں کے لئے یہ بات کہاں تک گوارا ہوسکتی تھی۔ انگریز حکومت کی پوری خواہش اس خاندان کے وقار کو مِٹانا تھا کہ نہیں؟ اب انگریز بہت سیاست دان قوم تھی، انہوں نے کہا کہ براہِ راست اس خاندان کی مخالفت نہ کی جائے۔ کیا کیا جائے؟

یہ ایک اندرونی سازش کا پروگرام تھا وہ یہ کہ اس خاندان کے علماء کے خلاف کچھ علماء کھڑے کئے جائیں۔ علماء کھڑے کرنے کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ایک فرقہ بندی کے عنوان کے تحت ایک نئی راہ نکالیں گے۔

یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انہوں نے کون کون سے لوگ کھڑے کئے اور ان لوگوں کے سرپرست کون رہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ سُنی پکے تھے۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں یہ بڑے پختہ تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' تین حصوں میں لکھی تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موضوع پر اور خلافت پر تھی۔ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' لکھ کر حجت تمام کی تھی۔ تحفۂ اثناء عشریہ، بہت بڑی کتاب ہے۔ ان کتابوں کے جواب میں شیعہ عاجز تھے۔ اس زمانہ میں جو شیعہ سلطنتیں تھیں، ریاستیں تھیں ان میں رامپور کی ریاست معروف تھی اور اِدھر اُدھر کی سیاست بھی شیعہ کے زیر اثر تھی۔ یہ گو چھوٹے چھوٹے علاقے تھے، لیکن ان کے پیچھے نوابوں کی حکومتیں تھیں، اِن کی پُشت پناہی سے اس خاندان کی مخالفت کا منصوبہ بنایا گیا، لیکن یہ طے کیا گیا کہ شیعہ اس خِاندان کے مقابلہ میں نہ آئیں، ان اہل سنت کے مقابلہ میں اہل سنت کا ہی ایک طبقہ کھڑا کیا جائے۔

اب جو سنی سب سے پہلے اس خاندان کے مقابل اُٹھا اس کا نام تھا مولوی فضل رسول بدایونی، پھر مولوی عبدالسمیع رامپوری، پنجاب میں مولانا غلام دستگیر قصوری اور چوتھے درجے میں مولوی احمد رضا خان پہلے تینوں بزرگ مولوی احمد رضا خان کے پیشرو ہیں۔

مولوی احمد رضا خان سے پہلے ان تینوں علماء نے اس خاندان کی خوب مخالفت کی، لیکن انہوں نے پہلے مسائل میں کی، پھر ان کے خلاف بد مذہبی کا پروپیگنڈہ بھی بہت کیا، لیکن یہ تینوں کفر و اسلام کی حد قائم نہ کر سکے۔

یہ کفر و اسلام کا معرکہ کس نے پہلے کیا؟ یہ احمد رضا خان نے کیا، اور اس بناء پر اس کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں کہ اس نے وہ کام کیا جو پہلے تینوں بھی مِل کر نہ کر سکے تھے۔ سو ضروری تھا کہ اس کام (تفریق بین المسلمین) میں اعلیٰ حضرت یہی ٹھہریں۔ اب پھر...... اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ مولوی احمد رضا خان سے

پہلے ان تین آدمیوں نے کن علماء حق کی مخالفت کی تھیں؟ مولوی فضل رسول بدایونی نے حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مورچہ بنایا یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے علمی جانشین تھے، ان کے نواسے تھے، شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی، لیکن شاہ عبدالعزیز کے بعد کے چند علماء کے نام آپ کو یاد ہونے چاہئیں۔ مثلاً شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی بھی تھے جو ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور رُوحانی طور پر ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ علماء انہیں خاتم المحدثین کہتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے میرا تفسیر کا نمونہ دیکھنا ہو تو مولوی عبدالحئی کو دیکھ لو، اور حدیث کا نمونہ دیکھنا ہو تو شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو اور فقہ میں میرا رنگ شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھ لو اور کُل جامعیت کے لحاظ سے نمونہ دیکھنا ہو تو شاہ اسماعیل کو رحمۃ اللہ علیہ دیکھو۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے علمی جانشین محمد اسحٰق ٹھہرے اور انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی "مائۃ مسائل" یعنی سو مسائل پر ایک چھوٹی سی کتاب اس کا جواب مولوی فضل رسول بدایونی نے لکھا جس کا نام "تصحیح مائۃ مسائل" رکھا۔

یہ پہلی اینٹ تھی جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے خلاف رکھی گئی وگرنہ کوئی آدمی اس خاندان کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔

فضل رسول بدایونی نے یہ ایک کتاب لکھی۔ مولوی عبدالسمیع رامپوری نے "انوارِ ساطعہ" لکھی یہ انوارِ ساطعہ وہی ہے جو مولانا خلیل احمد صاحب کی براہینِ قاطعہ کے اوپر متن کے طور پر دی گئی ہے مولوی غلام دستگیر قصوری نے عربی

میں ''تقدیس الوکیل عن توہین الخلیل و الرشید'' لکھی یہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف لکھی گئی تاہم پہلی مخالفت وہی ہے
جو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کی گئی، سو پہلے میں حضرت شاہ
صاحب، شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں کچھ بتلاؤں گا پھر آگے چلوں گا
ہمارا تعلق چونکہ دیوبند سے ہے اور میں جس وقت کی بات کر رہا ہوں اس وقت
دارالعلوم دیوبند ابھی قائم نہیں ہوا تھا لیکن چونکہ علماء دیوبند محدثین دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے
علمی اور سیاسی وارث تھے اس لئے محدثین دہلی کے طریق کو اور ان کے پس منظر کو
پوری طرح سمجھنا ضروری ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فتویٰ دیا کہ
ہندوستان دارالحرب ہے تو اس علمی کام کے ساتھ وہ اس کے سیاسی تقاضوں سے
بھی بے خبر نہ تھے ان کو پتہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے تو اس لئے انہوں نے اندرونی طور
پر عملی جہاد کا منصوبہ بنا لیا تھا آپ کا پورا پروگرام انگریزوں کے خلاف لڑنے کا تھا
لیکن جہاد کے لئے کوئی تیاری ہوتی ہے تیاری کے بغیر تو جہاد نہیں ہوتا۔

جہاد کے بارے میں یاد رکھئے کہ جہاد یوں ہی شروع نہیں ہو جاتا بغیر
شرطیں پوری کرنے کے، جہاد کا جھنڈا وہاں سے اٹھایا جا سکتا ہے جو خود اسلامی
علاقہ ہو یا وہ کسی اسلامی علاقہ سے متصل ہو اب جو سارا ہندوستان غلام ہندوستان
ہو انگریزوں کے ماتحت ہو وہاں سے جہاد کیسے کیا جا سکتا تھا یہ بہت مشکل اور کٹھن
مسئلہ تھا کیونکہ ہندوستان کو وہ خود دارالحرب قرار دے چکے تھے اب جہاد وہاں سے
شروع کرنا تھا جو خود آزاد جگہ ہو اور اگر خود آزاد جگہ نہ ہو تو اس کے ساتھ کوئی اور
جگہ آزاد ہو جس کی پشت پناہی پر اس کا آغاز کیا جا سکے

اگر یہ حضرات دہلی سے جہاد پر اترتے تو یہ وسطِ ہند کی تحریک آزادی

ہوتی جہاد نہ ہوتا دہلی انگریزوں کے قبضہ میں تھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑی کہ ہندوستان میں جو آزاد ریاستیں ہیں ان میں سے کوئی ایسی ریاست ہو جس کا والی مسلمان ہو اور وہ انگریزوں کے خلاف ہو پھر یہ حضرات وہاں جا کر اپنا کام شروع کر سکیں ہندوستان میں ایک ریاست ٹانک تھی جس کے والی کا نام امیر خان تھا وہ انگریزوں کے خلاف تھا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا شاہ اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے خلیفہ سید احمد رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کو بھیج دیا کہ ٹانک میں وہ نواب صاحب سے مل کر وہاں نظام بنائیں اور وہ انگریزوں کی مخالفت کا میدان بنائیں۔

میسور ریاست ہندوستان کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی وہاں سلطان ٹیپو کی حکومت تھی اور سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں سے فیصلہ کن ٹکر لی ہوا یہ کہ وہ شکست کھا گئے اور سلطان شہید ہو گیا جب سلطان ٹیپو شہید ہو گیا تو امیر خان والی ٹانک نے سمجھا کہ اب انگریزوں کے خلاف ہم اکٹھے نہیں ہو سکیں گے اس نے مجبوراً انگریزوں سے صلح کر لی جب اس نے انگریزوں سے صلح کر لی تو اب بتایئے کہ ٹانک کی ریاست اسلامی ریاست کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں کی جا سکتی تھی۔

اب ان دونوں حضرات نے شاہ عبد العزیز کو خط لکھا کہ یہاں تو اب امیر احمد خان انگریزوں سے مل گیا ہے اب ہم کیا کریں؟ انہوں نے کہا کہ واپس آ جائیں جب یہ حضرات دہلی آ گئے تو پھر انہوں نے اس پر نظر کی کہ اب کدھر جائیں؟ میں اس شبہ کا جواب دے رہا ہوں کہ ہندوستان میں جو حصہ کہ اب پاکستان ہے مانسہرہ بالاکوٹ اور ہزارہ کے علاقہ میں مولانا اسمعیل شہید کیوں پہنچے؟ تو آپ کو پتہ ہو گا کہ ان کا مزار کہاں ہے اور یہ شہید کہاں ہوئے؟ ان کا مزار

بالاکوٹ میں ہے اور یہ شہید بھی وہیں ہوئے تو یہ علاقہ دہلی سے بہت دور ہے آپ جانتے ہیں نا؟ تو بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ شاہ اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ادھر اتنی دور آ کر لڑائی کیوں اختیار کی؟ جہاد یہاں سے کیوں شروع کیا؟ ہندوستان سے کیوں نہ شروع کیا؟ دہلی سے کیوں نہ کیا؟ یہ سوال معقول ہے کہ جب رہنے والے اس علاقے کے تھے تو ان کو جہاد وہاں سے ہی شروع کرنا چاہیئے تھا یہاں سے اس جہاد کا آغاز کیوں کیا گیا؟

بریلوی اس کو ایک نہایت خطرناک عنوان دیتے ہیں جب تک آپ اس کو سمجھیں اس سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کریں وہ کیا؟

وہ یہ عنوان دیتے ہیں کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی اور ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی، شاہ اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے سکھوں کی طرف اپنا رُخ کیا، بریلوی اس سے بہت آگے بڑھے اور یہ الزام لگایا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے۔ انگریزوں کو پناہ دینے کی خاطر اور ان کی حفاظت کی خاطر وہ سکھوں سے لڑنے کے لئے نکلے۔

اب اس کے جواب میں آپ کو کیا کہنا ہے؟

آپ کو یہ معلوم ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں یہ افغانستان کا ملک واقع ہے؟ یہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے یا نہیں؟ یہاں آزاد قبائل بھی ہیں کہ نہیں؟ سو ان کے قریب آ کر اگر انہوں نے ایک چھوٹی سی اسلامی سلطنت قائم کر لی اور وہ ان کے لئے آسان کام تھا تو بتائیے کہ کون سا غلط کام کیا؟ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں آئے تو یہاں کے خوانین کے ساتھ مل کر انہوں نے ایک چھوٹا سا اپنا آزاد علاقہ قائم کر لیا تھا۔ اس پر اپنی حکومت کا انہوں نے ایک باقاعدہ نظام بنا لیا تھا۔ اور باقی جو لوگ قرب و جوار

کے تھے انہیں اپنا معاون بنالیا تھا کہ جب وقت آیا تو تم ہماری مدد کرو گے اور پیچھے سے افغانستان کا علاقہ تو ہے ہی انہوں نے اس علاقہ کو اسلامی شرائط پوری کرنے کی خاطر اپنایا تھا۔

میں ایک اور بات کہا کرتا ہوں وہ یہ کہ انگریزوں کے خلاف یہ حضرات نہ تو میسور کو استعمال کر سکے اور نہ اس ریاست کو جو سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اور نہ ہی یہ ریاست ٹانک کو استعمال کر سکے؟ ان کے پاس آزاد جگہ کہاں سے آئی ؟اس سرزمین سے جو آج پاکستان کا ایک حصہ ہے جب تک اُن کے پاس آزاد جگہ نہ ہو اس وقت تک جہاد کا اعلان نہیں ہوسکتا تھا؟

اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ہندوستان میں ایک آزاد علاقہ پاکستان بنے گا پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک علاقہ آزاد ہونا تھا اور اسے پاکستان بننا تھا اللہ تعالیٰ کو ہی اس کا علم تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اب ان حضرات (سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ) کے دل میں ڈال دیا کہ یہ اپنی اس قربانی کا آغاز وہیں سے کریں جہاں آئندہ کسی وقت اسلامی سلطنت قائم ہونی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا نہ؟ لیکن اس وقت ان بزرگوں کو ایک ایسے علاقہ کی تلاش تھی جہاں سے جہاد کا آغاز کیا جا سکے اور اسی تلاش میں وہ اس جگہ پہنچے جہاں آج بالاکوٹ ہے۔

## سوال:

یہاں ایک سوال ہے دو لفظوں میں ،حریف، اور حلیف یہ لفظ سمجھتے ہو؟ ان کے کیا معنی ہیں؟ سنیے حلیف ساتھی کو کہتے ہیں اور حریف مخالف کو کہتے ہیں اب سمجھئے کہ جب ہندوستان میں سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو بتایئے کہ سکھ انگریزوں کے حلیف تھے یا حریف؟ دشمن تھے یا ساتھی؟ وہ حلیف تھے، ساتھی تھے، وجہ کیا؟

انگریزوں نے حکومت کس قوم سے چھینی تھی؟ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی تو پنجاب کے علاقوں میں اگر مسلمان نہ رہیں بلکہ ان کی بجائے سکھ آ جائیں تو انگریزوں کو فائدہ تھا یا نہیں؟ یہ وجہ ہے جس کے باعث انگریز سکھوں کی حمایت کرتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ پنجاب کا مورچہ سکھ سنبھالے رہیں اور آگے جو دوسرا حصہ ہندوستان کا ہے اس پر انگریز حکومت کرتے رہیں گے سو انگریز اور سکھ آپس میں حلیف یعنی ساتھی تھے مولانا اسماعیل شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں سکھوں کے ساتھ جہاد کرنا یہ پہلا اقدام تھا انگریزوں کے خلاف قدم اٹھانے کا، اگر شاہ صاحب کامیاب ہو جاتے انگریزوں کے خلاف تو کیا انہوں نے پورے ہندوستان کی طرف نہیں بڑھنا تھا؟ اور دہلی کو آزاد نہیں کرانا تھا؟ اس کے لئے بات یاد رکھیں کہ اس زمانہ کے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے، شاہ اسماعیل شہید اور حضرت شاہ سید احمد شہید کے خط فارسی میں چھپے ہوئے ہیں ان میں یہ خاص طور پر ذکر ہے کہ ہم نے اس علاقہ سے کفار کا غلبہ ختم کرنا ہے کہ ہم ان کے اقتدار کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں تو جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرات سکھوں کے مخالف اس لئے ہوئے کہ انگریزوں کی حمایت کریں اور اس طرح غلط پروپیگنڈہ کرتے پھرتے ہیں وہ سوچیں کہ اس وقت حالات کا تقاضہ کیا تھا؟ کیا یہ کہ انگریز اور سکھ آپس میں حلیف ہوں یا ایک دوسرے کے حریف؟

اگر انگریزوں کی حمایت کی خاطر انہوں نے سکھوں کی مخالفت کی تو سکھ اور انگریز آپس میں حریف ہوں گے اب آپ سوچیں یہ بات بنتی ہے نہ؟ اور اگر یہ دونوں آپس میں حلیف ہوں تو پھر ان کا مفروضہ قائم نہیں ہوتا تو سنئے کہ جب کبھی بریلویوں سے بات ہو تو ان پر ڈائریکٹ سوال کیجئے کہ آپ یہ بتائیں کہ سکھ اور انگریز آپس میں حلیف تھے یا حریف؟ اس کا کوئی بھی جواب نہیں دے گا کہ وہ

آپس میں حریف تھے کیوں دونوں کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوئی کوئی جنگ نہیں کوئی اختلاف نہیں مثلاً اب ایک شخص کے خلاف دو ساتھی ہوں، جو دو دوست ہوں تو ان دو حلیفوں میں ایک دوسرے کا ساتھ اختلاف ہوتا ہے؟ تو یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اب اس کا ساتھی اس کے ساتھ نہ ہوگا، رہا ان کا اس علاقہ میں آنا؟ تو جہاد ان کو ایک ایسی جگہ سے شروع کرنا تھا جس کے ساتھ آزاد علاقے ہوں تو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب جہاد کیا تو یہ ان کی اپنی سلطنت تھی گو چھوٹی سی تھی لیکن ایک ایسا علاقہ تھا کہ جس میں انہی کی حکومت چلتی تھی انہی کا سکہ چلتا تھا انہی کے احکام چلتے تھے مجرموں کو سزائیں با قاعدہ دی جاتی تھیں ایک چھوٹی سی ریاست قائم ہو چکی تھی جو اس وقت کا ''پاکستان'' تھا، اب اردگرد کی سلطنتیں تھیں تو انہوں نے وعدہ کیا ہوا تھا ایک ایک ذرا سی تمہیں کامیابی ہو تو پیچھے ہماری کمک آئے گی''۔

اب آپ پھر اسی بات پر آجائیں کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو ٹانک بھیجا ہوا تھا لیکن نواب امیر احمد خاں بحالات انگریزوں سے مل گیا تھا اور یہ واپس آگئے تھے۔

## ان حضرات کا اسلامی تبلیغی سفر:

انہوں نے پہلا سفر تبلیغی کیا، یہ حضرات تبلیغی سفر کرتے اور ہر جگہ پر اسلامی احکام پیش کرتے اور جہاں جاتے روحِ جہاد پیدا کرتے جاتے یہ گو جہاد کی دعوت نہ تھی اور نہ مرکز جہاد قائم تھا لیکن یہ حضرات اس کی فضاء قائم کر دیتے۔ ان کے لکھنؤ تک کے اسفار کو مؤرخین تبلیغی سفر قرار دیتے ہیں اس کے بعد جب یہ جہاد کے ارادے سے نکلے ہیں تو ہندوستان میں اعلان کیا کہ یہ سکھوں سے جہاد کے لئے جا رہے ہیں سکھ براہ راست تو ہندوستان کے حکمران نہ تھے اس پر براہ راست

حکومت تو انگریزوں کی تھی، انگریزوں نے اس لئے تو جرأت نہ کی کہ یہ وہاں جا کر کیا کریں گے اور سکھوں کا کیا بگاڑ لیں گے لیکن یہ حضرات جہاں جاتے بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوتے جاتے یہاں تک کہ یہ اس مقام تک آ گئے اب آگے ان کی سیاسی باتیں تھیں اس وقت اس سے بحث نہیں اب ذرا پیچھے پلٹ جائیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے، ان کے خلاف پہلے کون اٹھا؟ سب سے پہلے ان کی مخالفت مولوی فضل رسول بدایونی نے کی سنو! یہ بات یاد رکھئے کہ سب سے پہلے بدایون کے علماء انگریزوں کے ہاتھ میں آئے انہوں نے محدثین دہلی کے خلاف محاذ بنایا اور بدایون کے علماء تو اب تک کہتے رہے ہیں کہ عقیدہ کی رو سے ہم بدایونی ہیں مولانا احمد رضا خان خود ہمارے طریق پر تھے اور بدایونی مسلک کے تھے۔

کراچی کے مولانا عبد الحامد بدایونی کہا کرتے تھے کہ بھائی اصل فرقہ بریلوی نہیں بدایونی تھا کام تو سارا ہم نے کیا تاریخ تو ساری ہماری تھی لیکن یہ جماعت کا نام بریلوی کیوں ہو گیا؟ یہ ہم سے بے انصافی ہے نام بدایونی ہونا چاہیے تھا مولوی احمد رضا خان مسلک کے بدایونی تھے ہم بریلوی نہیں ہیں بلکہ پوری جماعت کا نام بدایونی ہونا چاہیے احمد رضا خان بھی بدایونی تھے گو بریلی کے رہنے والے تھے اعلیٰ حضرت کا نام کیوں آگے ہو گیا اور فرقہ ان کے نام سے کیوں بنا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ (یعنی بدایونی) کفر و اسلام کا قطعی فاصلہ قائم نہ کر سکے اور انہوں نے کفر کی مشین نصب نہ کی یہ کام سب سے پہلے احمد رضا نے کیا اس لئے اس لحاظ سے یہ فرقہ ان کے نام پر چلتا ہے۔

اب شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ منظر آپ کے سامنے آ گیا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے پہلے کس طرح چلے تھے اب شاہ صاحب

کے جو تبلیغی سفر تھے سو ان میں ان کو توحید وغیرہ کے بارے میں کچھ وعظ کہنا تھا بدایوں والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ پیرا یہ بیان سخت ہے اور ان کے عقیدے بدلے ہوئے ہیں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ سارے خاندان میں شاہ اسماعیل کوئی اکیلے تھے؟ نہیں، آخر یہ پورے کا پورا ایک خاندان تھا حضرت شاہ عبد العزیز ان کے بڑے تھے اگر شاہ اسماعیل شہید اپنے عقیدے بدلتے تو سب سے پہلے ان کے چچا ان کو ٹوکتے یعنی شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے چچا کے خلیفہ تھے اور پھر یہ بڑے روحانی بزرگ تھے اور ان کے ہم عمر بھی تھے دوست بھی تھے وہ ان کو ٹوکتے؟ پھر شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس مسند دہلی کے محدث تھے، کیا یہ ان کو نہ ٹوکتے؟ یہ سارے کا سارا گروپ تو شاہ اسماعیل کے ساتھ رہا، سو جو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہیں وہ اصل میں محدثین دہلی کے مخالف ہیں۔ پوری کی پوری جماعت کے مخالف ہیں۔ فردِ واحد کے مخالف نہیں۔

انہوں نے سمجھا کہ ان کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے ہمیں موقع مل جائے گا اب یوں سمجھئے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک مورچہ بن گیا۔ اب یہ پتہ ہے آپ کو کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں کون کونسی ہیں؟

ان کی تصانیف یہ ہیں:

(۱) تقویۃ الایمان

(۲) صراطِ مستقیم

(۳) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والفریح

(۴) منصب امامت

یہ چار کتابیں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔ ان کتابوں پر علماء بدعت

اعتراض کرنے کیلئے بیٹھے اور کہا کہ ان کے خلاف فتوے لگاؤ اور پھر مولوی فضل رسول بدایونی نے دل کھول کر فتوے لگائے۔ جب ہمارا بریلویوں کے ساتھ کبھی مباحثہ ہوتا ہے یا اختلافات ہوتے ہیں، وہ یا تو عبارات پر ہوتے ہیں یا اختلافات ہوتے ہیں عقائد پر، یا اختلافات ہوتے ہیں شخصیات پر، یا اختلافات ہوتے ہیں آداب و رسومات پر۔

جب پہلی بحث ہوتی ہے عبارات پر تو وہ کہتے ہیں کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے، اس کے ساتھ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اب یہ شروع کرتے ہیں اپنا مورچہ کن سے؟

ان کا پہلا مورچہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے اور ان کے بعد جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا پھر چار پانچ عبارتیں انہوں نے علماء دیوبند کی لے لیں۔ ایک عبارت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی لی، دوسرا فتویٰ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بنایا اور اس کو کہیں گم کر دیا، تیسرے نمبر پر ایک عبارت حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی لی اور چوتھے نمبر پر ایک عبارت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لی۔

یہ کل پانچ عبارتیں علمائے دیوبند کی ہیں اور زیادہ اعتراض جو ان کے ہیں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے پہلا...... محاذ بنایا۔ اب جب یہ عبارتوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دیوبندیوں کے یہ عقیدے ہیں، یہ عقیدے ہیں تو ہمیں پہلے ان الزامات کا جواب دینا پڑتا ہے اور ان عبارتوں کا صحیح مطلب بتانا پڑتا ہے اور اپنے عقائد کا تحفظ کرنا پڑتا ہے۔

## سوال:

جب یہ لوگ ان عبارتوں پر اعتراضات کرتے ہیں تو پہلے کس کی عبارتیں

زیر بحث آتی ہیں؟

## جواب:

سب سے پہلے زیر بحث عبارتیں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اور آگے چار علمائے دیوبند میں سے ہیں۔

## ایک عجیب صورتِ حال:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عجیب وغریب نمونہ سامنے آیا وہ یہ کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر پہلوں نے اعتراضات تو کئے لیکن کفر کا فتویٰ نہ لگایا مگر مولوی احمد رضا خان نے ان پر ۷۵ وجوہ سے کفر قائم کیا اور ۷۵ وجوہ سے کفر قائم کرنے کے بعد آخر میں ایک تحریر لکھی جو آپ کو اس طرح یاد ہونی چاہیے جس طرح گھر کی چابی پاس رکھی ہوتی ہے کہ جب چاہیں چابی لگائیں اور گھر کھول لیں وہ عبارت میں آپ کے سامنے پڑھوں اور اس کو آپ نے یاد کرنا ہے اور میں پھر وہ عبارت آپ سے سنوں گا۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید کے خلاف احمد رضا خان نے ۷۵ وجوہ سے کفر قائم کر کے کہا کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے اصل عبارت ملاحظہ فرماویں کہ:۔

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے [1]

وهوالجواب وبه يفتي و عليه الفتوىٰ وهو المذهب و عليه الا عتماد و فيه السلامة و فيه السداد۔

---

[1] یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی اور اسی میں استقامت، تمہید ایمان ص ۱۳۲۔۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔

اب آپ خیال کریں کہ جو عمارت.........مولانا احمد رضا خان نے بڑی محنت سے بنائی تھی خود ہی گرادی جب مولوی صاحب نے خود کہہ دیا کہ کافر نہ کہو اب اگر کوئی ہوشیار طالب علم ہو تو بس اسی کو پلے باندھ لے آپ ماشاء اللہ ہوشیار ہیں تو یہ اب آپ کے پاس ایسی چابی آگئی کہ وہ جب ان کا کفر پیش کریں کہ مولوی صاحب نے کافرانہ بات کہی ہے تو آپ فوراً کہہ دیں کہ یہ کافرانہ ہے یا نہیں تو جواب میں جب وہ کہیں کہ ہاں کافرانہ ہے تو کہو کہ جو اس کے کفر کو کفر نہ کہے اور کفر کو کفر نہ مانے تو کیا وہ خود کافر نہ ہو جائے گا؟

سو جتنے بھی اعتراضات مولوی احمد رضا خان کے تھے وہ سارے کے سارے مولوی احمد رضا خان پر لوٹ آئے اس کو اردو میں کہتے ہیں الٹے بانس بریلی کو، اب معاملہ الٹ گیا تو بانس مولوی احمد رضا خان نے ہماری طرف بڑھائے وہ اب ان کی طرف لوٹ گئے مثلاً اب بریلویوں کو اعتراض ہے کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز کی آفت ہے اور اگر گدھے کا خیال آجائے تو نماز برباد نہیں ہوتی یہ ان کا اعتراض ہے۔

اب آپ ان سے پہلا سوال یہ کریں کہ یہ عقیدہ کفر ہے کہ نہیں؟ وہ جواب میں اگر کہے کہ کفر نہیں تو پھر کہو کہ تم اعتراض کیوں کرتے ہو؟ اگر کفر نہیں تو پھر اس میں بے ادبی بھی تو نہیں؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی تو کفر ہے اور یہ مسئلہ تو اپنے ہاں طے شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے اب اگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہوئی تو کیا یہ کفر نہیں کیا؟ اور اگر یہ واقعی کفر ہے تو مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ جو کہا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر نہ کہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک یہ کفر نہیں اب آپ ہی بتائیں کہ کفر کیا ہوا؟

اسلام تو جو کہ اس بات کا متقاضی ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کی طرف خیال باندھنا نماز کی آفت ہے اب جو اس بات کو اسلامی سمجھے تو وہ خود مسلمان رہ سکتا ہے اور اگر اس میں بے ادبی ہے تو جو حضور ﷺ کی بے ادبی کو جائز سمجھے اور بے ادبی کرنے والے کو کافر نہ کہے کیا خود مسلمان ہے؟ اب مولوی احمد رضا خان پر کفر لوٹا کہ نہیں؟ اب جتنے بھی اعتراض مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر یہ لوگ کرتے ہیں اور تقویۃ الایمان کے حوالوں سے اپنی بات بناتے ہیں ہر ایک کے جواب میں آپ یہی عبارت پیش کریں مثلاً بریلوی کہتے ہیں جی کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے، تو فوراً کہو کہ انہوں نے یہ لکھا ہے یا نہیں لیکن تم یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ماننا یہ حضور ﷺ کی بے ادبی ہے کہ نہیں؟ اور یہ کفر ہے کہ نہیں؟ اور وہ کہیں کہ یہ کفر نہیں اور حضور ﷺ کی بے ادبی کفر نہیں تو پھر تم کہو کہ تمہارا عقیدہ خود فاسد ہے اگر حضور ﷺ کی بے ادبی کفر نہیں تو پھر کیا ہوگا؟ اور اگر یہ کفر ہے تو تمہارے مولوی احمد رضا خان نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کہا کہ انہیں کافر نہ کہو، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انہوں نے کفر کو اسلام کہا اور سمجھا اور جو کفر کو اسلام کہے وہ خود کافر ہے کہ نہیں؟

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ جی مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں بس کب سجدے کے لائق ہوں۔ دیکھو حضور ﷺ کے لئے یہ لفظ استعمال کئے ہیں کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں ان سے پوچھا جائے کہ کیا یہ بے ادبی ہے کہ نہیں؟ اگر کہیں کہ ہاں یہ بے ادبی ہے تو کہو کہ بے ادبی تو کفر ہے اور مولوی احمد رضا خان نے اس کو کفر کیوں نہیں کہا؟ یہ کیوں کہا کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے؟

تو جتنے بھی یہ اعتراضات مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ان لوگوں نے کئے وہ سب مولوی احمد رضا خان صاحب پر لوٹ آئے اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے؟ اور یہ عبارت کہاں ہے؟ یہ عبارت مولوی احمد رضا خان کی کتاب ''تمہید الایمان'' کے ص۱۳۲۔۱۳۳ پر ہے۔

اور یہ وہ عبارت ہے کہ جس سے ہر اعتراض ان کی طرف لوٹ جاتا ہے تو جس طرح انسان چابی اپنے پاس رکھتا ہے کہ جب چاہے چابی لگالے اسی طرح یہ عبارت آپ کو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہر مبحث میں یاد رکھنی چاہیے۔

## ایک سوال:

حضرت ایک سوال ہے وہ یہ کہ اگر یہی اعتراض وہ ہم پر کردیں کہ تم اس کو بے ادبی کہتے ہو کہ نہیں؟ تو اس کا جواب کیا ہے؟

## جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تو اس کو کفر نہیں سمجھتے اور ہم تو کہتے ہیں کہ جو شاہ صاحب نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح اور درست لکھا ہے لیکن کوتاہ عقل سے تم اس کو صحیح سمجھے نہیں ہم ان عبارتوں کی جو وضاحت کرتے ہیں وہ قبول کرلو ہمارے پاس ان کی وضاحت اپنی جگہ موجود ہے اور اس وضاحت سے اس عقیدے کے قائل ہیں اور جو اس وضاحت کو نہیں مانتے وہ کہتے کہ جی یہ بے ادبی ہے یہ بے ادبی ہے تو ان پر ہمارا دعویٰ ہے اور ہم ان عبارتوں کی صفائی پیش کرتے ہیں میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں اور اگر کہو تو اس عبارت کی صفائی کردوں؟ میرا خیال یہ تھا کہ ان سب عبارتوں کی صفائی ایک بار آخر میں کردوں گا لیکن آپ نے چونکہ درمیان میں بات کی تو میں کہتا ہوں چلو اس عبارت کی صفائی بیان کرتا جاؤں۔

اب غور سے سنئے کہ نماز میں نمازی کی توجہ ہمہ تن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے اور جب ہم نماز کی نیت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بندگی اللہ تعالیٰ کی تو نماز میں ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی ضروری ہے یا نہ؟ ہمہ تن توجہ ضروری ہوئی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قولہ تعالیٰ

ان صلاتي و نسكي و محياي و مماتي لله رب العلمين (آلایۃ پ۸)

یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں، نماز، قربانی، زندگی اور موت سب خدا کے لئے ہیں لیکن سب سے پہلے فرمایا ان صلاتي اور اس کے آگے و نسكي و محياي و مماتي کے الفاظ ہیں میری بحث ان سے نہیں اس لئے میں ان کو چھوڑتا ہوں لیکن قانون تو یہ ہے نہ؟ کہ.........ان صلاتي ونسكي و محياي و مماتي لله رب العلمين لا شريك له.......... کہ نماز کس کے لئے ہے؟ نماز خدا کے لئے ہے اور یہ کہاں سے پتہ چلا؟ یہ لفظ ان صلاتي والی آیت سے اس سے پتہ چلا کہ نماز ہے ہی اللہ تعالیٰ کے لئے اور یہ بھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانا ایک لحہ کے لئے بھی جائز نہیں اور اگر خود بخود ہٹے تو یہ اور بات ہے یعنی دھیان کسی اور طرف چلا جائے یہ اور بات ہے لیکن پوری توجہ جان بوجھ کر ہٹانا یہ جائز نہیں اگر نماز میں نمازی ایک لحہ کے لئے بھی خواہ کوئی ہو، ہو نماز میں اور وہ یہ کہے کہ اب میں نے اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اس طرف کر لی تو اسی وقت اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ نماز پوری کی پوری عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی، اس کا کوئی ایک حصہ ایسا نہیں ہے جو کہ عبادت سے خالی ہو تو شروع اللہ اکبر سے لے کر آخر سلام تک؟ یہ پوری عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی۔ کوئی حصہ ایسا نہیں جو عبادت سے خالی ہو۔

تو شروع اللہ اکبر سے لے کر سلام تک یہ پوری نماز عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی جب یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو اس میں از خود دھیان کسی اور طرف چلا جائے مثلاً دل میں دکان کا خیال آ گیا پھر دھیان میں آیا اوہو ہم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں (یعنی نماز میں) اگر کوئی اور خیال آ گیا پھر ہم نے خیال اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیا تو ہم نے اس کی خود نیت تو نہیں کی خیال کے پھیرنے کی؟ لیکن اگر کوئی خیال پھیرے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) کہ خیال پھرتا ہے کسی معمولی چیز کی طرف (۲) یا وہ خیال پھیرتا ہے اعلیٰ وجود کی طرف اگر اس نے نماز میں جان بوجھ کر سوچا کہ میری دکان کی چابی اس وقت کس کے پاس ہو گی تو وہ یہ سوچ رہا ہے لیکن دھیان اس کا دوسری طرف ہے دھیان وہ کس چیز کی طرف کر رہا ہے ایسی چیز کی طرف جس کی کوئی تعظیم نہیں جیسے چابی یا دکان کی طرف دھیان کرنا یہ چیزیں کوئی لائق تعظیم نہیں کوئی ان چیزوں کی تعظیم نہیں کرتا۔

تو جب اس کا خیال آیا دکان کی طرف تو نماز کی رونق اور روحانیت تو جاتی رہی ...... لیکن یہ شرک نہیں اور اگر اس نے چابی یا دکان کا خیال نہیں کیا اور اپنے کسی پیر یا بزرگ کا خیال کیا کہ میں اب اپنے پیر کے سامنے ہوں اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی توجہ پھیر کر اپنے پیر کی طرف یا بزرگ کی طرف کر لی تو جب توجہ پیر کی طرف کی تو میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیال کرنا زیادہ مضر ہے یا دکان چابی وغیرہ کی طرف دھیان کرنا زیادہ مضر ہے؟ کیونکہ دکان چابی وغیرہ کا جو خیال کرتا ہے اس میں تو صرف نماز بے آبرو ہوتی ہے لیکن یہ جو اس نے خیال کیا پیر کی طرف تو پیر کی تعظیم اس میں (یعنی نماز میں) شامل ہو گئی تو اللہ کی تعظیم میں کسی اور کی تعظیم کو ملانا اس کو شرک کہتے ہیں دکان کے خیال میں نماز کی بربادی تو ہوتی ہے پر وہ شرک نہیں ہوتا لیکن پیر کے تصور کرنے سے شرک پیدا ہوتا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ

نماز کیلئے بڑی آفت کون سی چیز ہے؟......نماز کے لئے بڑی آفت شرک ہے۔

قوله تعالىٰ ان صلاتي و نسكي و محياى ومماتي لله رب العالمين لا شريك لهٗ الاية۔

اپنے پیر کی طرف خیال کرنا یا جبرائیل کی طرف خیال کرنا یا کسی نبی یا ولی کی طرف خیال کرنا یا حضور ﷺ کی طرف خیال کرنا جتنا وہ ان چیزوں کی طرف خیال کرتا جائے گا تعظیم بڑھتی جائے گی یا گھٹتی جائے گی ......؟ ظاہر ہے کہ قابل تعظیم کی طرف خیال کرنے سے تعظیم بڑھتی ہے تو نماز میں تعظیم کس کو لائق ہے؟ نماز میں تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کو لائق ہے اس میں کسی اور کی تعظیم کا ملانا شرک ہے یہ تو شرک کی بات ہے۔

اور اب اگر کسی کو نماز میں گائے کا خیال آیا تو گائے کی تعظیم کون کرتا ہے کوئی کرے گا جو مسلمان ہو؟......ظاہر ہے ہر مسلمان گائے کی تعظیم نہیں کرتا اور گدھے کی بھی کوئی تعظیم نہیں کرتا تو اب ایک اصولی بات ہے......کہ نماز میں از خود خیال آجائے بالکل معمولی چیز کا یعنی گدھے اور بیل کا اور فارسی میں گاؤ خر کا معنی گائے اور گدھا نہیں اس کا معنی ہوتا ہے دنیا کی معمولی چیز......تو معمولی چیزیں جتنی ہیں ان کا خیال آجائے تو نماز کے لئے اتنی آفت نہیں جتنا اعلیٰ ہستیوںؑ کی طرف خیال لے جانے سے ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم میں ملانا یہ شرک ہے۔

اب سنو کہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اگر یہ کہا کہ بھائی ایک ہوتا ہے خیال اور ایک ہوتی ہے نیت باندھنا جب گدھے اور بیل کی بات کہی تو لفظ استعمال کیا خیال کا اور جب پیروں ولیوں نبیوں کی بات کہی تو وہاں لفظ خیال استعمال نہیں کیا وہاں ہے نیت پھیرنا تو نیت پھیرنا اس کو فارسی میں کہتے ہیں صرف

ہمت، صرف کا معنی ہے پھیرنا...... اور صرف ہمت اس کا معنی ہے دھیان کو پھیرنا ...... تو مولانا فرماتے ہیں کہ نماز میں گدھے بیل کا خیال اگر آ جائے تو اس سے اتنی بڑی مصیبت نہیں ہوتی جتنا کہ نماز میں اپنی نیت کو یا دھیان کو ان ہستیوں کی طرف پھیرنے سے ہوتی ہے جن کی تعظیم دل میں پیدا ہو اور خدا کی تعظیم کے ساتھ مل کر وہ شرک بن جائے۔

اصل عبارت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صراط مستقیم ص ۱۴۹ تا ص ۱۷۰ پر ملاحظہ ہو۔

شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل گدھے کے خیال سے نہ تو اس قدر پیچیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے۔ اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ (صراط مستقیم، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور)

اب آپ بتایئے کہ جو مسئلہ انہوں نے بیان کیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ ہم تو کہتے ہیں کہ صحیح ہے، لیکن جو لوگ اس کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ تمہارے ہاں غلط ہے کہ نہیں......؟ اور یہ بے ادبی ہے کہ نہیں......؟

## اُلٹے بانس بریلی کو:

اس کے جواب میں اگر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاں یہ غلط ہے اور یہ بے ادبی ہے تو اس پر ہم انہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ غلط ہے اور بے ادبی ہے تو پھر یہ کفر کیوں نہیں......؟

مولوی احمد رضا خان نے یہ کیوں کہا کہ ہم انہیں کافر نہیں کہتے؟ اس سے

تو یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے اس بے ادبی کو جائز سمجھا ہے اگر جائز نہیں سمجھا تو کفر کیوں نہیں کہا؟ تو اسے کہتے ہیں، الٹے بانس بریلی کو، آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ اب ہم پر سوال کر سکتے ہیں؟ اس مذکورہ وضاحت کے بعد اب وہ ہم پر سوال نہیں کر سکتے۔

## امام نماز میں کسی محترم شخصیت کی رعایت نہیں کر سکتا:

اب اس کی تائید میں کہ جس میں مولوی احمد رضا خان نے بھی ہمارا ساتھ دیا ہے لیکن یہ مسئلہ فقہ کا ہے۔

## صورت مسئلہ:

ایک مسجد میں ایک چوہدری صاحب نماز پڑھتے تھے اور اس مسجد کے امام صاحب اس سے بڑے ڈرتے تھے، اور بہت گھبراتے تھے، اور وہ چوہدری ہمیشہ وقت مقررہ پر پابندی کے ساتھ آتا تھا، ایک دن وہ نہ آیا تو امام صاحب نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا، مگر نمازیوں نے کہا کہ جناب نماز شروع کریں، چنانچہ امام صاحب نے نماز شروع کی (جماعت کرادی) لیکن جب نماز کی نیت باندھ لی تو امام صاحب کو اس کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ سمجھے کہ چوہدری صاحب آ گئے ہیں، ادھر امام صاحب رکوع میں پہنچ گئے، ادھر وہ وضو کرکے صف میں آنے والے تھے، تو امام صاحب نے رکوع کو لمبا کر لیا تا کہ چوہدری صاحب وضو کرکے رکوع میں شامل ہو جائیں اور پہلی رکعت ان کو مل جائے۔

اب آپ سے پوچھتا ہوں آپ اپنے اندازہ سے بتائیں کہ امام صاحب نے چوہدری صاحب کے محض ڈر کی وجہ سے رکعت میں شامل ہونے تک کا جو انتظار کیا، کیا یہ انتظار کرنا امام کے لئے جائز ہے؟ اور کیا امام صاحب کو رکوع لمبا کرنا چاہیے تھا؟ سوائے نہیں کے، اس کا جواب اور کیا ہو سکتا ہے امام کے لئے

یہ بالکل جائز نہیں تھا کہ وہ محض چوہدری کے ڈر کی وجہ سے رکوع کو لمبا کرے لیکن نماز میں اس نے اس وقت دھیان کیا اس شخص کی طرف جس کی طرف نماز میں دھیان کرنا جائز نہیں تھا۔ اسلام میں اس کی کچھ بھی گنجائش نہیں کہ امام کسی محترم شخصیت کے لئے نماز میں کوئی رعائت برت سکے، بقول حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ فرماتے ہیں:

"کہ نماز میں کسی شخص کے ساتھ خاص تعلق کا لحاظ برتنا یا خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی کے لئے کوئی کام کرنا اس میں شرک کا اندیشہ ہے، کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا۔"

## دوسری دلیل:

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

کرهه بعضهم وقال اخاف ان یکون شرکاً و هو مذهب مالک[1]

ترجمہ: بعض آئمہ اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس پر شرک کا اندیشہ ہے اور یہی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

## تیسری دلیل:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ ابو اللیث سے نقل کرتے ہیں:

یطیل الرکوع لا دراك الجائی اذلم یعرفه فان عرفه

---

[1] مرقات ص ۹۰ ج ۲

فلا و ابو حنیفة منع منه مطلقاً [1]

ترجمہ: آنے والا رکوع کو پالے اس کے لئے رکوع کو تب لمبا کرے جب آنے والے کو پہچانتا نہ ہو اگر پہچانتا ہو تو اس کے لئے رکوع کو ہرگز لمبا نہ کرے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو ہر حال میں اسے منع کرتے ہیں۔

## چوتھی دلیل:

محدث جلیل ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

لمذهب عندنا ان الامام لواطال الركوع لادراك الجائی لا تقرباً بالركوع لله تعالى فهو مكروه كراهة تحريم و يخشى عليه من امر عظيم [2]

ترجمہ: ہمارے ہاں فیصلہ یہی ہے کہ امام نے آنے والے کے لئے اگر رکوع لمبا کر دیا کہ اس میں قرب الٰہی مقصود نہ تھا تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر اس سے زیادہ امر (کفر) کا خطرہ ہے۔

## پانچویں دلیل:

صاحب درمختار علامہ الفقیہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و كره تحريماً اطالة ركوع او قراة لا دراك الجائی ای ان عرفه والا فلا بأس به [3]

ترجمہ: کسی آنے والے کے لئے رکوع کو طول دینا یا قرأۃ کرنا

---

[1] البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۶ [2] مرقات ج ۳ ص ۹۰ [3] درمختار ج ۲ ص ۴۶۲

نوٹ: اب یہ پانچوں حوالے علامہ صاحب کی تصنیف شاہ اسمٰعیل شہید ص ۱۸۱، ۱۸۰ میں مذکور ہیں۔

مکروہ تحریمی ہے یہ اس صورت میں کہ آنے والے کو پہچانتا ہو وگرنہ نہیں۔

مذکورہ عبارات ان آئمہ دین کی ہیں جن پر شریعت کے اسرار و رموز کھلے ہیں سب کے نزدیک یہی بات ہے کہ نماز میں تعلق خاص کی بناء کسی طرف توجہ اور اس کی رعایت کسی عام شخص کی رعایت کرنے سے زیادہ مضر ہے۔

اب مولوی احمد رضا خان کی زبانی یہی بات ملاحظہ ہو: لکھتے ہیں کہ:

''اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاص (خاص تعلق عقیدت) یا خوشامد (تعظیم) کے لئے منظور ہو تو ایک تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم نے فرمایا کہ یخشی علیہ من امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا۔

اور اگر خاطر خوشامد (تعظیم) مقصود نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو، نہ کوئی غرض اس سے انکی ہو............رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز ہے۔''[1]

مذکورہ بالا تمام عبارات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی تقرب کی بناء پر یا کسی کی خوشنودی کے لئے رکوع کو لمبا کیا کہ وہ شامل ہو جائے نماز میں، تو

---

[1] احکام شریعت ج ۲ ص ۱۱۰ یہ عبارت بھی علامہ صاحب کی تصنیف شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸۲ پر مذکور ہے۔ مطبوعہ نذر سنز پبلشرز ۴۰ اردو بازار لاہور۔

وہ یخشی علیه الکفر یخشی علیه من امر عظیم کا مصداق ہے یعنی اس پر کفر کا اندیشہ ہے، یہ نہیں کہا کہ نماز خراب ہوگئی، بلکہ فرمایا کہ کفر کا اندیشہ ہے، تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جس سے کفر کا اندیشہ ہے، اب آپ بتائیں کہ یہ کفر کیوں ہے۔

اس کا جواب سوائے اس بات کے کہ یہ کفر تعظیم کی وجہ سے ہے اور کیا ہو سکتا ہے، اس لئے کہ نماز میں تعظیم تھی اللہ تعالیٰ کی، اس میں کسی چوہدری وغیرہ کی تعظیم کرنا، یا اس کا خوف یا ڈر اپنے اوپر وارد کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر وارد ہوتا ہے تو غیر خدا کی تعظیم کو خدا کی تعظیم کے ساتھ ملانا اس شرک کی وجہ سے اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

## تصویر کا دوسرا رخ:

اب چوہدری صاحب نہیں بلکہ ایک عام آدمی کی بات ہے مثلاً امام صاحب نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اس وقت ان کے پیچھے دو تین نمازی تھے، اتنے میں ان کو کسی قرینہ سے معلوم ہوگیا کہ پانچ دس آدمی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے داخل ہو رہے ہیں اور مسجد بھی محلے کی نہیں بلکہ مسافروں کی سہولت کے لئے بنادی ہے اور وہ مولوی صاحب کے دوست بھی نہیں ہوں گے (دوست تو کیا واقف بھی نہیں)۔

اب ان کی شمولیت کی خاطر مولوی صاحب نے رکوع کو لمبا کر دیا، اس لئے کہ چلو اتنے مسلمان جو شوق سے آئے ہیں ان کو رکعت مل جائے، اب آپ بتائیں کہ اس صورت میں اگر امام نے ایسا کیا تو کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس صورت میں امام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی خیر خواہی ہے اور مسلمانوں کی محبت پیش نظر ہے، ان کی عقیدت اور وجاہت پیش نظر نہیں ہے میری اس وضاحت سے جو میں نے آپ کے سامنے کی ہے یہ کہ کمزور آدمی

اور ناواقف آدمی کی رعایت اگر امام کر لے تو وہ جائز ہے اور اگر کسی چوہدری یا بڑے آدمی کی رعایت کر لے تو وہ ناجائز ہے، تو اس سے ایک مسئلہ طے ہوگیا کہ نماز میں چھوٹی چیزوں کا خیال آنا (ناقابل تعظیم) چیزوں کا خیال آنا نماز کے لئے اتنی بڑی آفت نہیں جتنا کہ بڑی چیزوں کی طرف دھیان جمانے سے (قابل تعظیم) چیزوں کی طرف دھیان جمانے سے نماز کی آفت آتی ہے۔

## نماز میں خدا کے سوا کسی کی تعظیم جائز نہیں:

(مولوی احمد رضا خان کا فتویٰ) اب یہی بات مولوی احمد رضا خان نے اپنی کتاب احکام شریعت میں لکھی ہے جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے (بحوالہ احکام شریعت) کہ نماز میں اعلیٰ چیز اور اونچے درجے والے کی طرف دھیان جمانا یہ تو کفر کا اندیشہ ہے اور معمولی چیزوں کی طرف اگر دھیان چلا جائے تو اس سے کفر کا اندیشہ نہیں۔

اب بات مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہی، جو مولوی احمد رضا خان صاحب کہہ رہے ہیں، بات ایک ہی ہے، صرف الفاظ مختلف ہیں۔

## اس کی تائید میں ایک مثال:

میں اس کی تائید میں ایک مثال دیا کرتا ہوں اور وہ مثال تم سب کو اپنانی ہوگی اور سنبھالنی ہوگی اور اسے آپ نے یاد رکھنا ہے اور تقریروں میں بیان کرنی ہوگی۔ وہ مثال یہ ہے کہ اپنی تقریر میں ازخود یہ بات واضح کیا کرو مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر کئے بغیر۔

کہ لوگو ایک نماز کا وقت قریب ہو تو نماز میں دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو اور اگر تمہارا خیال کسی معمولی چیز کی طرف چلا جائے تو وہ بھی برا ہے لیکن اس

سے زیادہ برا ہے کہ تم اپنا خیال اور اپنی توجہ کسی ایسی ہستی کی طرف لگاؤ کہ جس کی طرف دھیان کے جاتے ہی اس کی تعظیم ضروری ہو جائے۔

تو اس مسئلہ کے لئے عام فہم تقریر میں مثال دیا کرتا ہوں اور آپ کو وہی بتاتا ہوں اور آپ نے اس طرح اس کو نقل کرنا ہے۔

کہ مسلمانو! ذرا توجہ کیجئے میں آپ سے نماز کا ایک مسئلہ پوچھتا ہوں (اب آپ کیا بن گئے؟ آپ سوال کرنے کی وجہ سے سائل بن گئے) مسئلہ یہ ہے کہ میں جنگل مین جارہا ہوں اب میں نے نماز پڑھنی ہے اور لوگ آگے سے گزر رہے ہیں یعنی جس طرف قبلہ ہے تو وہاں مجھے ایک اللہ والا ملا بڑا نیک اور وہ نماز پڑھ چکا تھا میں نے اس کو کہا حضرت میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں اور یہ جگہ ایسی ہے کہ لوگ آگے سے گزر رہے ہیں تم میرے سامنے آکر بیٹھ جاؤ تاکہ میں نماز پڑھوں اور جب میں سلام پھیرلوں تو تم چلے جانا تاکہ جو لوگ آگے سے گزریں وہ گنہگار نہ ہوں تو آپ میرے سامنے سترہ کے طور پر آکر بیٹھ جائیں اور میں نماز پڑھ لوں وہ بزرگ میرے سامنے بیٹھ گیا اور میں نے نماز اس کو سامنے بٹھا کر پڑھ لی...... اب آپ بتائیں کہ میری یہ نماز ٹھیک ہے یا غلط؟

ظاہر ہے کہ میری یہ نماز درست نہیں، خواہ وہ اپنی جگہ بہت بڑا بزرگ ہے، چہرے پر سفید داڑھی ہے، ماتھے پر نور چمکتا ہے، اللہ والا ہے (وہ بذات خود بہت کچھ ہے) لیکن میں اسے اپنے سامنے بٹھا کر اور اللہ اکبر، (تکبیر تحریمہ) سے نماز شروع کر دوں تو یہ جائز نہیں۔

اس کے برعکس یعنی اس کو میں اپنے سامنے سے ہٹا دوں اور اس کی بجائے میں اپنی چھتری گاڑ دوں یا اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ دوں اور نماز ادا کرلوں، تو یہ میری نماز درست ہے کہ نہیں؟ میری یہ نماز درست ہے!

اب اگر کوئی یہ کہے کہ تم نے جو مسئلہ بتایا یہ تو غلط بتایا کہ لکڑی ہو تو نماز درست ہے اور اگر کوئی بزرگ سامنے ہو تو نہیں ہوتی۔ تم نے اس بزرگ کا درجہ اس لکڑی کے برابر بھی نہیں جانا؟ عجیب بات ہے؟ کہ لکڑی آگے ہو تو نماز درست ہے اور کوئی بزرگ آدمی آگے ہو تو نماز نہیں ہوتی، اس سے تو یہی معلوم ہوا کہ تم نے اس بزرگ کی توہین کردی؟ تو یہ مسئلہ کیسے درست ہے جس سے بزرگوں کی توہین ہوتی ہو، کیا آپ نے بزرگوں کی توہین نہیں کی؟

## ایک سوال:

یہ بات جو تم نے کہی ہے کہ بزرگ سامنے ہو، لکڑی آگے ہو تو یہ کیوں کہی؟

## جواب:

اس کا یہ ہے کہ یہ بات اسی لئے کہی (کہ لکڑی آگے ہو) تو لکڑی کی کوئی تعظیم نہیں (وہ کوئی معظم چیز نہیں) جو خدا کی تعظیم میں شامل ہو، بخلاف بزرگ کے آگے ہونے کے کہ وہ اگر سامنے ہو تو اس کی تعظیم ہوگی (کیونکہ اس کی بزرگی کا لحاظ تمہارے دل میں موجود ہے) اور اس کی تعظیم خدا کی تعظیم میں شامل ہوگی جو کہ شرک ہے۔

اس طرح جب آپ عوام سے یہ مسئلہ پوچھیں گے تو عوام کیا کہے گی؟ عوام بھی یہی کہے گی کہ آدمی سامنے ہو تو نماز نہیں ہوگی اور اگر لکڑی آگے ہو تو نماز ہوجائے گی، جب عوام یہ جواب دے تو سب پر یہ فتوی لگاؤ کہ تم سارے کے سارے عجیب بات کہہ رہے ہو کہ نماز میں معمولی چیز آگے ہو (لکڑی وغیرہ) تو نماز میں فرق کوئی نہیں پڑتا اور اگر کوئی معظم شے آگے ہو، تعظیم والی چیز آگے ہو تو

نماز میں فرق پڑ جاتا ہے اور تمہاری نماز نہیں ہوتی ؟ تو تم نے جو بات کہی ہے، یہی بات حضرت مولانا شاہ سماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے، کہ نماز میں اگر معمولی چیزوں کا خیال آئے اتنی بڑی آفت نہیں جتنا کہ نماز میں تعظیم والے کی طرف خود دھیان باندھنا اور صرفِ ہمت کرنے سے ہوتی ہے۔ اس انداز سے جب آپ لوگوں سے بات کریں گے؟ تو لوگوں کے ذہن میں بات آئے گی کہ نہیں؟ اس طرح بات ان کو جلد سمجھ آ جائے گی، لیکن بات آپ نے شروع کرنی کہاں سے ہے؟ آپ بات شروع کریں اس سے کہ بھائی میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں، ایک سوال کرتا ہوں اور جب آپ سوال کرلیں تو اس کا جواب یہاں سے دیں:

**ایک شبہ:**

شبہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت میں امام آگے ہوتا ہے، لیکن آپ پہلے یہ بتائیں کہ تعظیم اس کے منہ کی زیادہ ہے یا اس کی پیٹھ کی؟ قابل تعظیم شے انسان کیلئے اس کا سامنا ہے یا پیچھاڑی؟ اسی طرح جب کسی کا لحاظ ہو تو چہرے کا ہوتا ہے یا پیٹھ کا؟ لحاظ ہمیشہ چہرے کا ہوتا ہے، قابل تعظیم پیٹھ کے مقابلہ میں اس کا منہ ہے، آمنا سامنا ہے۔

تو اگر ہم امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، یعنی امام اگر آگے کھڑا ہوتا ہے اور ہم اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو کیا امام کی پیٹھ ہماری طرف ہے یا منہ؟ امام کی پیٹھ ہماری طرف ہے، جب اس کا منہ ہماری طرف نہیں تو کیا امام کی تعظیم پیدا ہوگی؟ تعظیم پیدا نہیں ہوگی ہاں اس کا منہ ہماری طرف ہو تو پھر تعظیم پیدا ہوگی تو اگر کوئی سوال کرے کہ جناب جماعت جو کہ مشروع ہے، اس میں بھی تو امام صاحب آگے ہوتے ہیں تو اس کا فوراً جواب دو کہ ٹھیک ہے امام آگے کھڑا ہوتا ہے لیکن اس کا رخ ہماری طرف نہیں ہوتا، اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے،

ہماری طرف اس کی پیٹھ ہوتی ہے، جو کہ قابل تعظیم نہیں۔

**سوال** حضرت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ثبوت کہاں ہے کہ پیٹھ کرنے سے تعظیم پیدا نہیں ہوتی؟

**جواب** اس کا ثبوت موجود ہے کہ یہ مسئلہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کو کوئی چیز سترہ کیلئے نہیں ملتی اور اس نے نماز ادا کرنی ہے، لیکن ایک آدمی موجود ہے اور کوئی لکڑی وغیرہ نہیں مل رہی، اب اس آدمی کو سترہ بنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آدمی کو کہو تو پچھاڑی کرلے (پیٹھ ہماری طرف کرلے اور اپنا رخ قبلہ کی طرف کرلے) منہ ہماری طرف نہ ہو۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے، جس سے یہ ثابت ہوا کہ پیٹھ کے ساتھ تعظیم پیدا نہیں ہوتی جو چہرے کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو اگر ایسی بات ہے کہ آدمی کے سوا سترہ بنانے کی کوئی چیز میسر نہیں آتی تو پھر اسے کہو جناب اپنی پچھاڑی (پیٹھ) ہماری طرف کرو اور اپنا دھیان آگے رکھو اور ہم آپ کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے ہیں اور سترہ بھی اس طرح ہوگا کہ وہ بالکل سامنے نہیں ہوگا، یا ذرا سا دائیں طرف یا ذرا سا بائیں طرف ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ اذا صلّٰی احدکم الی عمودٍ او ساریۃٍ اوالی شئی فلا یجعلہ بین عینیہ ولیجعلہ علیٰ خاجبہ الایسر۔ (الحدیث، نسائی شریف ج ۱)

**سوال** حضرت اس کا حوالہ کہاں ہے؟

**جواب** اس کا حوالہ میری کتاب ''نماز کا مقام توحید'' میں ہے، اس میں چار فتویٰ نقل کئے ہیں، ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا، ایک حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک امام جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ کا، یہ سارے حوالے میں نے نقل کئے ہیں، لیکن جو جواب اس وقت میں دے رہا ہوں وہ ہے مصنف ابن ابی

شیبہ کا، اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ موجود ہے تو اب مسئلہ مکمل سمجھ آ گیا ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی اشتعال تو نہیں۔

## خلاصہ کلام:

ان ساری مثالوں کا حاصل یہ ہے کہ نماز میں معمولی چیزوں کی طرف دھیان چلا جائے ازخود تو یہ اتنی بڑی آفت نہیں نماز کے لئے اور دھیان کو خود پھیرنا ذی تعظیم ہستیوں کی طرف تو یہ نماز کے لئے بہت بڑی آفت ہے اور یہی بات حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہی کہ بلاقصد کسی چیز کی طرف خیال چلا جائے تو اس کی تعظیم صادر نہیں ہوتی بلکہ تعظیم توجہ ٹھہرانے سے ثابت ہوتی ہے۔

## مسئلہ ختم نبوت اور ہمارے اسلاف:

اب تک ہم بات کر رہے تھے حضرت شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں کہ ان پر کس طرح الزامات لگائے گئے اور ان کی اصل حقیقت کیا تھی اور اب ہم آئے ہیں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کہ ان پر جو اعتراض کئے گئے ہیں ان کی اصل کیا ہے اور وہ کس بنیاد پر کئے گئے ہیں ......لیکن قبل ازیں میں ایک تمہید بیان کرتا ہوں پہلے آپ وہ سمجھیں۔

## تمہید:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام پیغمبروں میں جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز بنایا ہے اور پہلے یہ بات آپ خصوصی طور پر یاد رکھیں کہ مثلاً اس کمرے میں جتنے طلباء آئے ہیں ان سب کے آخر میں آنے والا طالب علم کون ہے؟ مثلاً جو بھی سب سے آخر میں آیا اس کا سب سے آخر میں آنا کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سارے طلباء میں سب سے اچھا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کیا صحیح ہے یا غلط ہے؟ یہ

غلط ہے اس لئے کہ کسی مجلس میں یا اس کمرے میں اول آنا درمیان یا آخر میں اس کے ساتھ براہ راست کوئی فضیلت وابستہ نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ جو پہلے آ گیا ہو وہ سب سے اچھا ہوا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہی سب سے اچھا ہو۔اب آپ کو یہ بات خوب سمجھ آ گئی کہ سب سے آخر میں آنا اس میں بالذات کوئی فضیلت وابستہ نہیں ہے تو آپ سب کہتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں تشریف لائے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کیسے بن گئی۔ جب آپ نے یہ خود تسلیم کیا کہ سب سے آخر میں آنا اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں تو آپ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس میں بالذات کوئی فضیلت ہے یا نہیں؟ اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں مثلاً تقریر کے لئے اگر کسی کو کھڑا کرنا ہو تو کسی مقرر کو بھی کھڑا کر دیں اور ہوسکتا ہے کہ جو کم علم والا ہو اس کو بعد میں کھڑا کر دیں اس لئے کہ اس کی آواز بہت اچھی ہے یعنی بلند آواز والا ہو تو اول ہونا یا آخر ہونا جب اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے تو پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور جب ہم یہ آیت پڑھتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (سورۃ الاحزاب آیت: ۴۰)

"نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن پیغمبر خدا کا ہے اور ختم کرنے والا تمام نبیوں کا۔"

تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت محل مدح ہے تو خاتم النبیین ہونے میں کوئی مدح ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق اور اسلوب یہی بتاتا ہے اور تجربہ کے طور پر آپ پہلے یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ پہلے ہونا یا بعد میں ہونا اس میں بالذات

کوئی فضیلت نہیں ہے اور آیت مقام مدح میں ہے تو ان دونوں میں ایک ظاہری تعارض نظر آتا ہے (یعنی آیت کا مقام مدح میں ہونا اور اول یا آخر کے آنے میں فضیلت کا نہ ہونا) تو ہمیں ایک ایسی چیز کی تلاش ہے جس سے پتہ چلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا محل مدح میں کسی طرح ہے۔

## ایک عجیب واقعہ:

عبرانی زبان میں خاتم النبیین کا معنی مُسَیحہ ہے جو ایک ریڈی ایٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا ایک دفعہ انگلستان میں ایک عیسائی کے ساتھ مناظرہ تھا جب ہم مناظرہ کیلئے بیٹھے تو میں نے کہا کہ کس موضوع پر مناظرہ ہوگا؟ اس نے کہا موضوع ہوگا مُسَیحہ اس موضوع پر مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ یہ موضوع کیا ہے تو وہ جواب میں کہنے لگا: کہ ہمیں آج اس مجلس میں یہ طے کرنا ہے کہ مُسَیحہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ مُسَیحہ کیا ہوتا ہے؟ پہلے یہ مجھے بتا دو پھر اس پر بحث ہوگی۔ اولاً اس کی تشریح کرو؟ اس نے کہا کہ یہ عبرانی زبان کی اصطلاح ہے کہ پوری برأت کا دولھا جو پوری برات کو سب سے پیارا ہے اور اچھا ہے اس کو مجلس میں بٹھا کر اس کے سر پر تیل ڈالتے ہیں اور تیل ڈال کر اس کی عزت کی جاتی ہے تو جس کے سر پر تیل ڈالا جائے، اس کے اعزاز و اکرام کے ساتھ مُسَیحہ کہتے ہیں۔

میں نے کہا یہ بات سمجھ آ گئی ہے، اب آگے چلئے.....تو کہنے لگا کہ پرانی کتابوں میں یہ خبر چلی آ رہی تھی کہ آدم کی اولاد میں ایک مُسَیحہ ہوگا تو پھر میں نے کہا مُسَیحہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ لفظی معنی تو اس نے بتلا دیا تھا اب اس نے کہا کہ اللہ ایک ہے اس نے اپنا فیضان دینے کے لئے اپنے پیارے بیٹے اکلوتے بیٹے کو

دنیا میں بھیجا اور وہ اکلوتا مُسَیحہ ہے جو ساری اولاد آدم کا برگزیدہ اور چنا ہوا ہے اور اس کی حیثیت ایک ریڈی ایٹر کی ہے۔اب سمجھو کہ ریڈی ایٹر (Radiator) کسے کہتے ہیں اس کو یوں سمجھو کہ اگر اوپر سورج سامنے ہے اور اس کے آگے ہم نے ایک آئینہ رکھ دیا اب میں اس آئینہ کو یوں حرکت دیتا ہوں (یعنی دوسری سمتوں کی طرف گھماتا ہوں) تو اب ان گوشوں کی طرف بھی سورج کی روشنی آئے گی حالانکہ سورج سامنے نہیں اور سورج عام طور پر روشنی وہیں ڈالتا ہے جہاں جہاں شیشے کا عکس پڑے گا تو اس میں شیشے نے کیا کیا؟ اس نے نور آفتاب کو اپنے اندر اس طرح جذب کیا کہ آپ جدھر گھومتا ہے وہاں نور ہی نور ہے جس طرح دھوپ ہے اسی طرح شیشہ کے اندر جو روشنی آرہی ہے اس میں بھی ہے کہ نہیں؟ تو اس کی حقیقت کیا ہے؟......اس کو انگریزی میں ریڈی ایٹر کہتے ہیں کہ پچھلی بجلی ساری ریڈی ایٹر نے لی اور آگے پھر اس کو تقسیم کر رہا ہے۔

تو نبیوں میں ایک نبی ایسا ہونا تھا جو صرف نبی نہ ہو بلکہ نبیوں سے کچھ بالا ہو اب وہ کیا ہے؟ وہ فیضان خداوندی کا ریڈی ایٹر ہے اور جتنے پیغمبر آئے یا آئیں ان سب پر خدا تعالیٰ نے اپنا فیض اس کے ذریعہ پہنچایا تو انہوں نے (عیسائیوں نے) اس کا نام رکھا بیٹا۔یعنی خدا کا بیٹا (نعوذ باالله من ذلك) تو مسیحہ کون ہے؟ یہ خدا کا بیٹا ہے یعنی عیسیٰ بن مریم کو انہوں نے مسیحہ کہا......کہ اصل یہ ہے اور نبیوں کا جو اصل سٹیٹس ہے اور نبیوں کا جو درجہ ہے وہ اس سے نیچے ہے۔

اب جب مناظرہ شروع ہوا تو ہم نے کہا کہ مسیحہ جو تمام نبیوں میں ممتاز ہوگا تم اس کو مسیحہ کہتے ہو ہم اس کو خاتم النبیّین کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ہماری کتابوں میں اور ہمارے دین میں ایک نبی ایسا ہے کہ جو تمام نبیوں سے اُونچا ہے۔ یعنی ہوگا تو وہ بھی نبی اور اتحادِ نوع اس کو حاصل ہے۔اس کے نبی ہونے سے انکار

نہیں لیکن وہ تمام نبیوں میں کچھ شان میں نرالا ہے اب میں اس بات کو ترک کرتا ہوں کہ اس کے بعد ہماری بحث کا کیا ہوا مُسَیحہ وہ بنایا ہمارا بنا؟ لیکن آپ کو جو بات سمجھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک نبی نبیوں میں نرالی شان والا ہوگا قولہ تعالیٰ:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران:۸۱)

''اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور میرا عہد قبول کیا۔ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

تو یہ ایک خاص نبی کے بارے میں اقرار لئے جا رہے ہیں تو اس رسول کی کیا شان ہوگی اور اقرار کن سے لیا جا رہا ہے؟ وہ بھی نبی ہیں۔ اور کہا جا رہا ہے کہ اے انبیاء کی جماعت تم جب دنیا میں جاؤ تو اس کی منادی کرتے جاؤ اور اعلان کرتے جاؤ کہ آنے والا آئے گا اور وہ ایسا ہوگا کہ جو تم میں سے اس کے عہد کو پائے وہ اس کی مدد کرے اور اس پر ایمان لائے۔ تو اس آیت سے پتہ چلا کہ

ایک نبی خاص شان والا ہے اور وہ سارے نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ وہ جو شان والا ہے وہی مسیح ہے اور وہی ہے کہ نبی بھی ہے اور نبیوں سے بالا بھی ہے۔ ہم نے کہا کہ نبی بھی اور نبیوں سے بالا بھی یہ اس لئے کہا کہ خدا کا بیٹا کہنے کا تصور ہمارے ہاں نہ پھیلے۔ تو اس آیت سے یہ پتہ چل گیا کہ یہ نبی اور نبیوں سے ممتاز ہے تو وہ کیا بات ہے جس نے اور نبیوں سے ممتاز کر دیا۔ یہ تمام نبیوں میں ریڈی ایٹر ہے۔ فیضان خداوندی کا اور میں معقولیوں کی طرز پر استدلال کرتا ہوں (مناطقہ کہتے ہیں کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے) کہ اوصاف دو قسم پر ہے۔ (۱) ذاتی (۲) عرضی اوصاف جمع ہے۔ پہلے آپ وصفِ عرضی کا معنی سمجھیں۔

وصفِ عرضی وہ ہے کہ اس کی ذات میں تو وہ چیز نہیں لیکن اس پر عروض ہوا کسی دوسری چیز کا مثلاً آپ سامنے دیکھیں، ان درودیوار پر سورج کی روشنی پڑ رہی ہے۔ وہ روشن ہیں یا تاریک؟ وہ روشن ہیں ان کے اوپر جو روشنی نظر آ رہی ہے وہ سورج کی ہے۔ یہ روشنی اس وقت ان پر عرض ہے جو ہر آپ کے سامنے ہے۔ (یعنی یہ دیوار وغیرہ) عرض کے ساتھ اس کی شکل آپ دیکھ رہے ہیں۔ اب اس پر جو روشنی ہے کیا رات کو ہوگی؟ نہیں لیکن یہ درودیوار موجود ہوں گی۔ معلوم ہوا کہ یہ روشنی وصف سے موصوف بالذات نہیں ہیں بلکہ موصوف بالعرض ہیں اگر موصوف بالذات ہوں تو روشنی ان سے جدا نہیں ہوسکتی۔ یہ موصوف بالعرض کی ایک مثال ہے۔

مثلاً اب رات کا وقت ہے تو روشنی اسی طرح آ رہی ہے چاند کی۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ روشن ہوں گی یا نہیں؟ ہاں روشن ہوں گی۔ ان پر روشنی کہاں سے آئی؟ چاند سے آئی چنانچہ یہ اب بھی وصفِ روشنی سے موصوف بالذات نہیں بلکہ

موصوف بالعرض ہیں۔ کیونکہ جب رات کو چاند غروب ہو جائے تو ان پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان پر روشنی چاند سے آئی۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ چاند تو ہو اور روشن نہ ہو۔ مثلاً کئی دفعہ عصر کے وقت دیکھا کہ چاند تو ہے پر اس کی روشنی نہیں تو روشنی اس میں کب آئی؟ جب سورج غروب ہوتا ہے جب سورج غروب ہوا تو یکے بعد دیگرے چاند کی روشنی پھیلنے لگی۔

تو معلوم ہوا کہ رات کو جوان پر روشنی ہوتی ہے وہ چاند سے آتی ہے۔ اور چاند کی روشنی سورج سے آتی ہے اور سورج کی روشنی کہاں سے آتی ہے؟ وہ موصوف بالذات ہے تو موصوف بالعرض سے سلسلہ چلتا رہا۔ یعنی جو چیزیں چاند کی وجہ سے روشن تھیں ان کا سلسلہ چاند پر جا پہنچا۔ اور چاند کا سلسلہ سورج تک جا پہنچا تو سلسلہ چلتا رہا کیونکہ یہ موصوف بالعرض تھے (یعنی چاند اور زمین وغیرہ) لیکن جب موصوف بالذات آ گیا (یعنی سورج) تو سلسلہ ختم ہوگیا۔ اسی طرح ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ درودیوار پر روشنی آ رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ درودیوار پر روشنی کس نے آئی تو وہ روشنی سورج سے آئی۔ اور سورج کی روشنی کہاں سے آئی؟ وہ اس کی ذات میں ہے۔ اب ہم واپس آتے ہیں اصل موضوع کی طرف۔

تو ایک ہوتا ہے موصوف بالعرض اور ایک ہوتا ہے موصوف بالذات۔ موصوف بالعرض وہ ہے کہ جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ اور موصوف بالذات اسے کہتے ہیں جس کی ذات میں روشنی ہو۔ تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ وہ ہستی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا تو اس روح مبارک کو سرفرازِ نبوت کیا اور نبیوں کو نبوت کب ملی؟ جب ان کی روح اور بدن عنصری قائم ہوا۔ تو حضور ﷺ کی روح مبارکہ فیضِ نبوت ہوئی اور اس روح نے سب سے پہلے ملاء اعلیٰ میں کہا کہ اللہ تو اس وقت فرشتوں نے خدا تعالیٰ کا نام لینا سیکھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے یادداشت کے اوپر حکمت کے کچھ پردے لٹکا دیئے...... آپ کو پچھلا منظر یاد نہ رہا، یہاں تک کہ جب آپ کی عمر شریف چالیس برس ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ کیا کہ اب آپ اپنی نبوت کا اعلان کریں اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دال ہے کہ ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد۔ (الحدیث) [1]

”میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم درمیان روح اور جسد میں منقسم تھے۔“

تو اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت سے موصوف بالذات ہوئے یا بالعرض؟ موصوف بالذات ہوئے اور فرشتوں نے بھی جب اللہ تعالیٰ کا نام لینا سیکھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھا اور عالم ارواح میں تمام نبیوں کی روحیں تربیت حاصل کرتی رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ

تو اس وقت نبی عناصر کے لباس میں تھے یا عالم ارواح میں تھے؟ وہ عالم ارواح میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو کہا النبیین۔ معلوم ہوا کہ پہلے نبوت ارواح پر اتری تھی اور روح سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے تمام انبیاء کی ارواح پر اس کا فیضان ہوا پھر ان دو حصوں کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہی نبی جب دنیا میں آئے گا تو تمہارے جانے کے بعد پر تم اپنے وقتوں میں اعلان کرتے جاؤ اور اس کی منادی کرتے جاؤ، چنانچہ سب

---

[1] ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۲ مشکوۃ شریف ص ۵۱۳۔

نبیوں نے اپنے وقت میں اس کا اعلان کیا اور اس کی منادی کی کہ ہمارے بعد ایک بڑی شان والا نبی آئے گا۔ اس کی مدد بھی کرنا اور اس پر ایمان بھی لانا۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت سے موصوف بالعرض نہیں بلکہ موصوف بالذات ہیں، اسی لئے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد میں تھے۔

قوله علیه السلام کنت نبیّا و آدم بین الروح والجسد (ترمذی شریف ج۲ ص۲۰۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳)

یہ روایت تو ہے ترمذی شریف کی۔ اس کے علاوہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں.......... بین الماء و الطین.......... بھی آیا ہے اور بعض میں وان آدم لمنجدل بالماء والطین.......... ہے اور مشکوٰۃ میں...... وان آدم لمنجدل فی طینة (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳).......... کے الفاظ آئے ہیں۔ لیکن بعد میں آپ کو صرف اس کا تصور دے رہا ہوں کہ آپ کی خاتمیت آپ کی ذات ہے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ جو سب سے اعلیٰ شان والا نبی ہو اگر اس کو اللہ تعالیٰ سب نبیوں سے پہلے مبعوث کرتے یعنی آدم علیہ السلام کی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ جاتے؟ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے بعد اور نبی بھی آتے یا نا؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنا دیا تو پھر ان کو آنا ہی ہے اور جب وہ آتے تو کچھ پیغام بھی لاتے یا نا؟ اگر پیغام نہ لائیں تو پھر آنے کا فائدہ کچھ نہیں اور اگر پیغام لائیں تو ان نبیوں کا پیغام، پیغام محمدی کو منسوخ کرتا اور پھر کیا ہوتا وہ یہ کہ نسخ اعلیٰ بالادنیٰ لازم آتا جو اعلیٰ درجے کی وحی ہے وہ چھوٹے درجے کی وحی سے منسوخ ہو جاتی اور

یہ حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔

اور نسخ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا قانون یہ ہے۔

**قولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃٍ او ننسھانأت بخیر منھا او مثلھا الایۃ۔ (البقرہ)**

تو اگر وہ انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آتے تو اس سے نسخ اعلیٰ بالا دنیٰ لازم آتا جو قانونِ خداوندی کے خلاف ہے۔

**دوسری صورت:**

کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہ آتے درمیان میں آتے تو پھر بھی کچھ نبی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آتے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کے پیغام کو منسوخ کرتے تو پھر بھی اس طرح نسخ اعلیٰ بالادنیٰ لازم آتا۔

تو حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہوا کہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہی نبی سب سے آخر میں آئے تا کہ نسخ اعلیٰ بالادنیٰ کا کوئی احتمال ہی پیدا نہ ہو اس تمہید کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ جو سب سے اعلیٰ نبی ہے اس کا سب سے آخر میں آنا (اس لحاظ سے جو اولاً میں نے سوال کیا تھا) بالذات کوئی فضیلت نہیں۔

مثلاً اب ایک طالب علم جو سب سے آخر میں آیا ضروری نہیں کہ وہ سب سے زیادہ قابل ہو اور جو سب سے پہلے آیا ضروری نہیں کہ وہ سب سے بیکار ہو لیکن جب ہم نے اس پر غور کیا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ سب سے آخر میں آئے اور اس کے دین کو کوئی منسوخ نہ کر سکے تو پھر اس لحاظ سے سب سے آخر میں آنا کمال ہو گیا کہ اب وہ دوسروں کے دین کو منسوخ کرے گا اور اس کا دین منسوخ نہیں ہو گا تو ادنیٰ منسوخ ہوا اعلیٰ سے جو

حکمت خداوندی کے خلاف نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ بنائے خاتمیت اس پر نہیں کہ آپ سب سے آخر میں آئے بلکہ بنائے خاتمیت...... اور بات پر ہے وہ یہ کہ آپ وصفِ نبوت سے موصوف بالذات ہیں اور جو موصوف بالذات ہوگا وہی سب سے اعلیٰ ہوگا اور دنیا میں ایک محاورہ ہے مثلاً جو ایک مقرر بہت اچھی تقریر کرے تو لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی تقریر تو اس پر ختم ہے تو یہاں ختم کا کیا معنی ہے؟ یہاں اس کا معنی یہی ہے کہ اس کے بعد اور کوئی ایسی تقریر نہیں کرے گا یعنی کمالات کے لحاظ سے ختم ہے تو معلوم ہوا کہ کبھی ختم کا لفظ اس معنیٰ میں بھی آتا ہے کہ اب اس کے بعد اور کوئی بڑا ہے ہی نہیں، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے......

قولہ تعالیٰ فبایّ حدیث بعدہٗ یؤمنون۔الایۃ (پ ۲۹)

کہ خدا کی بات کے بعد یہ کس کی بات مانیں گے؟ تو بعدیت کا معنیٰ کیا ہوا؟ یہاں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مرتبہ میں بڑا خدا کے بعد اور کوئی ہے ہی نہیں کہ جس کی یہ بات مانیں گے یعنی جو خدائی بات نہیں مانتے وہ اور کس کی بات مانیں گے؟ تو اس آیت میں بعدیت سے مراد بعدیت مرتبی ہے نہ کہ زمانی؟

تو جس طرح یہ بعدیت مرتبی ہے، اسی طرح ایک ختم نبوت بھی مرتبی ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تمام مراتب کمال آپ پر ختم ہوئے اور آپ ہی ختم نبوت مرتبی پر فائز ہوئے اور تمام نبیوں سے اعلیٰ ہوئے آپ بتائیں کہ یہ درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کب ملا یہ اس وقت ملا جب کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لیکن اس ختم نبوت مرتبی کے باوجود اور نبی اس دنیا میں آتے رہے آتے رہے نبیوں کا ایک سلسلہ چلتا رہا چلتا رہا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل خود اس دنیا میں تشریف لائے تو اعلان فرما دیا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (الحدیث)

تو اب اس اعلان کے بعد ختم نبوت زمانی قائم ہوگئی تو معلوم ہوا کہ ختم نبوت دو ہیں ایک مرتبی اور ایک زمانی، ختمِ نبوت مرتبی، آپ کو اس وقت حاصل ہوئی تھی جب آدم علیہ السلام دنیا میں نہیں آئے تھے اور ختم نبوت زمانی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجسدِ عنصری اس دنیا میں تشریف لائے۔

## خلاصۂ تمہید:

میری ساری بات کا حاصل یہ ہے کہ ختم نبوت دو قسم پر ہے:

## ا۔ختم نبوت مرتبی:

تو اس کا معنی یہ کہ کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم آپ کے بعد آپ جیسا کوئی صاحب کمال ہو ہی نہیں سکتا تو یہ آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جبکہ آدم علیہ السلام ابھی دنیا میں نہیں آئے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی کے باوجود بھی نبی آتے رہے تو اگر ختم نبوت کو اس معنیٰ میں لیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبیوں کا پیدا ہونا اور اس دنیا میں آنا کیا یہ ختم نبوت مرتبی کو توڑے گا؟نہیں توڑے گا۔

## ۲۔ختم نبوت زمانی:

وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ختم نبوت مرتبی کے بعد بھی جب اس دنیا میں سب سے آخر میں تشریف لائے اور جب آئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں......لا نبی بعدی ولا رسول بعدی (الحدیث)......تو اب ختم نبوت زمانی قائم ہوگئی۔

تو ایمان لانے کے لئے کتنی ختم نبوت پر یقین چاہیئے؟دو پر ایک ختم

نبوت مرتبی اور دوسری ختم نبوت زمانی تو جس کو ختم نبوت مرتبی حاصل ہے اگر وہ سب سے پہلے آجائے تو لازم آئے گا نسخ اعلیٰ بالادنیٰ اور اگر درمیان میں آجائے تو بھی لازم آئے گا جو قانونِ خداوندی کے خلاف ہے اس لئے حکمتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ جو مرتبہ میں سب سے کامل ہے وہ زمانے میں بھی آخر ہو اب سمجھو کہ ان دونوں میں مطابقت کیا ہے؟ تو اس کو ہم یوں کہیں گے کہ ایک ہے دلالتِ مطابقی اور ایک ہے دلالت التزامی اور ان میں فرق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے موضوع پر براہ راست دلالت کرے تو وہ دلالتِ مطابقی لیکن اگر براہ راست تو نہیں مگر وہ کسی اور معنی مفہوم کو لازم ہو تو وہ ہوگی دلالت التزامی چونکہ ختمِ نبوت کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ حضور ﷺ پر تمام مراتبِ کمال ختم ہیں لیکن ایسے نبی کا سب سے آخر میں آنا ضروری تھا کیونکہ اگر درمیان میں آتے تو پھر کئی مشکلات آتیں اول آتے تب بھی کئی مشکلات پیش آتیں تو اصل ختم نبوت ہے مرتبی دلالتِ مطابقی کے ساتھ اور اس کو ختم نبوت زمانی لازم ہے تو یہ ہے دلالتِ التزامی۔

یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ ہمارا ایمان ختم نبوت مرتبی اور زمانی دونوں پر ہے ختم نبوت مرتبی بدلالتِ مطابقی اور ختمِ نبوت زمانی بدلالتِ التزامی تو حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو اگر ایک جنس قرار دیا جائے تو پھر اس کی دو نوع ہوں گی۔ اوّل ختمِ نبوت مرتبی اور نوع ثانی ختمِ نبوت زمانی اور یہ دونوں نوع دلالتِ مطابقی سے ثابت ہوں گی لیکن اگر ختم نبوت کا معنی ایک ہی رکھا جائے یعنی صرف مراتب کا لحاظ کیا جائے تو پھر اس کو دلالتِ التزامی کے ساتھ ختم نبوت زمانی بھی لازم ہوگی۔

## آپ کی روح مبارک تمام روحوں سے فائق اور کامل ہے:

اب اس کو دوسرے پیرائے میں پیش کرتے ہیں:

وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مخزنِ کمالات ہے اور خزانہ حسنات ہے تمام اچھائیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات کا پرتو ایک روح پر ڈالا اور وہ رُوح تمام روحوں سے فائق اور کامل ہوگئی تو وہ کونسی روح ہے؟ وہ روح روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اللہ تعالیٰ کے کمالات کا پرتو جس پر پڑا اس روح کی مراتب کمال کے لحاظ سے انتہا ہے اور اس کو کہا گیا کہ مرتبہ کے لحاظ سے نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے شانِ آپ پر ختم ہے اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اتنے مراتب نہیں دیئے بلکہ تمام مراتب آپ پر ختم ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتمیت نبوت کے مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ بنا کر پھر اس دنیا میں آدم علیہ السلام کو بھیجا تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سب سے اعلیٰ بنا کر پھر اس دنیا میں آدم علیہ السلام کو بھیجا تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو براہ راست نبوت نہیں دی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا جو فیضان تھا وہ آدم علیہ السلام پر اتارا تو آدم نبی اور نوح علیہ السلام پر اتارا تو نوح نبی اور ابراہیم علیہ السلام پر اتارا تو وہ نبی علیٰ ہذا القیاس سب پر اتارا تو سب نبی بنے۔

تو جس طرح پورے دائرہ میں ایک مرکز ہوتا ہے اور وہ مرکز سب سے پہلے نشان ہوتا ہے کیونکہ دائرہ لگانے کے لئے سب سے پہلا نشان مرکز ہے لیکن جب وہ نشان لگا، وہ نظر نہیں آرہا ہوتا یہاں تک کہ دائرہ لگنا شروع ہوگیا اب دائرہ لگتے لگتے جب پرکار کی سوئی انتہا کو پہنچی تو وہ دائرہ مکمل ہوگیا اور جب سوئی کو اٹھایا تو وہ نقش جو سب سے پہلے لگا تھا سوئی کے اٹھنے کے بعد سب سے آخر میں نظر آیا لیکن وہ نقش والا جو مرکز تھا وہ جدا تھا لائن جدا لگتی رہی اور یہ اپنی جگہ قائم رہا نشان ادھر لگے یا ادھر لگے ہے ایک جیسا؟ لیکن ایک نسبت کی وجہ سے جو مرکزی نشان

ہے وہ ممتاز ہے اور اس کے اردگرد دائرہ لگتا رہا۔

تو جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت بھی اس مرکز کی طرح ہے کہ جس کے اردگرد نبوت کا دائرہ کھینچا گیا، اور جس طرح مرکز سے دائرے کی لکیر کا ہر نقطہ اس کے ساتھ ایک مناسبت رکھتا ہے تو جس طرح یہ مرکز ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت عین مرکز ہے اور اس کا ظہور سب سے آخر میں ہوا کیونکہ نقش سب سے پہلے لگا اور اس کو علّت غائی کہتے ہیں۔

اور اس کی تعریف علماء یہ کرتے ہیں:

العلة الغائية ما كان باعثا علىٰ وجود الفعل كان مقد مأ في التصور و مؤخرا في الوجود الخارجي۔

کہ علّت غائی وہ ہے جو کسی فعل کے وجود کا باعث ہو کہ وجود خارجی میں تو مؤخر ہو لیکن تصوری مرتبہ میں سب سے پہلے ہو تو حضور ﷺ علت العلل ہیں تمام وجوہات میں وجہ اوّل اور مراتب میں مرتبۂ کمال شان میں شانِ خاتمیت پر ہیں اور آپ کا فیض ہر نبی کو ملتا رہا اور نبی دنیا میں آتے رہے اور جب سارے نبی آچکے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ اب وہ نبی خود ہی آجائے تو پہلے جو ان کو مرتبہ حاصل تھا وہ تھا خاتمیت مرتبی کمال کے لحاظ سے کہ ہر نبی اس کے بعد آتا رہا اور جب حضور ﷺ بالفعل اس دنیا میں تشریف لائے تو اب ختم نبوت زمانی قائم ہوئی کہ اب حضور ﷺ کے بعد کوئی چھوٹے درجے کا نبی بھی نہ آئے اور اگر آئے تو اعلیٰ کو ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا ہے جو قانون خداوندی کے خلاف ہے اور جو نبوت حضور ﷺ کو جناب آدم علیہ السلام کے آنے سے پہلے حاصل تھی اس کا نام ہے ختم نبوت مرتبی اور جب دنیا میں آگئے اور اعلان فرمادیا کہ اب میرے بعد اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا تو یہاں بعدیت کا کیا معنیٰ ہے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ

زمانے میں میرے بعد کوئی نبی پیدا ہی نہ ہوگا اور نہ کوئی نبی بنے گا تو یہاں بعدیت سے مراد بعدیت زمانی ہے نہ کہ مرتبی تو ختم نبوت کتنی ہیں؟ دو (۲) اور حضور ﷺ کو دونوں حاصل تھیں پہلی اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام بھی نہیں آئے تھے اور دوسری اس وقت حاصل ہوئی جب حضور ﷺ بنفسِ نفیس بجسد عنصری اس دنیا میں تشریف لائے اور ہمیں ایمان دونوں پر لانا ضروری ہے۔

# قادیانی کون سی ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں؟

اب ذرا غور کرو کہ قادیانی ختم نبوت کا کیا معنیٰ کرتے ہیں؟ وہ اس کا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ آپ شان کے لحاظ سے سب سے اونچے ہیں تو انہوں نے کونسی خاتمیت مانی؟ انہوں نے خاتمیت مرتبی کو مانا اور خاتمیت زمانی کا انکار کیا تو وہ مسلمان نہیں رہے کیونکہ ماننے کے لئے دونوں ضروری ہیں لیکن قادیانیوں نے ایک کو مانا اور ایک کا انکار کیا۔

## مرزا قادیانی کا دجل:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب یہ دعویٰ کیا تو اس نے ختم نبوت کا کیا معنیٰ کیا؟ اس نے اس کا معنیٰ یہ کیا اور کہا کہ میں مانتا ہوں آپ کو مرتبہ کے لحاظ سے اور شان کے لحاظ سے اور یہ مانتے ہیں زمانے کے لحاظ سے۔

تو یہ بات آپ ذہن نشین کرلیں کہ جب قادیانی مبلغ آکر مناظرہ میں یہ کہتے ہیں کہ جی ہم تو کہتے ہیں شان میں بڑے اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں زمانے کے لحاظ سے بڑے جب یہ بات لوگوں کے سامنے ہوتی تو آپ یہ بتائیں کہ لوگ کدھر ہوجاتے؟ لوگ ادھر ہوجاتے یعنی مرزائیوں کی طرف۔

تو اللہ کی قدرت پر قربان جایئے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مرزا غلام احمد جا کر یہ بات کہے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کچھ پہلے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کر دیا جنہوں نے خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونوں کو واضح کر کے بتایا اور یہ ثابت کیا کہ ہم دونوں کے قائل ہیں۔

اس لئے اگر کوئی قادیانی مبلغ یہ کہے کہ جی ہم تو خاتمیت مرتبی کے قائل ہیں تو ہم پہلے کہیں کہ ہم بھی تو اس کے قائل ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ خاتمیت زمانی بھی لازم ہے، اور تم بتاؤ کہ خاتمیت زمانی مانتے ہو، کہ نہیں؟ تو اس سے انکا دجل و فریب جلد کھل جائے گا اور اگر مولانا نے بحث کر کے لوگوں کے ذہن میں یہ بات نہ اتاری ہوتی کہ ہم بھی ختمِ نبوت مرتبی کے قائل ہیں تو لوگوں نے مرزائی ہو جانا تھا کہ نہیں؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ بات اس وقت ہوگئی۔

اب جب قادیانی یہ پروپیگنڈہ کرتے پھرتے ہیں کہ جی ہم تو خاتمیت مرتبی مانتے ہیں تو اس کا حل یہ ہے کہ آپ فوراً ان پر یہ سوال کریں کہ خاتمیت مرتبی زیر بحث نہیں یہ بتاؤ کہ خاتمیت زمانی مانتے ہو کہ نہیں کیونکہ ایمان کے لئے دونوں پر یقین چاہیے نہ کہ ایک پر۔

آپ کو یہ بات ذہن نشین کرا رہا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ کہا کہ آخر آنے میں کوئی فضیلت نہیں خواہ کوئی اوّل آئے یا آخر آئے تو آپ ﷺ. یہ الفاظ نہیں فرمائے بلکہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ آخر آنے میں بالذات کوئی فضیلت نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ فضیلت بالعرض بھی نہیں کیونکہ اصل خاتمیت مرتبی ہے اور پھر اس کو خاتمیت زمانی بھی لازم ہے اور جب خاتمیت کا لزوم ہو گیا تب ہم نے کہا کہ خاتمیت زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں لیکن بالعرض فضیلت ہے اور خاتمیت زمانی اسی کو ملے گی جو

مراتب کی انتہا پر ہو اور مولانا نے کلیتہً فضیلت کا انکار نہیں کیا بلکہ صرف بالذات فضیلت کا انکار کیا اور بالذات فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ بالعرض فضیلت کے وہ قائل ہیں۔

## مولوی احمد رضا خان بریلوی کی ''بددیانتی'':

ان کی بددیانتی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ فقرے میں لفظ بالذات ضروری تھا کہ نہیں......؟ ضروری تھا لیکن جب مولوی احمد رضا خان علماء عرب سے ان کے خلاف فتویٰ لینے کے لئے پہنچے تو یہ اصل عبارت تو تھی اردو کی لیکن جب انہوں نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تو بالذات کا لفظ جو ضروری تھا اس کو چھوڑ دیا اس کا اصل ترجمہ تو عربی زبان میں یہ تھا کہ ''لا فضیلت فیه بالذات''لیکن انہوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ''لافضیلت فیه اصلاً'' کہ اس میں جڑ سے کوئی فضیلت ہے ہی نہیں اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ بات کیا تھی مولانا نے کچھ کہا اور مولوی احمد رضا خان نے بات کیا کی، دھوکہ دیا۔

## اس بددیانتی میں قادیانی بھی ان کے ساتھ ہیں:

اب آپ یہ سمجھیں کہ جب بریلوی اور قادیانی یہ کہتے ہیں کہ بانی دارالعلوم دیوبند (مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت کے بعد بھی نبی آسکتا ہے تو وہ ان کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں کہ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا''......دیکھو یہ لکھا ہوا موجود ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پیچھے سے پڑھو کہ یہ بحث کس کی ہے؟ یہ ختم نبوت زمانی کی ہے یا ختم نبوت مرتبی کی ہے؟ تو تین سطر پیچھے ہمیں یہ عبارت ملتی ہے کہ الغرض

خاتمیت اگر اس معنیٰ میں ہو جو اس ہیچ مداں نے عرض کیا (یعنی مرتبی معنیٰ میں)
اگر اس معنی میں ہو تو حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا صرف زمانے کے ساتھ نہ
ہوگا بلکہ پہلے سے جب آپ کی خاتمیت شروع کی جائے گی تو اس خاتمیت کے
باوجود بھی اور نبی پیدا ہوتے رہے تو معلوم ہوا کہ اور نبیوں کا پیدا ہونا خاتمیت کے
خلاف نہیں۔

تو اصل عبارت میں الفاظ یہ ہیں کہ اگر خاتمیت بایں معنیٰ تجویز کیا جائے
اس میں لفظِ اگر یہ حرف شرط ہے انہوں نے مولانا کی اس عبارت پر ظلم یہ کیا کہ
اس سے پہلے یہ الفاظ اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے یہ سطر چھوڑ دی اور بد دیانتی
کرتے ہوئے لوگوں میں یہ بات ظاہر کر دی جو کہ مولانا نے نہیں کی تھی، اور یہ
ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ یہ بحث ختم نبوت مرتبی کی ہے یا ختم نبوت زمانی کی۔

لیکن اسی کے آگے جہاں مولانا علیہ الرحمتہ نے ختم نبوت زمانی کی بحث
کی ہے وہاں انہوں نے صاف طور پر واضح کیا ہے کہ ختم نبوت زمانی اپنا دین و
ایمان ہے جس طرح ختم نبوت مرتبی پر ایمان لانا ضروری ہے اور جیسے اس کا منکر
کافر ہے اسی طرح اس کا منکر بھی کافر ہے تو یہ دونوں بحثیں علیحدہ علیحدہ طور پر
موجود ہیں لیکن انہوں نے یہ زیادتی کی کہ لفظ اگر (حرف شرط) کو چھوڑ کر مطلق بات
مولانا کی طرف منسوب کر دی جو سراسر مولانا پر بہتان ہے، علمی اصطلاح میں اس کو
کہتے ہیں کہ شرط و جزا۔ تو انہوں نے شرط کو چھوڑ کر جزا کو ان کا عقیدہ ظاہر کیا۔

## ایک نہیں تین بددیانتیاں:

انہوں نے پہلی بددیانتی یہ کی کہ لفظ اگر (جو کہ صرف شرط ہے) نقل کئے
بغیر جو جزا تھی اس کو مولانا کا عقیدہ لکھ دیا۔

(۲)......دوسری بددیانتی یہ کی کہ یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ یہ بحث ختم نبوت مرتبی کی ہے نہ کہ ختم نبوت زمانی کی، اور اس کو پیش اس طرح کیا کہ گویا مولانا (علیہ الرحمتہ) ختم نبوت زمانی کا انکار کر رہے ہیں۔

(۳) تیسری بددیانتی یہ کی کہ لفظِ بالذات کا ترجمہ ہی نہیں کیا، (لَا فَضِیْلَتَ فِیْہِ بِالذَّاتِہ کہ بالذات کوئی فضیلت نہیں اس میں) کی بجائے یہ لکھا کہ لَا فَضْلَ فِیْہِ اَصْلاً کہ اس میں جڑ سے کوئی فضیلت ہی نہیں۔

## فاضل بریلی کی علمی ''دیانت'':

رسالہ تحذیر الناس تین مختلف مقامات سے عبارتیں لے کر ایک مسلسل عبارت بنائی۔

اس طرح کہ صفحہ نمبر (۵) کی یہ عبارت کہ تقدم یا تاخیرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں اس کو ویسے ہی لکھدیا کہ آپ کا آخر میں آنا اس میں کوئی فضیلت نہیں یہ تو عوام کا خیال ہے۔

## اصل عبارت:

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس ص۴،۵)

تو مولانا کی اس عبارت میں عوام کے اس خیال کی نفی کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء کے بعد آئے ہیں اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل ہیں حالانکہ اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں خواہ اول آئیں یا آخر میں بنائے

فضیلت و افضلیت کوئی اور چیز ہے جس کی انہوں نے وضاحت فرمائی کہ بنائے افضلیت ختم نبوت مرتبی ہے اور اس کو ختمِ نبوت زمانی خود بخود لازم ہے اور مولانا نے یہ بات بالکل صحیح کہی تھی۔

لیکن اس عبارت میں سے صرف اتنا فقرہ (عوام کے خیال میں آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں) اور ص ۱۸ کی اس عبارت: ''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

اور ص ۳۳۔۳۴ کی اس عبارت میں سے جہاں ختمِ نبوت مرتبی کا ذکر ہے کہ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچ مداں نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثلِ نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افرادِ خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں پکڑ فرق نہ آئے گا صرف اتنا فقرہ (بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق اور یہ مسلسل عبارت تیار کی بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۳۴)

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب

میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (ایضاً ص ۳۴)

تو ہم انہیں یہ چیلنج سے کہتے ہیں کہ جو عبارت تم پیش کرتے ہو وہ تو تم نے خود بنائی ہے دھوکہ کیا، بددیانتی کی، یہ عبارت تو تحذیر الناس میں ہے ہی نہیں، اور اگر ہے تو علیحدہ علیحدہ بحث میں ہے تم نے پھر اسی طرح کیوں پیش نہیں کی؟ جوڑ کر کیوں پیش کی اور اس کا ان کے ہاں پھر کوئی جواب نہیں۔

تو یہ ایک بہت بڑا اعتراض ہے۔ بریلوی اور قادیانیوں کی طرف سے جس کی حقیقت میں نے آپ حضرات پر واضح کر دی اور آپ اس مسئلہ میں مولانا کی تصریح کو یاد رکھیں وہ یہ کہ ختم نبوت مرتبی و زمانی ہر دونوں کا منکر کافر ہے۔

مولانا پر کچھ اہل علم نے سوالات کئے انہوں نے ان کے جوابات دیئے جو جوابات محذورات میں چھپ چکے ہیں تو اس میں مولانا ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اپنا دین و ایمان ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں جو اس میں شک کرے میں اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا حساب ہے اور بس!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک اثر چلا آ رہا تھا:

ان الله خلق سبع ارضین فیها آدم کادمکم و نوح کنوحکم و ابراهیم کابراهیم و موسیٰ کموسه و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم او کما قال۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کیں اور ہر ایک میں آدم ہے مثل تمہارے آدم کے اور نوح مثل تمہارے نوح کے

اور ابراہیم مثل تمہارے ابراہیم کے اور موسیٰ مثل تمہارے موسیٰ
کے اور عیسیٰ مثل تمہارے عیسیٰ کے اور نبی مثل تمہارے نبی کے"

یعنی ہر ایک آدم علیہ السلام بھی آئے اور نوح علیہ السلام بھی آئے اور ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام۔ اور جس طرح تمہارا نبی ہے اس طرح نبی بھی آئے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

چونکہ یہ مسئلہ مشکل تھا تو جو علماء یہ مسئلہ نہ سمجھا سکے تو وہ اس کا انکار ہی کر دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہ مسئلہ لوگوں کو وضاحت سے سمجھایا اور لوگوں کو ڈرایا کہ اے لوگو، اثر صحیح ہے اور اس کے جھٹلانے سے میں تمہیں ڈراتا ہوں اور پھر اسی کے ضمن میں نبوت کو دو (۲) نوع پر تقسیم کیا اور اس پوری بحث کا نام تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما رکھا۔

## اسی رسالہ میں ایک اور "دیانت":

**سوال**: بریلوی اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا نے لکھا ہے کہ امتی نبی سے بڑھ جاتا ہے؟

**جواب**: یہ مولانا پر بہتان ہے اور اصل عبارت تحذیر الناس کے ص ۷ پر اس طرح ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

(تحذیر الناس ص ۷ مطبوعہ مشہور پریس۔ کراچی)

تو یہ خیانت کرتے ہیں کہ لفظ بظاہر کو ہٹا کر اعتراض کرتے ہیں اور یہ بات درست ہے کہ امتی عمل میں بظاہر بڑھ جاتا ہے مثلاً فرضیت نماز کو دیکھ لیجئے کہ جب نماز فرض ہوئی تو آپ کے تمام صحابہ کرام عمل پیرا ہو گئے لیکن آپ کے وصال کے بعد کتنے صحابی تھے اور اب تک کتنے امتی ہیں کہ عمل کے لحاظ سے وہ ادائیگی

نماز میں بظاہر بڑھ گئے کہ وہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی ادا کرتے رہے۔

یعنی ادائیگی نماز کا زمانہ آپ کا کم ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زیادہ لیکن امتیاز کی کسوٹی علم ہے عمل نہیں صلحاء کے لئے عمل کسوٹی ہے۔

## خلاصہ کلام:

یہ کہ ختم نبوت صرف اس کا بیان نہیں کہ حضور ﷺ سب انبیاء کے بعد آئے بلکہ اس میں یہ مفہوم بھی ہے کہ آپ ﷺ پر تمام مراتب کمال ختم تھے اور آپ وصف نبوت سے موصوف بالذات تھے باقی انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے ملی تاہم وہ بھی مستقل طور پر نبی ہوئے۔ کسی کی نبوت عارضی نہ تھی مگر عرضی تھی کہ حضور ﷺ کے فیضان سے ان پر نبوت کا عروض ہوا۔ آیت میثاق النبیین میں اس کی شہادت موجود ہے۔

اس ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم تھی، چنانچہ حضور ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے۔ اعلیٰ شان کا نبی اگر پہلے آجائے اور دوسرے بعد میں تو اس سے نسخ اعلیٰ بالا دنیٰ لازم آتا ہے اور یہ حکمت خداوندی مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا کے تقاضے کے خلاف تھا اس لئے حضور ﷺ کو سب سے آخر میں بھیجا گیا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقاضہ ہے کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی کو مانا جائے اور خود تحذیر الناس میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے۔

بریلوی علماء مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو جو ختم نبوت مرتبی کے بیان میں ہے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا ختم نبوت زمانی کے باب

میں ہے اور اس عبارت سے پہلے جو اگر وغیرہ کے الفاظ ہیں اسے جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں یہ ان کا مغالطہ دہی کا انداز ہے۔

مولوی احمد رضا خان نے حسام الحرمین میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تین عبارات مختلف مواقع سے لے کر انہیں ایک عبارت میں جوڑا ہے اور یہ ایک بالکل نئی عبارت بن گئی ہے جو کفریہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ افتراء ہے۔

تحذیر الناس سے ص۴، ۵ ص ۱۸ اور ص ۳۴ سے عبارات لے کر انہیں کفریہ شکل میں جوڑا گیا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عبارت میں لکھا تھا کہ ''بالذات اس میں کوئی فضیلت نہیں'' اس میں بالعرض فضیلت کا انکار نہیں تھا۔

مولوی احمد رضا خان نے اس کا عربی ترجمہ کرتے ہوئے بالذات کا لفظ عمداً چھوڑ دیا ہے اور عبارت کو کفریہ بنا دیا ہے کیونکہ اسے مولانا مرحوم پر کفر کا فتوی بہر صورت عائد کرنا تھا۔

ان عبارات کی تحقیق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' اور میری کتاب ''عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوۃ'' میں پوری تفصیل سے دی گئی ہے۔

## دوسرے اعتراض کا خلاصہ:

آپ نے لکھا ہے کہ کبھی امتی نبی سے عمل میں بظاہر بڑھ جاتا ہے اس میں بریلوی علماء بظاہر کے لفظ کو حذف کر جاتے ہیں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ایسا صرف بظاہر ہوتا ہے حقیقت میں نہیں۔ یہاں تک تو ہم نے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر جو افتراء کئے گئے تھے ان کی وضاحت آپ کے سامنے پیش کی ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ پر افتراء اب آپ ملاحظہ فرمائیں۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر کئے گئے افتراء کی حقیقت:

حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بحث علم غیب کی نہیں بلکہ اطلاق عالم الغیب کی بحث ہے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟ علم غیب کا موضوع اور ہے اور عالم الغیب نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا موضوع اور ہے۔

مثلاً میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا نام قیصر ہے اور ایک یہ کہ قیصر نام رکھنا جائز نہیں یہ دونوں علیحدہ علیحدہ موضوع ہیں، اس طرح اس میں فرق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟۔

اور اگر علم غیب ہو بھی سہی تو پھر بھی تو یہ مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں؟ مسئلہ تو پوچھا اطلاق عالم الغیب کا اور لوگوں میں انہوں نے مشہور کر دیا کہ یہ علم غیب کی بحث چلی ہے، حالانکہ یہ علم غیب کی بحث نہیں ہے۔

حضرت مولانا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

بھائی تم بتاؤ کہ تم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہو گے تو کس اصول پر کہو گے؟

(ا) اگر کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محیط ہے ہر چیز پر تو یہ خاصہ باری تعالیٰ ہے یہ

پھراس کی شان ہے جس کا علم محیط اور ہر چیز کو شامل ہے۔[1]

تو اگر تم اس واسطے سے آپ ﷺ کا عالم الغیب کہو کہ آپ ﷺ کا علم محیط ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ خاصہ باری تعالیٰ ہے۔

(۲) اور اگر اس لئے کہو کہ آپ ﷺ کو پورا علم غیب تو نہیں بلکہ بعض علم غیب ہے اور اس بعض غیب جاننے کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہیں گے نہ کہ کل غیب جاننے کی وجہ سے۔

اس پر اب مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ بعض تو ہر ایک کے غیب پر آ سکتا ہے مثلاً اگر کسی کو اتنا بھی پتہ ہے کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والا کوئی ہے گو آنکھیں اس کو پا نہیں سکتیں، جو اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ہم اس کو دیکھ نہیں پاتے لیکن اگر اگر کسی کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک ذات ہے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ تو اس کا علم ہے۔

اور اسی طرح اس کے فرشتے ہیں تو غیب معلوم ہوگیا جنت دوزخ پر بھی ایمان رکھے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ غیب کا علم ہوگیا تو تھوڑا بہت علم تو ہر کسی کو ہے حتیٰ کہ جانور بھی خدا کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی پالنے والا ہے۔ اور درخت اور ان کے پتے بھی اس کو جانتے ہیں۔قولہ تعالیٰ: وان من شئی اِلَّا یُسَبِّح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیحھم اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ اللہ کرتی ہے اور ہر ایک چیز کو خدا کا اتنا تو علم ہے کہ ہمارا خدا ہے، کوئی ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔

---

[1] یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ وصف اسی کے ساتھ خاص ہے اسی طرح علم محیط بھی اسی کا خاصہ ہے قولہ تعالیٰ: انَّ اللّٰہ علیٰ کُلِّ شَیْئٍ قدیر ۵ الآیۃ و کان اللہ بکل شئی علیما ۵ الآیۃ پ ۵ اِنَّ اللّٰہ علی کل شئی قدیر ط وان اللہ قد احاط بکل شئی علما ۵ الآیۃ پ ۲۸۔

جب اتنا پتہ ہے تو پھر کہیں گے کہ اگر بعض علم غیب جاننے کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہا جا سکے، تو بعض علم غیب تو ہر کوئی جانتا ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کا بعض بڑا اور کسی کا بعض چھوٹا، لیکن لفظ بعض تو سب میں مشترک ہے۔

تو حضور ﷺ کی بعض کی وجہ سے تو کوئی تخصیص نہیں کیونکہ بعض علم غیب تو ہر جاندار کو حاصل ہے ہر پتے پتے کو اور ہر جانور کو ہے اور اس میں جو حضور ﷺ کا بعض ہے اس کو کوئی مساوات و کہانی بہ پیشِ نظر نہ تھا، مقدار میں برابری دکھانا مقصود نہ تھا،

لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے ظلم یہ کیا کہ کہہ دیا کہ مولانا نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کی کوئی تخصیص نہیں، حضور ﷺ والا علم تو (نعوذ باللہ) جانوروں جیسا ہے۔

تو بات کچا تھی اور بدل کچا تھی اور یہ خیانت کی بات ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہی تھی کہ مطلق بعض تو ہر کسی کو ہے گو غیب کسی کا چھوٹا ہو یا کسی کا بڑا لیکن بعض غیب کا علم تو ہر کسی کو ہے نا۔

اور اگر تم عالم الغیب بعض کی وجہ سے کہو تو لازم آئے گا کہ پھر تم ہر ایک کو عالم الغیب کہو اور جب تم یہ نہیں کہہ سکتے تو بات پھر ختم ہوئی۔

اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر پوری عبارت بدل دی اور آپ نے (پہلی عبارت میں) کہا کہ زید حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے تو وہ کس لحاظ سے؟ اگر بایں معنیٰ ہے کہ آپ ﷺ کل علم جانتے تھے، تو یہ درست نہیں کیونکہ یہ خاصۂ باری تعالیٰ ہے اور اگر بعض غیب کہو تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو چوپائیوں جانوروں کو بھی حاصل ہے۔

اس عبارت میں لفظِ ایسا جو ہے اس کو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ نبی کے علم کے ساتھ تشبیہ ہے مقدار میں حالانکہ یہ تشبیہ مقدار میں نہیں تھی، یہ مطلق بعض کہ لفظ غیب کے اس پر آگئے اس کو اس سے تشبیہ دی اور پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبارت بھی صحیح کر دی لیکن اس کے بعد یہ اب تک لکیر پیٹ رہے ہیں۔

خلاصہ:

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا کیا یہ درست ہے یہ مسئلہ پوچھا گیا، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی بحث نہ تھی کہ کتنا ہے اور کتنا نہیں سوال صرف اطلاق عالم الغیب کے بارے میں تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور کو عالم الغیب کہنے کی وجہ کیا ہوگی۔

(ا) کُلِ غیب دانی یا بعض غیوب کو جاننا کل غیب دانی یعنی علم محیط تو خاصہ باری تعالیٰ ہے اور بعض غیوب کو جاننا یہ ہر مخلوق کے لئے ثابت ہے گو ہر ایک کا بعض اپنے اپنے درجہ کا ہو مطلق بعض غیب کی بناء پر اگر کسی کو عالم غیب کہنا جائز ٹھہرے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہے گی پھر ہر ایک کو عالم الغیب کہنا درست ٹھہرے گا اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص اسے پسند نہ کرے گا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں زیادہ غیب جاننے والے اور کم غیب جاننے والے ہر دو کو مطلق بعض جاننے میں شریک بتلایا ہے اور سوال کیا ہے کہ اگر مطلق بعض غیب جاننے پر زیادہ غیب جاننے والے کو عالم الغیب کہنے کی اجازت دی جائے تو لازم آئے گا کہ کم غیب جاننے والے کو بھی مطلق بعض غیب جاننے پر عالم الغیب کہا جا سکے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں اپنے یہ معنیٰ داخل

کئے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو جانوروں کے علم کے برابر کہہ دیا ہے اور کہا ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم تو ہر مخلوق کو حاصل ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی کہ مقدارِ علم میں میں نے دونوں کو برابر نہیں کیا مطلق بعض میں برابر کیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ جس طرح کم غیب جاننے والے کو مطلق بعض غیب جاننے کی وجہ سے عالمِ غیب نہیں کہا جا سکتا اسی طرح زیادہ غیب جاننے والے کو بھی عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا کیونکہ گو اس کا علم زیادہ ہے مگر ہے تو آخر مطلق بعض غیب ہی۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ بریلوی لوگ اس عبارت کو غلط طور پر پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں تو انہوں نے عبارت بھی بدل دی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس اقدام پر بریلویوں کو اپنا شور بند کر دینا چاہیے تھا۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر دوسرا افتراء:

وہ یہ کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لا الہ الاّ اللّٰہ اشرف علی رسول اللہ پڑھنے کو جائز بتلاتے ہیں۔ (نعوذ باللّٰہ من ذٰلك)

یہ واقعہ محض خواب کا ہے جو آپ کے ایک مرید کو پیش آیا وہ نیند میں تھا کہ حالت خواب میں اس کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہو گئے ۔لا الہ الاّ اللّٰہ اشرف علی رسول اللہ تو وہ بیچارہ اس حادثہ سے بڑا گھبرایا لیکن جب اس کو جاگ آ گئی تو وہ اس وقت بھی اسی طرح گھبرایا تھا کہ اس گھبراہٹ میں بھی اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہے۔

اس مرید نے یہ بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھی کہ حضرت میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے تو جواباً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی

بات نہیں۔اس میں صرف اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمہارا جو پیر ہے مرشد ہے (جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، جس کی صحبت میں تم بیٹھتے ہو) وہ سنت پر عمل کرنے والا ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہے بس یہ ہے تعبیر اس خواب کی۔

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کو سمجھانے کی ضرورت تھی، تغلیط کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ خواب پر بھی مواخذہ نہیں اور غیر اختیاری چیز پر بھی مواخذہ نہیں ہے[1]۔

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہ نہیں لکھا کہ تو نے غلط کیا ہے اور توبہ توبہ کرو کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی، اتنی سی بات تو ہر کوئی سمجھتا ہے اور باقی جو تعبیر ہے خواب کی بسا اوقات خواب کچھ ہوتا ہے اور تعبیر کچھ ہوتی ہے۔

## مثال:

اس کی مثال دیتا ہوں، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے دور کی بات ہے کہ کسی شخص کو خواب آیا کہ میں نے اپنی ماں سے نکاح کیا ہے جو کہ محرمات میں سے ہے یعنی جس سے رشتہ حرام ہے اس سے نکاح کیا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ جو محرمات ہیں ان سے نکاح جائز ہے؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ یقیناً ان سے نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہے قطعاً شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں نے محرمات میں سے کسی سے نکاح کیا ہے بڑا پریشان ہوں.........آپ اس کی تعبیر بتلائیں۔

تو اب جواب بھی سن لو ذرا غور سے وہ یہ کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بھائی گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں حج نصیب کرے گا۔اس پر آپ غور

[1] اور یہ الفاظ غیر اختیاری تھے نہ تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حکم دیا اور نہ اس مرید نے یہ الفاظ خود وضع کیے۔

فرمائیں کہ اس کا حاصل کیا ہے؟ کیسے یہ تعبیر نکلی؟ کہ اگر کوئی محرمات میں سے کسی سے نکاح کرتا ہے حالت خواب میں تو اسے حج نصیب ہوگا؟

## مطابقت:

اس کی یہ ہے کہ اس نے خواب میں اس چیز کو استعمال کیا جو قانوناً (شرعاً) حرام ہے یعنی قانوناً جس سے نکاح حرام ہے اس نے اس سے نکاح کیا ہے تو مولانا نے فرمایا کہ تعبیر یہ سمجھ میں آئی کہ جو حج کرنے جاتا ہے وہ بھی حرم کی زمین پر چلتا ہے اور وہ بھی محرمات میں سے ہے وہ قابل احترام زمین پر ہے۔ تو جو اس حرم پر چلتا ہے وہ حج کے موسم پر ہے اور اس نے خواب میں دیکھا کہ میں حرم پر ہوں یعنی ماں.......... پر جو محرمات میں سے نکاح کر لیا ہے لیکن جو نکاح اس دوسرے مفہوم کو لازم تھا اس لئے یہ تعبیر کی کہ تجھے حج نصیب ہوگا۔

اب آپ موازنہ فرمادیں کہ خواب کجا اور تعبیر کجا خواب کتنی واہیات شکل میں ہے لیکن تعبیر اتنی عمدہ ہے اور تقریباً یہی حالت اس خواب کی ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کو آیا اور آپ نے اس کی تعبیر بتلادی کہ تمہارا مرشد سُنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہے تو اگر کسی نے خواب میں اور بیداری میں حالتِ اضطرار میں یہ کہا کہ لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔ اس پر بزورِ بازو یہ کہے جانا کہ یہ ان کا کلمہ ہے، یہ ان کا کلمہ ہے۔ یہ تو بہت بڑی نازک بات ہے اور یہ مولانا پر سراسر ظلم ہے۔

## خلاصہ:

یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔ خواب کے جو کلمات اس مرید کی زبانی ادا ہوتے رہے وہ بھی حالتِ اضطرار میں تھے اس کا ان کی شکایت کرنا خود بتلاتا ہے

کہ وہ ان الفاظ سے سخت نالاں اور پریشان تھا۔ اب ضرورت نہ تھی کہ حضرت مولانا اسے بتلائیں کہ یہ کلمۂ کفر کبھی نہ پڑھنا چاہیے، یہ اسے خود بخوبی معلوم تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ اس میں اشارہ ہے کہ اشرف علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت پر کار بند ہے...... خواب اور تعبیر میں کلیۃً موافقت نہیں ہوتی، خواب کچھ ہوتا ہے اور اس کی تعبیر کچھ ہوتی ہے۔ جیسا کہ (ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر کہ کسی نے دیکھا کہ وہ محرمات میں سے کسی سے نکاح کر رہا ہے) شاہد ہے۔

## حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء:

**سوال** حضرت! یہ حقیقت تو واضح ہوگئی ہے لیکن کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بریلوی لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ نبی کے علم شریف سے شیطان کا علم (معاذ اللہ) زیادہ ہے؟ مولانا نے یہ "براہینِ قاطعہ میں لکھا ہے؟

**جواب** پہلے آپ یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ایسی خلقت بخشی ہے کہ وہ بیک وقت مشرق و مغرب میں برابر آتا جاتا اور اپنا کام کرتا ہے کہ نہیں؟

اور اسی طرح ملک الموت، کہ ایک آدمی کی روح کو مشرق میں قبض کرتا ہی اور کسی کی روح کو مغرب میں قبض کرتا ہے۔ یہ قوت اس میں ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ خلقت بخشی ہے یا نہیں؟ اب اگر انسان اسی طرح مشرق و مغرب نہ جا سکے، تو وہ ان کی افضلیت کی اور انسان کی مفضولیت کی دلیل بن سکتی ہے۔ مثلاً یہ مکھی اُڑ رہی ہے تو تم اس کے ساتھ اُڑ سکتے ہو؟ یقیناً نہیں اُڑ سکتے لیکن اس سے اگر کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ مکھی کا درجہ اس سے زیادہ ہے تو یہ نتیجہ نکالنا کیا

درست ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس کی خلقت اور ہے اور انسان کی خلقت اور ہے۔ وہ اُڑنے میں کسی لباس وغیرہ آلات وغیرہ کی محتاج نہیں اور انسان محتاج ہے۔

جب آپ یہ سمجھ گئے کہ ملک الموت جنات اور انسان ہر ایک کی خلقت جُدا جُدا ہے۔ اور اگر ابلیس مشرق و مغرب میں پہنچ جائے اور اس سے کوئی یہ نتیجہ نکالے اور کہے کہ جی وہ حاضر و ناظر ہے تو پیغمبر کیوں حاضر و ناظر نہیں؟ جب ادنیٰ چیز مشرق و مغرب کو حاوی ہے اور اس کی وسعت مشرق و مغرب کو شامل ہے تو پھر پیغمبر کی کیوں نہیں؟ تو یہ کہنا جائز ہے؟ نہیں۔ تو پیغمبر کو ملک الموت اور شیطان کے ساتھ سب سے پہلے تشبیہ دی تھی مولوی عبدالسمیع رامپوری نے، اس نے اپنا مسئلہ حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لئے لکھا کہ جب شیطان ہر جگہ پہنچ جاتا ہے تو کیا نبی نہیں پہنچ سکتے؟ کیا نبی کا درجہ اس سے بھی کم ہے؟

(کتاب انوار ساطعہ ص ۱۷۷ مطبوعہ اشرفی کتب خانہ لاہور)

تو یہ بات آپ یاد رکھیں کہ حضور ﷺ کو سب سے پہلے شیطان کے ساتھ تشبیہ بھی بریلویوں نے دی اور بریلویوں میں سے بھی کس نے دی؟ مولوی عبدالسمیع رامپوری نے، نہ کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے۔

## حقیقتِ استدلال:

اس استدلال کی حقیقت مناظرہ کے انداز میں آپ کو سمجھاتا ہوں کہ جب وہ ہر جگہ پہنچ جاتا ہے یعنی شیطان تو جو اس سے افضل ہے یعنی انسان وہ کیوں نہیں پہنچ سکتا؟

الف: جب انہوں نے یہ استدلال کیا تو میں نے کہا کہ مولوی صاحب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تو بہت اونچی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اعلیٰ

شان والے ہیں۔ لیکن آپ اپنے بارے میں فرمائیں کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ تم اپنے آپ کو شیطان سے اعلیٰ سمجھتے ہو یا ادنیٰ؟ آپ شیطان سے اعلیٰ ہیں یا وہ تم سے اعلیٰ ہے؟

ب: میں اس سے اعلیٰ ہوں۔

الف: جب آپ اس سے اعلیٰ ہیں تو جیسے شیطان بیک وقت مشرق و مغرب پہنچ جاتا ہے تو تم بھی پہنچ کے دکھاؤ؟ کیا تم پہنچ جاتے ہو؟

ب: نہیں میں تو نہیں پہنچ سکتا۔

الف: تو کیا پھر تم شیطان سے برتر ہو کہ وہ پہنچ جاتا ہے اور تم نہیں پہنچ سکتے۔

ب: یہ تو کوئی مقابلہ نہیں۔

الف: جب آپ خود تسلیم کر گئے کہ یہ کوئی مقابلہ نہیں تو اگر مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی یہی کہہ دیا کہ شیطان کو اور ملک الموت کو تو یہ قدرت، نص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا دائرہ کار ہی ایسا بنایا ہے۔ کیا اکثر پیغمبروں کے لئے بھی کسی نص سے ثابت ہے کہ وہ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ یعنی جس طرح وہ روحیں قبض کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ پیغمبر بھی یہ کام کرتے ہیں نہیں یہ نص ہے اگر نہیں تو پھر سُن لو کہ ملک الموت اور ابلیس کے لئے یہ وسعت کہ بیک وقت وہ مشرق و مغرب جا رہے ہیں یہ نص سے ثابت ہے، تو کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی نص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیک وقت مشرق و مغرب میں موجود ہیں؟

ب: نہیں۔

الف: تو پھر اپنی طرف سے یہ ثابت کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وسعت حاصل ہے یہ شرک ہے یا نہیں؟ تو مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ تو بات ان کی

ہے ذمہ مولانا کے لگاتے ہیں افتراء کرتے ہیں۔

## حضرت مولانا پر دوسرا افتراء:

سوال: بریلوی لوگ یہ بھی مشہور کرتے ہیں کہ اُردو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوبند کے (معاذ اللہ) شاگرد ہیں۔

یہ ایک خواب کا واقعہ ہے کہ کسی بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے اور آپ نے اس بزرگ سے اُردو زبان میں بات کی تو اس اللہ والے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ آپ اُردو میں گفتگو فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب سے علماء دیو بند سے آمد و رفت اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا تو ہمیں اُردو آ گئی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ اُردو دیوبند والوں نے سکھائی بلکہ فرمایا کہ اُردو آ گئی تو اس کا یہ معنی بھی تو ہو سکتا ہے، کہ ضرورت پڑی ان سے ملنے کی تو اللہ تعالیٰ نے سکھا دی۔ لیکن یہ توڑ موڑ کر کہتے ہیں کہ نہیں اس کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُردو زبان دیوبند میں آ کر پڑھی ہے۔ حالانکہ دیوبند میں اُردو کا نصاب ہی کوئی نہیں۔ تو یہ دونوں باتیں مولانا کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ مولانا ان کے سرے سے قائل ہی نہیں۔

## خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ یہ بحث خود مولوی عبدالسمیع رامپوری نے اپنی کتاب ''انوارِ ساطعہ میں اُٹھائی کہ شیطان اور ملک الموت اگر پل بھر میں مشرق و مغرب میں پہنچ جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مشرق و مغرب پر کیوں حاوی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان پر قیاس کرنا یہ ایک بڑی بے ادبی ہے جو

بریلوی حضرات نے کی۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے تو محض اس کے جواب میں ایک سوال کھڑا کیا تھا کہ شیطان کے لئے تو یہ وسعت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ اس لئے کہ شیطان اور ملک الموت کے سپرد جو کام ہیں وہ بدوں اس کے نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی طاقت دے دے کہ وہ پل بھر میں مشرق سے مغرب یا مغرب سے مشرق آجا سکیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اس پر سوال کیا کہ قرآن وحدیث میں کہیں اس پر کوئی نص موجود ہے کہ ایسی طاقت اور اس کے متعلقہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بخشے گئے۔ آپ نے صرف سوال کیا ہے اور وہ بھی بریلوی حضرات کی اس غلط تشبیہ پر اور غلط قیاس پر۔

افسوس کہ بریلویوں نے اسے آپ کا عقیدہ بنا دیا اور کہا کہ ان کے عقیدے میں شیطان کے علم کی وسعت (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔

حضرت مولانا نے فتویٰ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک سب مخلوق سے زیادہ ہے اور ارفع و اعلیٰ ہے جو کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم (معاذ اللہ) شیطان کے علم کے برابر ہے وہ کافر ہے۔

مولانا کا یہ فتویٰ چھپا ہوا موجود ہے اور اس کی پوری تفصیل میری کتاب "علم جنات و ملائکہ" میں پوری وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے اور اس طرح بریلویوں کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ مولانا نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُردو علمائے دیوبند سے سیکھی۔

تو عبارات پر ان کے جو مشہور اعتراضات ہیں میں نے صرف نمونے کے طور پر چند اعتراضات کی حقیقت آپ کے سامنے پیش کر دی ہے ان کی علمی

دیانت بھی آپ کے سامنے آ گئی اور ہم جن حضرات سے منسلک ہیں ان کا مقام بھی آپ کے سامنے آ گیا۔

باقی ہدایت تو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ ہے...... یضلّ من یشآء ویھدی من یشآء ......اب آپ بھی دعا فرمادیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اُمتِ مسلمہ کو راہ مستقیم پر چلائے اور گمراہی کے راستوں سے محفوظ فرمائے۔

آمین ثم آمین

# مسئلہ حاضر و ناظر

## ایک اصول:

اس وقت مسئلہ حاضر و ناظر کی طرف توجہ دلانا ہے جب آپ کے سامنے کوئی ایسا لفظ آئے جس کے معنی اچھی طرح واضح نہ ہوں اور اس کو کسی جماعت نے اپنا عقیدہ بنا رکھا ہو اور اس پر وہ مصر ہوں تو ایسے حالات میں مسئلے پر براہ راست کلام کرنے کی بجائے اور نفیاً اور اثباتاً اس مسئلے پر گفتگو کرنے کی بجائے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی جائے، جب مسئلہ کی وضاحت ہو گی تو اس کے بہت سے گوشے ایسے سامنے آئیں گے کہ بسا اوقات ان کا جواب دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی، مسئلہ کا ڈائرکٹ جواب دینا براہ راست یہ اچھی بات نہیں، اس لائن میں جب کوئی شخص بات کرے اور آپ اس شخص کی بات کو خواہ سمجھتے بھی ہوں مگر اس کی بات کی وضاحت طلب کرو اور کھولو، تاکہ اس کا کوئی ایسا گوشہ نمایاں ہو جائے جس کی وجہ سے اس بات کے سمجھنے میں مدد ملے یہ اصول سمجھ آ گیا؟

کہ مسئلہ کو کریدنا ہے اور مسئلہ کو کھولنا ہے گو آپ اس کو سمجھتے ہوں لیکن اپنی سمجھ کا دعویٰ نہیں کرنا اور نہ اپنی سمجھ کو بیان کرنا ہے پہلے صرف کریدنا ہے۔

مثلاً آپ کے سامنے کوئی شخص آیا اور اس نے سوال کیا آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟ اس کا جواب کیا ہونا چاہیے بیک وقت اس اصول کے مطابق مثلاً مجھ سے کوئی پوچھے؟ اور کسی نے پوچھا تھا کہ جی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، میں نے کہا کہ جی ہاں مانتا ہوں تو وہ بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا کہ پھر تو یہ بڑی اچھی بات ہے اور مجھے کہنے لگا کہ ہم میں اور آپ میں کوئی فرق تو نہ رہا۔

میں نے کہا کہ نہیں فرق تو بڑا ہے ہم حضور ﷺ کو حاضر مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں وہ حاضر ہیں، موجود ہیں کوئی غائب تو نہیں ہوئے اور ناظر ہیں بحمد للہ دیکھ بھی رہے ہیں،

لیکن تمہارا عقیدہ صرف حاضر و ناظر نہیں ہے تمہارا عقیدہ ہے ہر جگہ حاضر و ناظر، تو ہمارا اختلاف حاضر و ناظر سے نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر سے ہے، تو اصل محل نزاع کیا ہے ہر جگہ اور ہر وقت صرف حاضر و ناظر ہونا یہ محل نزاع نہیں ہے، مثلاً اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر بنا لیا تو اس میں ہر وقت اور ہر جگہ کا تو لفظ نہیں ہے، اس لئے ہمارا اس سے اختلاف بھی نہیں ہونا چاہیے؟ گو یہ قرآن شریف کا ترجمہ نہ ہو گو یہ لفظ شاہد کا ترجمہ نہ ہو قولہ تعالیٰ ......... انا ارسلناك شاهداً الآية......... گو اس کا یہ ترجمہ نہ ہو لیکن یہ مضر نہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آپ ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اس وقت آپ کو ہر وقت اور ہر جگہ ان الفاظ کے معنی معلوم کرنے ہوں گے کہ نہ؟

اس لئے جب کوئی شخص اس بات کا مدعی ہو کہ آنحضرت ﷺ حاضر و ناظر ہیں، تو اس کو اختلاف میں نہ لاؤ کہو یہ تو ٹھیک ہے، کوئی حرج نہیں، صرف ابن ام مکتوم تھے جو ناظر نہیں ورنہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر و ناظر ہیں، کیا صحابہ رضی اللہ عنہم جب حضور ﷺ کے سامنے موجود ہوتے تو حاضر ہوتے کہ نہ اور سوائے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے باقی ناظر بھی تھے یا نہیں اور آپ تو صرف حضور ﷺ کو کہتے ہیں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں، لیکن ہم تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حاضر و ناظر کہتے ہیں سمجھتے ہیں مانتے ہیں بلکہ جناب بھی حاضر و ناظر ہیں، اس وقت جو آپ بیٹھے ہوئے ہیں حاضر ہیں یا نہیں اور ناظر بھی ہیں یا نہیں۔

اب جب آپ نے کہہ دیا کہ آپ بھی حاضر و ناظر ہیں تو پھر بات کہاں سے کہاں پہنچی تو ایک ہی نشست میں دونوں باتیں کرنی ہیں، مثلاً پہلے تو یہ آئے کہ جناب آپ نبی پاک ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں کہ نہیں؟ تو آپ جواب دیں کہ ہاں کیوں نہیں؟ ہم تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مانتے ہیں بلکہ آپ کو بھی آپ جو ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کو بھی مانتے ہیں آپ کیا یہاں حاضر نہیں ہیں؟ اور کیا آپ دیکھ نہیں رہے، وہ کہے گا، دیکھ رہا ہوں تو پھر آپ بھی حاضر و ناظر ہیں۔

تو جو شخص موجود ہو وہ حاضر اور اگر دیکھ رہا ہو نابینا نہ ہو تو ناظر اور اس وقت دنیا کے کروڑوں انسان ہیں وہ کسی نہ کسی جگہ حاضر بھی ہیں یا نہیں؟ اور اندھوں کے سوائے جو باقی ہیں وہ ناظر بھی ہیں یا نہیں، تو حاضر و ناظر کا مسئلہ اختلافی تو نہ ہوا؟ تو جب ایک ہی دفعہ آپ کہہ دیں گے تو سارا قصہ طے ہو جائے گا اس کے بعد اس کو ہوش آئے گا اور وہ کہے گا کہ ہے میں نے کیا کہا، اس کو کہیں کہ اب آپ اپنا عقیدہ بیان کریں؟

تو ان کا عقیدہ شروع کہاں سے ہوگا؟ ہر جگہ اور ہر وقت دونوں سے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت آپ حاضر و ناظر ہیں، جب اس مقام پر وہ آئیں تو آپ ان کو پھر کہیں کہ کون حاضر و ناظر ہے، تو آپ کا وہ نام لے گا یا نہیں؟ تو وہ جب نام لے گا حضور ﷺ کا، تو پھر اس سے اس کا پوچھیں (حضور ﷺ کا) کہ حضور ﷺ کس ذات گرامی کو کہتے ہیں؟ کیونکہ

آنحضرت ﷺ کے متعلق تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں موجود اور حاضر ہیں اور اس جہان کے مطابق ناظر بھی ہیں، دنیا میں زندہ انسان سارے حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں، تو حاضر و ناظر تو سارے ہیں،

اختلاف کا موضوع جو ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کے بارے میں کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ تو جھگڑا تو ہر وقت اور ہر جگہ میں ہے؟ جب وہ یہ بات کہیں کہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، تو ہم اس کی بھی نفی نہیں کرتے بلکہ اس سے پوچھتے ہیں کہ جب تم کہتے ہو کہ وہ ذاتِ گرامی حضور نبی کریم ﷺ تو نبی کریم ﷺ کون ہیں ان کا تشخص کیا ہے؟ آپ نبی پاک، یا حضور، یا حضرت کس کو کہتے ہیں اس کا تشخص کیجئے، اول تو اس کو مطلب سمجھانا چاہئے لیکن یہ کہیں کہ تشخص کا مفہوم تم خود بتلا دو تو پھر کہیں گے کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان مجموعہ ہے، بدن اور روح کا اس سے تو انکار نہیں ہے تمہیں؟ تو تم جو کہتے ہو کہ نبی پاک ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟ تو کیا روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یا بدن کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں؟ اگر صرف روح حاضر و ناظر ہے تو پھر آپ پورے تو حاضر و ناظر نہ ہوئے آدھے حاضر و ناظر ہوئے، کیونکہ انسان تو کہتے ہیں روح اور بدن کے مجموعہ کو تو اگر آپ کی روح تو ہو ایک جگہ لیکن بدن وہاں موجود نہ ہو؟ تو پھر نصف ہوتا ہے حاضر و ناظر پورا تو نہیں ہوتا؟ اور یہ ایک مقولہ عام طور پر ہم بھی کہتے ہیں بعض اوقات اپنے وطن سے آئے ہوئے ہیں کہ بھائی ہمارا بدن تو یہاں ہے لیکن ہمارا دھیان تو ہر وقت گھر رہتا ہے، ہماری روح تو ہر وقت وہاں ہے اور بدن یہاں ہے، تو اس طرح حاضر و ناظر ہونا یہ پورا تو نہیں آدھا ہوتا ہے، تو تم بتاؤ کہ آپ ﷺ پورے حاضر و ناظر ہیں یا آدھے؟ بدن اور روح کے ساتھ ہیں یا صرف روح کے ساتھ؟ اور اگر تم کہو کہ روح کے ساتھ تو پھر کہو کہ آدھا مسئلہ تو تم نے خود ختم صاف کر دیا بدن کی نفی تو نے کر دی؟ اور روح ہر وقت ہر جگہ نہیں یہ آدھا ہم آپ کو سمجھا دیں گے جب آپ اس سے پوچھیں گے؟ جب تک آپ کریدیں نہ اس وقت تک پتہ تو نہیں چلے گا؟ تو بھائی بدن ہے حاضر

و ناظر یا روح؟ اور اگر تم کہو کہ اگر وہ ہے کہ بدن کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں تو اس کے بعد سوال یہ ہے کہ بدن مرئی چیز ہے یا غیر مرئی چیز ہے؟ یعنی بدن وہ چیز ہے جو نظر آتا ہے کیونکہ غیر مرئی چیز تو نظر نہیں آئی؟ تو بدن حضور ﷺ کا مرئی تھا یا غیر مرئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم جب دیکھتے تھے تو ان کو حضور ﷺ کا بدن مبارک نظر آتا تھا یا نہیں؟ اور جب ہاتھ اٹھاتے تھے تو ہاتھ بھی نظر آتے تھے یا نہیں؟ اور یہ جب نظر آتے تھے۔

تو پھر بدن مرئی تھا نہ کہ غیر مرئی جب بدن کے ساتھ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو پھر بدن تو مرئی چیز ہے ہمیں دکھادو...... تو آپ نے نہ کی...... بدن کے بارہ میں بھی یہ نہیں کہا کہ نہیں پوچھا کہ بدن اور روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں؟ تو اس نے اگر بات یہاں سے شروع کی کہ بدن سے حاضر و ناظر ہیں اور وہ دونوں سے تو پھر بھی آپ نہ کہیں کہ بدن کے ساتھ نہیں؟ کیونکہ یہ دعویٰ ہے دعویٰ آپ نے نہیں کرنا، آپ نے پوچھنا ہے کہ اچھا بدن کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں تو بدن تو مرئی تھا؟ تو یہ دکھاؤ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا؟ وہ اگر تمہیں نظر آتا ہے تو قسم کھاؤ پہلے اللہ تعالیٰ کی۔

## اعتراض:

کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے؟

**جواب** وہ تو شروع سے مرئی نہیں ہیں۔ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا سوائے حضور ﷺ کے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس لئے اگر وہ نظر نہ آئے؟ اور ہر جگہ موجود بھی ہے تو بات علیحدہ ہے لیکن جس کا وجود اور بدن مرئی ہو اور وہ نظر نہ آئے تو تعجب ہے نہ؟

اعتراض:

حضرت اگر تم کہو کہ تمہاری آنکھیں درست نہیں ہیں؟ تم اندھے ہو تم ان کو نہیں دیکھ سکتے؟

جواب ہم یہ کہتے ہیں کہ تم اپنے بارے میں بتلاؤ قسم کھا کر کہ کیا تمہیں نظر آ رہے ہیں؟ اور تم قسم کھاؤ کہ مجھے اس وقت حضور ﷺ سامنے نظر آ رہے ہیں اور میں بدن کو دیکھ رہا ہوں اگر میں جھوٹ بولوں تو طلاقیں عائد، طلاق کی قسم اٹھانی ہوگی؟

جب تم کہتے ہو کہ مجھے نظر آ رہے ہیں تو اس وقت طلاق کی قسم کھاؤ کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو میری بیوی کو طلاق اور اگر طلاق کی قسم نہیں کھاتے تو کہو کہ پھر یہ قسم کھاؤ کہ اگر میں جھوٹ بولوں اور مجھے نظر نہ آ رہے ہوں اور میں کہوں کہ نظر آ رہے ہیں تو میری اولاد نہ رہے یہ قسم کھایئے۔

کیونکہ ان لوگوں کو دنیوی چیزوں میں اتنی بڑی قسم کھانے کی جسارت نہیں ہوتی پہلے طلاق کی اگر طلاق والی نہ اٹھائے تو پھر دوسری قسم یہ اٹھواؤ کہ نظر آ رہے ہیں اور پھر یہ کہ تمہاری جماعت کے تمام افراد کو نظر آ رہے ہیں اور کیا اندھوں کو بھی نظر آتے ہیں یا نہیں؟

اعتراض:

سوال اور اگر تم کہو کہ ہماری آنکھیں اس قابل ہی نہیں ہیں کہ دیکھ سکیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو ہوگئی نہ وجہ لیکن نتیجہ تو یہی نکلا کہ ہم نہیں دیکھ رہے؟ تو جب ہم بھی نہیں دیکھ رہے آپ بھی نہیں دیکھ رہے؟ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ کہ وہ بدن جو ابوجہل کو تو نظر آتا تھا آپ سے پوچھتا ہوں آتا تھا یا نہیں؟ جب حضور ﷺ کے پاس وہ آتا تھا باتیں کرتا تھا تو ابوجہل کو حضور ﷺ کا

بدن نظر آتا تھا یا نہیں؟ ابولہب نے جب گالیاں دیں تو بدن نظر آ رہا تھا یا نہیں؟ جب خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ پر انہوں نے گندگی پھینکی تو اس وقت ان کفار و مشرکین کو بدن نظر آیا تھا یا نہیں؟ تو ابوجہل اور ابولہب کو تو نظر آ رہا ہے اور تجھے نظر نہیں آ رہا تو کیا تم ان سے بھی بدتر ہے یعنی ابوجہل سے یا اس سے اچھے ہو؟ جب کہ کہا بدن ان کو نظر آتا تھا اور ہمیں نظر نہیں آ رہا تو یہ تو تب ہو سکتا ہے کہ اگر ہم ابوجہل سے بھی بدتر ہوں؟ اور اگر کفار کو نظر آ رہا ہے تو مسلمانوں کو نظر کیوں نہیں آ رہا؟ یہ کیا مفروضہ بنا رکھا ہے کہ ہم گنہگار ہیں تو نظر نہیں آتا۔

تو وہ بدن جو ابوجہل کو نظر آ سکتا ہے وہ مسلمانوں کو کیوں نظر نہیں آتا؟ تو ہے کوئی جواب؟

اچھا اب پھر واپس اسی مضمون پر چلیں کہ جب ہمیں انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو ہم نے ان سے کوئی جھگڑا نہیں کیا بلکہ ہم نے کہا؟ کہ بے شک ہیں بلکہ صحابہ بھی ہیں بلکہ دنیا کا ہر انسان جو بینا ہے نابینا نہیں وہ حاضر و ناظر ہے کسی نہ کسی جگہ، کافر جو ہیں وہ بھی اپنی جگہ حاضر ہیں یا نہیں؟ وہ بھی موجود ہیں اور جو اندھے ہیں وہ ناظر بھی ہیں یا نہیں؟ اور آپ بھی اس مجلس میں حاضر ہیں یا نہیں اور ناظر بھی ہیں یا نہیں؟ اور حاضر و ناظر تو ہر انسان ہے اختلاف اگر ہے تو اس میں کہ ہر وقت اور ہر جگہ تم جو کہتے ہو کہ نبی پاک ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جس طرح خدا حاضر و ناظر ہے تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ جب تم کہتے ہو نبی پاک ﷺ۔ تو اس میں تم حاضر و ناظر کے مدعی ہو آپ نے جو حکم لگایا حاضر و ناظر ہونے کا تو کس پر بدن پر یا روح پر یا دونوں کے مجموعے مجموعے کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں تو بدن دکھاؤ؟ وہ بدن جو پہلے نظر آتا تھا دیکھتے تھے اب وہ بدن مرئی کیوں نہیں؟ اور اگر یہ کہیں کہ اس بدن کے ساتھ حاضر

و ناظر نہیں جب اس بدن کے ساتھ تھے تو آدھی بات تو ختم ہوگئی باقی بات رہ گئی آدھی کہ آپ روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں تو سوال یہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہر جگہ موجود ہے یا نہیں اگر موجود ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تھے تو اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تھی یا نہیں؟ جس طرح ہر انسان کی روح اس کے اندر ہوتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کے اندر تھی یا نہ؟ اگر اس وقت روح اندر تھی تو پھر سوال ہے کہ یہ باہر کس وقت آئی ہے جو باہر پھیلی ہے ہر جگہ جو پھیلی ہے یہ باہر کس وقت آئی ہے۔

اور اگر تم کہو کہ وفات کے بعد تو پھر سوال ہے کہ وفات سے پہلے تو حاضر و ناظر نہ تھے وہ کہہ دیں گے کہ نہیں جب وفات کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو پھر سوال ہے کہ یہ تمہیں بتا کون گیا حاضر و ناظر ہونے کا، کیونکہ ہمارا دین تو مکمل ہوا ہے وفات سے پہلے پہلے......

تو مسئلہ سمجھنے کے لئے مسئلہ کو ذرا کریدو کہ پتہ تو چلے کہ بات ہے کیا؟ جب وفات سے پہلے روح اندر تھی تو پھر ہر جگہ تو نہیں؟ بدن کی نفی تم نے پہلے کر دی ہے اور روح کی نفی اب کر دی اور جب وفات کے بعد روح حاضر و ناظر ہوئی تو جو مسئلہ وفات کے بعد کا ہے وہ دین کا جز بن سکتا ہے؟ نہیں۔

پھر یہ کہ روح جوہر ہے یا عرض؟ جو چیز قائم بالذات ہے وہ جوہر ہے اور جو چیز اپنی ذات سے تو قائم نہیں بلکہ جو چیز قائم بالذات ہے اس کے ذریعہ اس کا عرض وظہور ہو تو وہ ہے عرض۔

مثلاً صورت انسان کا جو مادہ ہے جس سے وہ بنا ہے وہ ہے جوہر اور جو صورت ہے یہ کیا ہے؟ یہ ہے عرض، اب یہ عرض جس کو آپ پہچانتے ہیں کہ یہ

فلاں صاحب ہے اور یہ فلاں صاحب تو آپ نے دونوں کو متمائز جانا تو شکل سے جانا تو صورت نے اس کو جدا کیا، اور جہاں تک جوہر کا تعلق ہے وہ بھی اسی جوہر سے بنے یہ بھی اسی جوہر سے بنے، اس کے بعد یہ سمجھو کہ روح جوہر ہے یا عرض؟ اس کے متعلق محققین کا یہ قول ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ جوہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ......... لیس بعرضٍ ولا جوھر ......... کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عرض و جوہر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس اطلاق اور اس حد سے پاک ہے لیکن وہ نظر نہ آئے اس کی وجوہ اور ہو سکتیں ہیں لیکن اس کا اپنا وجود ہے۔

اب جوہر جو ہے وہ ایک جسم ہے اور جسم جو ہے اس کے لئے وجود ہے تو جب آپ کی روح مبارک جوہر ہے تو جوہر کا بھی ایک جسم ہے اور جسم کی بھی حدود ہیں اور جو محدود ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر تو نہیں ہیں نہ؟ جس کی حدود ہوں وہ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا۔

## ایک عجیب واقعہ:

ایک دفعہ ایک اجلاس تھا میری طرف دوسروں نے ایک آدمی کو کچھ سکھا کر بھیج دیا کہ جو مولوی صاحب نئے نئے آئے ہیں یہ حاضر و ناظر مانتے ہیں یا نہیں؟ تو جب میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ جی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ اس کا مطلب مجھے سمجھا دو کہ حاضر و ناظر جسم کے ساتھ یا روح کے ساتھ؟ کہنے لگا کہ یہ تو مجھے استاد نے بھی نہیں بتلایا، اتنا پوچھا تھا کہ حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی تم مجھے سمجھاؤ کہ جسم اور روح کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ کہنے لگے کہ مجھے تو نہیں پتہ؟ میں نے کہا کہ تم اپنے عقیدہ کے مطابق کہو؟ تو کہنے لگا کہ جی روح کے ساتھ، بدن کے ساتھ تو نہیں تو میں نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ بدن کے ساتھ تو نہیں تو

آدھا تو اتفاق ہو گیا نہ؟ باقی روح کے ساتھ ہیں یا نہیں تو یہ آپ استاد سے پوچھ آئیں؟ کہ روح کے ساتھ ہیں یا روح کے ساتھ نہیں؟ کیونکہ اس لئے کہ کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ حاضر و ناظر بالعلم ہیں یعنی لا بالرّوح بل بالعلم، کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نبی پاک ﷺ کو دکھایا جا رہا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں لیکن جہاں تک آدمی دیکھے وہاں خود موجود ہونا کوئی ضروری نہیں۔

مثلاً آپ اس کو دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟ (دیکھ رہے ہیں) اور وہاں آپ حاضر ہیں؟ نہیں لیکن ناظر تو ہیں کہ آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، لیکن یہاں موجود نہیں تو اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور ﷺ ہیں تو اپنے روضہ منورہ میں، حاضر یا اعلیٰ علیین میں، یا ان دونوں میں سے کہیں یہ آگے بات ہے لیکن آپ ایک جگہ تو ہیں حاضر لیکن اللہ تعالیٰ نے شان عطا فرمائی کہ ساری دنیا آپ کے سامنے کر دی اور آپ ساری دنیا کو دیکھ رہے ہیں تو آپ باوجودیکہ ساری دنیا کے ناظر ہوئے اور کیا ہر ایک جگہ حاضر ہوئے، حاضر تو نہیں، اب اس کو اگر ادبی زبان میں کہہ دیا جائے حاضر بالعلم کہ آپ کو علم ہر جگہ کا ہے تو علمی طور پر آپ حاضر ہوئے نہ کہ روح کے ساتھ، لیکن علم کے ساتھ تو یہ بات تو اور کی اور بن گئی؟ تو اب آپ ہمیں بتائیں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں بالروح یا بالعلم؟ اور اگر تم کہو کہ ہاں بالعلم ہیں تو بالجسم کی نفی پہلے کر آئے، بالروح کی نفی اب کر دی، اب آگئے ہیں بالعلم پر، اب ہم نے حاضر و ناظر کی نفی نہیں کی، ہم تو ابھی صرف پوچھ ہی رہے ہیں اور پہلے وہ جسم سے نکلا، پھر روح سے نکلا اور پھر بالعلم سے نکلا، ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ حاضر و ناظر بالعلم ہیں؟ جی ہاں تو سوال یہ ہے حاضر و ناظر بالعلم ہونا کب سے شروع ہوا؟ وفات سے پہلے یا وفات کے بعد؟ یا شروع سے ہی ہر جگہ آپ موجود تھے؟ اس کے تین جوابات ہو سکتے ہیں۔

(۱) یا تو کہیں گے کہ شروع ہی سے تھے۔

(۲) یا کہیں کہ کس وقت ہوئے۔

(۳) یا کہیں گے اور اگر نہ کہو کہ شروع ہی سے تھے تو پھر سوال ہے کہ وفات کے بعد ہوئے ایک آیت کا ترجمہ ہمیں سمجھا دو۔

پھر بھی حاضر و ناظر کا انکار نہیں کرنا، نہ دعویٰ کرنا ہے، صرف یہ کہنا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہمیں سمجھا دو کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر جس وقت حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ لیکر بیت المقدس پہنچی ہیں، والدہ نے نذر مانی تھی کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اے اللہ میں اسے تیرے لئے آزاد کرتی ہوں ............قوله تعالیٰ، رب انی نذرتُ لك مافی بطنی محرّراً فتقبل منی انك انت السّمیع العلیم فلما و ضعتها قالت رب انی و ضعتُها انثی والله اعلم بما وضعت و لیس الذکر کا لانثیٰ وانی سمیتها مریم وانی اُعیذها بك و ذریتها من الشیطان الرجیم فتقبلها ربها بقبولٍ حسنٍ ......کہ بیت المقدس میں وہ بچی قبول کر لی گئی............وانبتها نباتا حسنا و کفلها زکریا کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عند هارزقا قال یا مریم انی لك هٰذا قالت هو من عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب (آل عمران آیت ۳۵۔۳۷) ............تو اس میں آگے جا کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ آپ کو لائیں وقف کرنے کے لئے تو اس وقت مجاورین آگے بڑھے کہ اس بچی کو ہم کفالت میں لیں گے تو وہ اس وقت قرعہ اندازی کرنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب ............قوله تعالیٰ ذالك من انباء الغیب نوحیه الیك و ما کنت لدیهم اذ یلقون اقلا مهم ایهم یکفل مریم وما کنت لدیهم اذ یختصمون

.........تو اس کا ترجمہ کر دو کہ جس وقت .........اذ یلقون اقلا مھم .........جب وہ اپنے قلم تیرا رہے تھے .........ماکنت لدیھم .........اے میرے پیغمبر آپ وہاں نہیں تھے تو اگر تو یہ دعویٰ کہ شروع سے ہی حاضر بالعلم ہیں تو اس کے لئے قرآن مجید کی یہ نص ہے .........قولہ تعالیٰ ماکنت لدیھم اذیلقون اقلامھم .........اور دوسری نص.........وما کنت بجانب الغربی .........کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر پکارا آواز آئی تو آپ اس وقت وہاں نہیں تھے، تو یہ دو آیتیں نص ہیں اس بارے میں کہ آپ شروع سے حاضر و ناظر بالعلم نہیں ہیں، تو اس کے بعد دو احتمال ہیں:

(۱) کہ زندگی میں کسی موقع پر حاضر و ناظر ہوئے ہوں بالعلم؟

(۲) یا وفات کے بعد۔

اب اگر یہ کہو کہ حضور ﷺ اپنی وفات کے بعد ہوئے تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ کو بتا کون گیا، کیونکہ ہمارا دین تو مکمل ہوا زندگی میں، اور اگر کہیں کہ زندگی میں کوئی ایسا دن آیا، تو پھر سوال یہ ہے کہ اچھا وہ تاریخ بتاؤ کیونکہ ہمارے محدثین اور مؤرخین سے یہ بات عیاں ہے حضور اکرم ﷺ فلاں تاریخ کو پیدا ہوئے، فلاں تاریخ کو آپ کا نکاح ہوا، فلان تاریخ کو دعویٰ نبوۃ کیا، فلان تاریخ کو ہجرۃ کی مدینہ پہنچے، جنگ بدر فلاں کو، احد فلاں کو، وفات فلاں کو، تو حاضر و ناظر کس تاریخ کو ہوئے، وہ بھی تو کوئی تاریخ ہونی چاہیے کہ نہیں، تو وہ تاریخ بتاؤ اور اس کا ثبوت دو۔ ہے کوئی تمہارے پاس اس کا جواب؟؟..... آخر میں کہنے لگا کہ بھائی میں مسئلہ چھوڑتا ہوں، میری جان چھوڑو، کیونکہ اب وہ کوئی تاریخ تو بتا سکتا نہیں، کیونکہ کوئی مسئلہ ہو تو اس کی کوئی بنیاد بھی ہو، نہ تو حاضر و ناظر بالعلم کا مسئلہ تو ویسے طے ہو گیا۔

## آخری فیصلہ:

اب ہم یہ کہتے کہ اگر آپ کو حاضر و ناظر بالعلم کی کوئی تاریخ معلوم نہیں، آپ کو پتہ نہیں نہ شروع سے نہ بعد میں، نہ درمیان میں، لیکن اتنی بات آپ بتا دیں کہ نبی پاک ﷺ اگر علم کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بتا رہے ہیں اور اگر ہم بھی مان لیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دیتا ہے تو یہ شرک ہو گا؟ نہیں اور کوئی عیب ہو گا نہیں۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو پورے اعمال امت پر اطلاع دیتا ہے کہ آپ کی امت اچھے یا برے اعمال کر رہی ہے۔

تو امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور حضور ﷺ کو ان کا علم ہو جائے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو پورے جہان کا علم دے دے تو کیا اس میں کوئی قانون شریعت کا ٹوٹتا ہے؟ (نہیں) اور اس پر اگر ہم سمجھوتہ کر لیں اتفاق کر لیں کہ بالعلم حاضر و ناظر ہونا یہ اللہ کی عطاؤں میں سے ہے اور یہ کسی قانون سے ٹکراتا نہیں ہے اس پر تو اتفاق ہو سکتا ہے، لیکن وہ علم اللہ کا دیا ہوا ہے، یا بذات خود ایک علم ہے جو بذات خود قائم ہے گو اس کے لئے سبب اصل میں اللہ ہی ہے، لیکن محسوس میں صورت میں انسان دیکھتا ہے کہ اللہ دے رہا ہے مثلاً آپ کو پتہ ہے کہ یہ پنکھا چل رہا ہے تو آپ اس کو اپنے حواس سے پہچان رہے ہیں یا آپ محسوس کر رہے ہیں نہ کہ خدا نے آپ کو اس کا الہام دیا، اس کو آپ نے اپنے حواس اور مشاہدہ سے جانا کہ پنکھا چل رہا ہے، تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ جب دیکھ رہے ہیں ساری دنیا کو تو اپنے حواس اور مشاہدہ سے دیکھ رہے ہیں یا بایں معنی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو بتلا رہے ہیں؟ اگر تو اللہ تعالیٰ بتلا رہے ہیں تو پھر ہمارا اس پر بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اگر یہ نہیں بتلا رہے اور آپ خود دیکھ رہے ہیں تو

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کے غیوب کو اور دنیا کی وسعتوں کو جاننے کے لئے کنجیاں کسی کو نہیں دی ہیں، غیب کی، غیب اللہ تعالیٰ نے ہزاروں کھولے اپنے بندوں پر اور ان کا انکشاف فرمایا لیکن ایسا ضابطہ دے دیا ہو کہ آپ بیٹھے دیکھتے ہی رہیں، ساری دنیا کو۔ اور اب خدا سے پوچھنے کی ضرورت کہاں رہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ چابیاں کسی کو نہیں دیں۔

قوله تعالیٰ و عنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو ویعلم مافی البر والبحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولاحبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین۔ (سورۃ الانعام:۵۹)

تو اب اگر بیک وقت دیکھ رہے ہیں خدا کی دی ہوئی وسعت سے تو یہ درست ہے، لیکن اگر غیب جاننے میں خدا کے محتاج نہیں اور نہ خدا جزئی جزئی چیز کا علم دے رہا ہے تو یہ چیز ہم نہیں مانتے، اور اگر اس کے بغیر ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ دے تو اس کا ہم انکار نہیں کرتے۔

تو اب بتاؤ کہ ہم نے حاضر و ناظر جاننے میں کوئی دعویٰ یا نفی کی؟ نہ دعوی کیا نہ نفی کی، ہم تو کرید رہے ہیں، آپ سے گذارش ہے کہ اگر آپ کا کسی سے بھی اس مسئلہ میں تذکرہ ہو تنہائی میں یا سفر میں، تو پہلے اسی انداز میں مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش فرماویں، درمیان میں کلام ہاں یا نہ بالکل نہ کریں، کچھ نہ کہیں تو جب آپ متواتر سوال ہی کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ مسئلہ سمجھ میں آجائے گا، یعنی جتنی باتیں میں نے آپ کو کہیں یہ ایک ایسا جال ہے کہ وہ اس سے کہیں نکل نہیں سکے گا اور اب اس بحث کی خوب مشق کرلیں، اس طرح کا ایک اور واقعہ چند طلباء کسی کی مسجد میں چلے گئے اور وہاں جا کر ان سے کہا کہ جی ہم طالب علم ہیں

اور ہم یہ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ہیں تو حنفی لیکن ہیں بے سمجھ، ہمیں پتہ نہیں کہ کیا ہونا چاہیے ہم سمجھنا چاہتے ہیں، تو آپ سے بہتر کون سمجھائے گا ،اور اگر ہمارے کوئی سوالات اٹھیں تو ساتھ ساتھ ان کا جواب ملتا جائے، اپنے آپ کو انہوں نے ظاہر نہ کیا ور ان کو کھولنے کی کوشش کی۔ ہنر سے کام لیا انہوں نے۔

لیکن جب انہوں نے یہ کہا تو مولوی صاحب نے کہا کہ تم پہلے یہ قسم اٹھاؤ کہ ہم نہ دیو بندی ہیں اور نہ دیو بند والوں کو مانتے ہیں۔

جب اس نے یہ کہا کہ آپ علماء دیو بند کو مانتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ جی ماننے کا کیا مطلب، تو اس نے کہا کہ ہم تو طالب علم ہیں ہمیں تو خود پتہ نہیں اس وقت کہ صحیح طریقہ کیا ہے، یہی تو پوچھنے کے لئے آئے ہیں آپ سے؟ نفی نہیں کی کہ ہم حق پر نہیں ہیں یا وہ حق پر نہیں ہیں، بلکہ کہا کہ جی ہم تو طالب علم ہیں ہم تو حق پہچاننے اور جاننے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں باقی اتنا ہمیں پتہ ہے کہ وہ بڑے بڑے علماء ہیں، لیکن آپ میں بھی تو کوئی چھوٹے چھوٹے علماء نہیں اس لئے کہ ہماری تسلی ہو جائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی شاید کسی فرقہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیں، تو ابھی تو ہمیں صرف اتنا ہی پتہ ہے کہ ہم اہلسنّت والجماعت ہیں اور کوئی پتہ نہیں کہ ہم دیو بندی ہیں یا بریلوی اور جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم دیو بندی نہیں ہیں تو وہ اس بنیاد پر کہ وہ دیو بند کے رہنے والے نہیں علاوہ ازیں یہ کہ اساتذہ دیو بند خود بھی کہتے ہیں کہ بھائی دیو بندی کوئی فرقہ نہیں ہم تو اہلسنت والجماعت ہیں تو ضروری ان کو فرقہ بنانا ہے ..........تو انہوں نے جا کر ان کو کریدنا شروع کر دیا اور جب اچھی طرح بات واضح ہو گئی تو ان کا حوصلہ بہت بلند ہوا کہ یہ تو بہت بڑا مولوی تھا، لیکن یہ کوئی جواب نہیں دے سکا، تو یہ اگر ہمارے

مناظرہ میں آجائیں تو بالکل جواب نہیں دے سکیں گے ..........اب حاضر و ناظر کا جو مسئلہ میں نے آپ کو بتلایا جس انداز میں بتایا تو اب اس بات کا خیال رکھیں کہ پوری بحث میں آپ کی نہ ہاں ہو نہ ناں ہو، اتنا کریدلیں کہ دوسرے کو پتہ نہ چلے کہ بات کیا ہے، باقی ایک بات اور یاد رکھیں کہ تقریر میں چند جملے ایسے ہیں کہ چلتے چلتے آپ کر جایا کریں کیونکہ مسئلہ کی تمہید تو ہو پھر میں حاضر و ناظر کا مسئلہ شروع کرتا ہوں پہلے آپ کی ذہانت جاننے کے لئے ایک بات پوچھتا ہوں وہ یہ کہ قرآن شریف میں ایک لفظ ہے ......راعنا.......... تو بچوں کو پڑھائی میں بوقت تعلیم ہمیں ..........راعنا..........کا لفظ پڑھانا چاہیے کہ نہیں یعنی اس کے ہجے کرانے چاہئیں یا نہ؟ بچے کو ہم کہیں کہ تو..........راعنا.........کہے؟ رے، الف، زبر، را، عین، زیر ع، نون، الف، زبر نا، راعنا یہ بچے کو سکھائیں یا نہ؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ..........لا تقولوا راعنا..........کہ تم راعنا نہ کہو جب ہم بچے کو کہیں کہ تو کہے.......... رَاعِنَا..........تو یہ جائز ہے۔

دوسری مثال یہ کہ اب حافظ صاحب تراویح پڑھا رہے تھے تو وہ ..........یا یہا الذین امنوا لا تقولوا .......... یہاں آکر بھول گئے آگے نہیں آتا اور جب پیچھے سے لقمہ دیتے ہیں تو پھر بھی یہاں آکر وہ رک جاتے ہیں، اب پیچھے سے مقتدی راعنا بتائے یا نہ؟ اور جب وہ کہتا ہے ..........راعنا..........تو اس کا مطلب تو ہے کہ تو کہے تو اللہ تو کہتا ہے کہ نہ کہو اور تم بچے کو بھی رٹ لگوا رہے ہو اور امام صاحب کو بھی کہہ رہے ہو تو اس تمہید کے بعد اب سنو جب اللہ تعالیٰ نے کہا ..........لاتقولوا راعنا..........کہ تم راعنا نہ کہو تو اس کا مطلب اصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ نہ کہو، جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید پڑھتے تھے تو سامنے تو نہیں پڑھتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے مخاطب کر کے یہ کہنا

راعنا، یہ روکا گیا ہے کہ نہیں۔

مطلقاً لفظ کو نہیں روکا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے روکا گیا، جب تم نے مان لیا اور کہا کہ اے لوگو قرآن مجید میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو............راعنا نہ کہو، تو اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کو کہنا............راعنا............ یہ منع ہوا کہ نہ؟ اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن مجید پڑھائیں یا نہ؟ قرآن کریم میں قرأت کریں یا نہ؟ حافظ صاحب اگر بھولے تو لقمہ دیں یا نہ؟

تو سارے علماء کہیں گے کہ ہاں ہاں یہ کرو، اب اللہ تو کہے کہ............لا تقولوا راعنا............اور ہم کہیں کہ تم کہو تو تطبیق بین القولین کیا ہے؟ تو تطبیق بین القولین یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ کہو تو بات واضح ہوگئی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں تو پھر............راعنا............کہیں بھی کہنا جائز نہ ہو؟ کیونکہ ............لاتقولوا راعنا............کا معنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کو راعنا نہ کہو، تو اب اگر بریلوی اخلاص سے کہتے ہیں کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیے تھا کہ............راعنا کہنا چھوڑ دیتے؟ تو چونکہ انہوں نے کہنا نہیں چھوڑا معلوم ہوا کہ یہ بھی پھر نہیں مانتے تو آپ اب جب عوام میں اس بات کو پھیلائیں گے تو یہ ایک نئی بات ہوگی اور ہر ایک سوچے گا کہ جب نبی بالکل سامنے موجود ہے تو پھر راعنا کہنے سے تو اللہ نے روکا ہے کہ راعنا نہ کہو تو اگر کہیں تو قرآن مجید کے خلاف ہوتا ہے اور نہ کہیں تو تلاوت مکمل نہیں ہوتی اور پھر سوال یہ ہے کہ ............لا تقولوا راعنا............یہ کس سورت میں ہے تو یہ سورۃ البقرۃ میں ہے اور البقرہ سورۃ کونسی ہے؟ مدنی ہے، تو مدنی کا معنی ہمیں نہیں آتا، کسے کہتے یہ سمجھا دو، تو مدنی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے اور مکی سورتیں وہ ہیں جو اس دور میں نازل ہوئیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں

تھے گوسفر میں ہوں، لیکن وہ سورتیں کہلاتی ہیں، مکی تو البقرۃ کونسی سورت ہے؟ مدنی تو اگر حضورﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے تو کیا کوئی سورت مکی ہوتی یا مدنی ہوتی بلکہ ہر سورۃ کا نام ہوتا سورت حاضری وناظری تو سورتوں کی یہ تقسیم ہے کہ نہیں؟ تو کیا معنی کہ اگر حاضر وناظر کا عقیدہ ہوتا تو کیا کوئی سورۃ مکی و مدنی ہوتی یا کبھی کبھی تقریر کرتے ہوئے لوگوں کو یہ پوچھواور سوال یہ ہے کہ لوگوسفر میں جاتے ہوتو نماز پڑھتے ہو یانہیں؟ کہ جی پڑھتے ہیں، تو آدھی پڑھتے ہو یا پوری؟ کہ جی آدھی تو جب سفر میں ہوں گے تو نماز پڑھیں گے آدھی لیکن اس وقت جب کہ سفر اڑتالیس میل سے زائد ہو، جب انسان اپنے وطن سے اڑتالیس (۴۸) میل دور ہو تو نماز آدھی پڑھے یعنی قصر تو حضورﷺ بھی سفر میں قصر کرتے تھے یانہیں؟ آدھی نماز پڑھتے تھے یانہیں تو اپنے وطن سے اڑتالیس میل سے زیادہ دور ہوتے تھے تو تب ہی تو قصر کرتے تھے اور اپنے وطن سے وہ دور ہی نہیں ہوئے تو آدھی نماز کیسی ہوگئی تو آدھی نماز کا وجود اور قصر نماز کا وجود پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ مسئلہ غلط ہے حاضر وناظر کا۔

یہ ساری مثالیں اس لئے میں آپ کے سامنے لارہا ہوں تاکہ مسئلہ آپ کے ذہن کے قریب آجائے، پھر تاکہ آگے مسئلہ شروع کریں تو پہلے ہم نے ان کو مسئلے میں کرید نا ہے، پھر ہم نے خارجی شواہد ایک ایک کرکے آپ کے سامنے لانے ہیں، اس کے بعد ایک اور مسئلہ ہے ذرا اس پر غور کرنا ہے تو یہ جو ہمارا غور ہے اسی سے دوسرے کے طنابیں کھینچے جاتے ہیں، ایک مسئلہ ہم اب شروع کرتے ہیں، خطابیات سے کیونکہ آپ مناظرے میں کبھی آئیں گے، کبھی نہیں پتہ نہیں کون آئے گا، کون نہیں؟ لیکن تقریر تو سب نے کرنی ہے نا؟ تو اپنی تقریر کا انداز ایسا اپناؤ کہ دوسرے کو پتہ بھی نہ چلے کہ زد کہاں لگے گی، اسی وقت پتہ ہو کہ جب

ہائے ہائے ہونے لگے، تعریف خطابیات اور یہ اس طور پر کہ دلیل پہلے دینی ہے اور مسئلہ بعد میں بتانا ہے تو جب دلیل پہلے ہو اور مسئلہ بعد میں تو وہ دماغوں کو ہلا کر رکھ دے گا اور جب آپ پہلے کہیں گے کہ آج ہم مسئلہ حاضر و ناظر بیان کریں گے اور اس کے بعد آپ پکی سے پکی دلیل بھی ان کو دیں گے تو اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہو گا اس کو کہتے ہیں خطابیات کہ دلیل پہلے اور مسئلہ بعد میں اب اس کی مثال کہ جب میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا تو کیا لفظ استعمال کیا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں نے جب بھی آپ کے سامنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا تو کونسا لفظ اختیار کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو بار بار میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تو آپ میں سے کسی نے پوچھا مجھ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہتے ہیں، حضور کے معنی کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں، موجود ہونا، آپ نے بذاتِ خود کہا نا کہ حضور کے معنی یہ ہیں کہ موجود ہونا تو آپ مدعی ہو گئے اور آپ کو میں یہی سبق دے رہا ہوں کہ شروع سے لے کر آخر تک کوئی دعویٰ نہیں کرنا یہ بھی نہ کہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کیونکہ یہ بھی دعویٰ ہے اور یہ تو تب ہم کریں، جب مسئلہ شروع کریں کسی، چیز کا مدعی نہیں ہونا، کیونکہ مدعی کون ہے؟ وہ جس نے اپنے ذمہ کوئی چیز لینی ہو، سنئے جب میں نبی پاک کے لئے لفظ بولتا ہوں نا حضور کا تو آپ سب سے پہلے سمجھیں کہ حضور کسے کہتے ہیں؟

پرانے زمانے میں دستور تھا، اردو کا کہ جب چٹھی لکھتے تھے، کسی افسر کو تو لکھتے ”بخدمت حضور فیضِ گنجور“ تو حضور کس کو کہتے ہیں؟، جس کے پاس چٹھیاں لکھی جائیں، جس کے پاس حاضر ہو........من یحضر عندہ..........جس کے پاس حاضری دی جائے، اور وہ بڑی سرکار، اور اونچا دربار ہو، تو اس کو کہتے ہیں حضور“۔

## مثال:

باپ نے آواز دی بیٹے کو اے بیٹا خالد تو اس نے کہا کہ ابا جان میں حاضر ہوں، تو اب بیٹا کیا ہوا؟ حاضر اور جس کے پاس آئے گا (باپ کے پاس) تو وہ کون؟ وہ حضور، اسی طرح افسر کیا ہے؟ حضور، اور نوکر کیا ہے؟ حاضر۔

## دوسری مثال:

استاد کہتا ہے شاگرد کو کہ بھائی دیکھو یہ طرح طرح کے حلیے نہ بدلو، طرح طرح کی شکلیں نہ بدلو؟ وہ کہتا ہے کہ جی حضور، میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ تو اب کیا ہوگا، یعنی حضور کون ہوا، اور کس کو کہا؟، استاد کو اور خود کیا کہا کہ میں حاضر ہوں۔

تو اب نتیجہ کیا نکلا کہ استاد حضور اور شاگرد حاضر، باپ حضور، بیٹا حاضر، مرشد حضور، اور مرید حاضر، آقا حضور، اور خادم حاضر، تو چھوٹا حاضر ہوتا ہے اور بڑا حضور ہوتا ہے۔

نبی پاک ﷺ کو ہم جب حضور ﷺ کہتے ہیں تو اس لئے کہتے ہیں کہ حضور کے پاس حاضری دیتے ہیں، اب بھی حج کرنے لوگ جاتے ہیں تو حضور ﷺ کے روضہ کے پاس جا کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہین کہ نہیں؟ کرتے ہیں، تو جو صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں؟ وہ حاضر ہوتے ہیں اور نبی پاک حضور ﷺ ہیں، فرشتے جب ہمارا درود وسلام لے کر وہاں حاضر ہوتے ہیں تو فرشتے کیا ہوتے ہیں؟ حاضر، اور نبی پاک حضور ﷺ۔

تو نبی پاک ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ حضور ہیں اور باقی حاضر، اس کے بعد لوگوں کو جوش میں آ کر کہو کہ مسلمانو تمہیں کوئی اللہ کا خوف نہیں آیا کہ وہ ذات

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس کے دربار میں فرشتے بھی حاضر، بڑے بڑے اکابر، افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حاضر اور تم نے اس پیغمبر کو جو حضور تھے حاضر بنا دیا اور کہتے ہو کہ وہ حاضر و ناظر تھے اور جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہتے ہو تو تم نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنایا، آقا کو غلام بنایا، اور بڑے کو چھوٹا بنایا یہ کوئی دانائی ہے؟

اور اب یہ بھی کہو کہ اب سے پہلے اگر کسی نے آقا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کہہ دیا یا نبی پاک کو نوکر کہہ دیا ہو تو اس کو علم نہیں تھا اللہ معاف کرے گا، توبہ کرو اور آئندہ کے لئے اس کی نیت کرو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اپنا غلام اور نوکر اور حاضر نہیں کہیں گے (تو حاضر کے ساتھ دو تین لفظ اور ملا کر کہا کہ نوکر و غلام و حاضر نہیں کہو گے، بلکہ کہو گے، نبی پاک کو، حضور نبی پاک، حضور ہیں، بڑے ہیں، چھوٹے نہیں، آقا ہیں، نوکر نہیں، شیخ ہیں، مرید نہیں، باپ ساری امت کے ہیں وہ بیٹے نہیں۔

تو پھر ذرا غور سے سنو کہ بڑا حضور چھوٹا حاضر، استاد حضور شاگرد حاضر، افسر حضور، نوکر حاضر۔ شیخ حضور، مرید حاضر تو بڑا حضور اور چھوٹا حاضر؟ یہ تقسیم کہاں ہے جہاں دو ہیں ایک بڑا ایک چھوٹا، تو جو بڑا ہے وہ حضور اور جو چھوٹا ہے وہ حاضر، تو جہاں بڑا اور چھوٹا ہے تقابل ہے وہاں، بڑا حضور اور چھوٹا حاضر۔

اور جہاں مقابلہ ہی نہیں، ہے ہی ایک جس کا تقابل نہیں کسی سے، یعنی خدا تعالیٰ کی ذات تو اس کو حاضر و ناظر بھی کہہ دو تو کوئی حرج نہیں۔

یہ بات ہم نے کیوں کہی یہ اس لئے کہ لوگوں نے پھر سوال کرنا ہے تاکہ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کے لئے آپ نے پھر زمین ہموار کرنی ہے کہ نہیں نا؟ تو کہو کہ جہاں مقابلہ ہی نہیں، وہاں حاضر و ناظر کہہ سکتے

ہیں؟ اب تہمت اس کی مثال دو کہ دیکھو دوستو کہ آپ کے سامنے جب میں نے حضورﷺ کا نام لیا تو یہ کہا کہ حضور فرماتے تھے حضورﷺ نے کہا تو میں نے آپ کا نام ادب سے لیا کہ نہیں؟ یعنی جب بھی حضورﷺ کا تذکرہ کیا تو لفظ آپ استعمال کیا، مثلاً آپ کا ارشاد ہے، آپ کا فرمان ہے، آپ کا حکم ہے، لیکن کبھی لفظ تو استعمال کیا؟ نہیں، کہا کہ تو نے کہا، میرا حکم ہے، میرا ارشاد ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اے اللہ تو جانتا ہے اور اے اللہ تو میرے دل کی باتوں کو پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو لفظِ تو کر کے دعائیں کرتے ہیں۔

تو خدا کو تو کہنا جس طرح بے ادبی نہیں اسی طرح حاضر و ناظر کہنا بھی بے ادبی نہیں یہ وہ واحد ذات ہے جس کے لئے تو کا صیغہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور حاضر و ناظر کا صیغہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے کیوں؟ یہ اس لئے کہ ......تعالیٰ عن الجنس و الجہات.......... اس کی جنس ہی نہیں کہ بڑے اور چھوٹے کا سوال پیدا ہوا۔

استاد و شاگرد کی ایک جنس ہے، مرید و شیخ کی ایک جنس ہے، نبی اور امتی کی ایک جنس ہے، لیکن.......... تعالیٰ عن الجنس والجہات..........

مصطفیٰ کا دربار اتنا نازک ہے، ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر۔ نفر گم کردہ می آید جنید و بایزید یافت۔ یہاں تو جنید بغدادی و بایزید بھی سانس بند کر کے چلتے ہیں، تو اتنی اونچی سرکار اور اتنا اونچا دربار؟ حضور کو تم نے حاضر بنا کر رکھ دیا، اور آقا کو نوکر بنا کر رکھ دیا، اور گستاخیاں چلتی رہیں، اور تم اب تک برداشت کرتے رہے۔ جن گستاخوں نے نبی کو نوکر بنایا، حاضر و ناظر بنایا، آپ کو کچھ اس کا اظہارِ افسوس نہیں؟

تو اب بتایئے کہ جو لوگ حضور کو کہہ دیتے ہیں حاضر و ناظر تو وہ بطور

انسان کے کہتے ہیں یا غیر انسان کے؟ وہ آپ کو بطور انسان کے حاضر و ناظر کہتے ہیں، تو جب وہ آپ کو بطور انسان کے حاضر و ناظر کہیں گے تو پھر جہاں بھی حضور موجود ہوں گے وہاں گنتی تو ہونی چاہیے کہ نہیں؟ ہونی چاہیے۔

اب بالفرض یہ محمد یوسف یہاں موجود ہے تو اب آپ بتلائیں کہ [1] ہم تمہیں کہتے نظر آتے ہیں؟ دو اور اگر [2] خدا کو بھی شامل کر لیں؟ تو پھر کتنے ہوئے؟ پھر تین ہوئے یعنی اس مخصوص جگہ پر ہم دو ہیں اور خدا تعالیٰ ہم میں تیسرا ہے۔

میں اور یہ ہم کتنے ہیں، (دو) ہم دونوں انسان ہیں، اب غیر انسانوں میں ہم ایک کو شمار کرتے ہیں، تو پوچھا کہ اللہ رب العزت ہم دو میں سے تیسرا ہے یا چوتھا؟ (تیسرا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ......تو ھُوَ سے مراد کون ہے؟ (اللہ) تو اگر تین یہاں بات کر رہے ہوں تو خدا چوتھا تبھی ہو سکتا ہے، کہ اور کوئی انسان درمیان میں نہ ہو اور اگر حضور حاضر و ناظر ہوں تو خدا چوتھا ہے یا پانچواں؟ (پانچواں) ...... مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ...... اب ثلاثۃ کے بعد خمسۃ کیوں آیا؟ جہاں کہیں تین بات کر رہے ہو تو چوتھا اللہ ہے، پانچ باتیں کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ ہے، تو تین سے پانچ پر کیوں آ گئے؟ تین کے بعد چار کا درجہ ہے، جہاں تین باتیں کر رہے ہوں تو چوتھا اللہ اور چار باتیں کر رہے ہوں تو پانچواں اللہ، تو پانچ باتیں کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ،

لیکن قرآن کی تعبیر کیا ہے؟...... مایکون من نجوی ثلاثۃ الاھو رابعھم ......ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ......اب دیکھو اگر کہا جاتا کہ جہاں تین ہوں، چوتھا خدا اور اگر چار ہوں تو پانچواں خدا، تو چار کا لفظ کتنی دفعہ آیا؟ (دو دفعہ)

---

[1] یعنی یہ محمد یوسف اور میں (خود علامہ صاحب)۔ [2] کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔

پھر ہوتا کہ جہاں چار ہوں تو پانچواں خدا اور پانچ ہوں تو چھٹا خدا ہے، تو پانچ کا لفظ کتنی دفعہ آیا؟ (دو دفعہ) تو چار کا لفظ بھی دو دفعہ اور پانچ کا لفظ بھی دو دفعہ آیا اس کو کہتے ہیں قرار سوتی، قرار سوتی مخل فصاحت تو قرآن پاک کی جو فصاحت کا معیار ہے کہ لفظ کو دہرانے سے بھی بچو، اگر تم بچ سکتے ہو، مضمون جب ادا اس پر بھی ہوسکتا ہے تو کیا ضروری ہے کہ چار کو بھی دو دفعہ کہیں، پانچ کو بھی دو دفعہ کہیں، جب کہا کہ جہاں تین ہوں چوتھا خدا ہے اور جہاں پانچ ہوں تو چوتھا خدا ہے، تو کوئی عدد اگر دھرایا گیا تو یہ قرآن کی فصاحت ہے تو یہ مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ (جی)

اب حاضر و ناظر کے مسئلے کو آپ نے عددوں سے گننا ہو تو ...... ما یکون من نجوی ثلاثة الا هو رابعهم ...... یہ شروع کریں۔

سوال ...... یہ کہتے ہیں کہ اگر تین کہے گئے تو تین سے مراد ہے دو، جو بیٹھے ہوئے ہیں اور تیسرے نبی پاک اور چوتھا خدا، یہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن یہ نہیں کہا کہ جہاں تین ہوں وہاں چوتھا خدا ہے، یہ فرمایا...... ما یکون من نجوی ثلاثة ...... کہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے ہوں تاکہ پتہ چلے کہ تین ہیں دو نہیں ...... نجوی ثلاثة ...... کا معنی ہے کہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے ہوں۔ اگر دو باتیں کریں اور ایک سنے، تو نجوی دو کا ہے تین کا نہیں،

تو فرمایا...... مایکون من نجوی ثلاثة...... تینوں آپس میں باتیں کر رہے ہوں، تو اس میں اس وہم کا ازالہ کیا گیا کہ کوئی ایسا درمیان میں اور نہیں، کہ جو سن تو رہا ہو، لیکن باتیں نہ کر رہا ہو...... نجوی ثلاثة ...... کا کیا معنیٰ ہے؟ کہ تینوں باتیں کر رہے ہوں۔ جب دو باتیں کر رہے ہوں اور تیسرا سن رہا ہو، یہ تیسرے کی سرگوشی نہیں۔

اب یہ جو دلیل آپ کو حاضر ناظر کی دی ثلاثة والی۔ یہ ذہن میں بات

اتری ہے؟ (جی) اب ان کے دلائل جو ہیں ان میں سے سب سے بڑی دلیل جو ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کو فرمایا شاہد......اور شاہد کے معنی، گواہ۔

اور گواہ وہی ہوتا ہے، جو دیکھنے والا ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... انا ارسلناك شاهداً......اے ہمارے پیغمبر، اے ہمارے محبوب، ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو ساری چیزوں کو دیکھے، جو دیکھنے والا نہ ہو، اس کو گواہ نہیں بناتے۔

## حاضر وناظر کے لئے غلط استدلال:

ہمارے ہاں ایک آدمی نے یہ مسئلہ بیان کیا، جس طرح میں نے کہا کہ ان کے مولوی صاحب کے پاس چپ ہو کر چلے جاؤ، اور کہو کہ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو مسئلہ سمجھ رہے تھے، تو مولوی صاحب نے سمجھایا، کہ بیٹا، اللہ نے نبی کو کہا ہے گواہ، اور گواہ وہی ہوتا ہے جو دیکھے، بغیر دیکھنے کے گواہی جھوٹی ہوتی ہے، تو حضور سچی گواہی دیں گے۔ تو حاضر ناظر ہوئے یا نہ؟ وہ کہتا ہے کہ ہاں آج تسلی ہوگئی۔ اب تو میں یہی نماز پڑھوں گا۔ آپ کے پیچھے ہی پڑھوں گا۔ میری تسلی ہوگئی، مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ شیرینی پڑی ہوئی تھی۔ وہ بانٹی، وہ وہیں بیٹھے رہے۔ اتنے میں عصر کا وقت ہوگیا، مؤذن نے اذان دی، الماری کے پاس کھڑے ہو کر...... اشهد ان لا اله الا الله...... اور...... اشهد ان محمد رسول الله...... اس نوجوان نے اس کو کمر سے پکڑ لیا کمر سے پکڑ کر اس کو خوب کھینچا، اس نے کہا کہ جھوٹی گواہی دے رہا ہے؟ مسجد میں شور پڑ گیا۔

مولوی صاحب آئے، انہوں نے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس کو دیکھا کہ یہ اجنبی کون ہے، شور کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں یہ اپنا آدمی ہے، اب

لوگوں نے اس کو مارا تو نہیں، پوچھا کہ کیا بات ہوئی تھی۔ بات ٹھنڈی ہوگئی، استاد نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی تھی؟ کہنے لگا کہ جھوٹ بول رہا تھا، کیوں جھوٹ بول رہا تھا، کہ آپ نے صبح جو بتایا تھا کہ گواہ وہ ہوتا ہے کہ جس نے دیکھا ہو اور بغیر دیکھے کوئی گواہی دے تو جھوٹا ہوتا ہے، تو یہ کہہ رہا تھا...... اشھد ان لا الہ الا اللہ...... اور مجھے پتہ ہے کہ اس نے خدا کو نہیں دیکھا، پھر کہتا تھا...... اشھد ان محمد رسول اللہ ...... کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس نے حضور ﷺ کو بھی نہیں دیکھا۔ تو جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔

اب مولوی صاحب کیسے کہیں کہ بھائی نہ دیکھے گواہی دے تو جھوٹی گواہی ہے، اس نے کہا کہ میں نے کب کہا کہ دو گواہی اور بغیر دیکھے گواہی دے تو جھوٹا ہے، کہ صبح تو آپ نے کہا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو فرمایا...... انا ارسلناک شاھداً ...... ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا، تو آپ نے کہا تھا کہ گواہ وہی ہوتا ہے کہ جو دیکھنے والا ہو اور جب حضور گواہ ہیں تو حاضر و ناظر ہوئے، ورنہ آپ جھوٹی گواہی دیں گے؟ یہ بات میرے دل میں اتر آئی۔

تو اب میں نے کہا کہ کوئی گواہی ایسی نہیں ہوسکتی کہ جو دیکھنے کے خلاف ہو، وہ یہ گواہی دے رہا تھا میں نے اسے روک دیا۔

اب مولوی صاحب کہنے لگے کہ اسلام میں گواہی علم پر بھی ہو جاتی ہے۔ انگریزی قانون میں تو گواہی دیکھے بغیر نہیں ہوسکتی لیکن اسلام میں گواہی علم پر بھی ہو جاتی ہے، تو ہمیں علم ہے کہ اللہ ہے، حضور کے بتانے سے، ہمیں علم ہے کہ حضور سچے رسول ہیں، ہمیں علم ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بتانے سے اور ہم گواہی دیتے ہیں اس علم کی بنا پر۔

تو کہنے لگا کہ پھر معلوم ہوا کہ گواہی علم کی بنا پر بھی ہوسکتی ہے۔ تو کیا یہ

نہیں ہوسکتا کہ حضور ہم پر شاہد نہ ہوں، گواہی دینا میدان حشر میں، تو علم کی بناء پر، جو علم فرشتے آپ کو پہچانتے ہیں امت میں سے، فرشتے امت کے اعمال حضور تک پہنچاتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ حضور ﷺ تک باتیں پہنچاتے ہیں کہ نہیں؟ (پہنچاتے ہیں) تو حضور اگر اس علم کی بنا پر گواہی دیں تو کیا علم کی بنا پر آپ کی گواہی نہیں ہوسکتی؟

تو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہاں ہوسکتی ہے تو کہا کہ پھر حاضر ناظر کیلئے آپ کا کوئی استدلال ہو؟ اب چپ، اب حاضر ناظر کیلئے کوئی دلیل ہوگی؟

## مسئلہ میدان عرفات میں حل ہوگیا:

اب ہم نے ان سے پوچھا کہ تم یہ بتاؤ کہ نبی پاک ﷺ جو ہر جگہ کا علم دے دیا گیا، تو کب دیا گیا؟ کہتے ہیں کہ بالکل آخر میں جب دین مکمل ہونے والا تھا تو اس سے قبل، تو دین مکمل ہونے کا اعلان کب ہوا؟ (حجۃ الوداع کے موقع پر)

تو حجۃ الوداع کا خطبہ یاد ہے؟ حجۃ الوداع کا خطبہ جو حضور ﷺ نے پڑھا خطبہ حجۃ الوداع میں جب حضور ﷺ نے تقریر کی تو کہا کہ اللہ نے جو دین مجھے دیا، مین نے تم تک پہنچا دیا۔ یہ امانت تھی جو میں نے ادا کر دی، نصیحت کی۔

پھر فرمایا ...... ان دماء کم واموا لکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا ......حضور ﷺ نے فرمایا ...... الا کل شئی من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع و دماء الجاهلیة موضوعة او کما قال......

تو حضور ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا آخر میں جو باتیں میں نے کہیں ...... فلیبلغ الشاهد الغائب...... جو یہاں حاضر وہ اس کو پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہے، جو میرے پاس حاضر ہے اس کا نام ہے شاہد، وہ ان کو پہنچاؤ جو مجھ سے غائب ہیں۔

ہیں؟ اب جھٹ اس کی مثال دو کہ دیکھو دوستو کہ آپ کے سامنے جب میں نے حضور ﷺ کا نام لیا تو یہ کہا کہ حضور فرماتے تھے حضور ﷺ نے کہا تو میں نے آپ کا نام ادب سے لیا کہ نہیں ؟ یعنی جب بھی حضور ﷺ کا تذکرہ کیا تو لفظ آپ استعمال کیا، مثلاً آپ کا ارشاد ہے، آپ کا فرمان ہے، آپ کا حکم ہے، لیکن کبھی لفظ تو استعمال کیا ؟ نہیں، کہا کہ تو نے کہا، میرا حکم ہے، میرا ارشاد ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اے اللہ تو جانتا ہے اور اے اللہ تو میرے دل کی باتوں کو پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو لفظِ "تو" کر کے دعائیں کرتے ہیں۔

تو خدا کو تو کہنا جس طرح بے ادبی نہیں اسی طرح حاضر و ناظر کہنا بھی بے ادبی نہیں یہ وہ واحد ذات ہے جس کے لئے تو کا صیغہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور حاضر و ناظر کا صیغہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے کیوں ؟ یہ اس لئے کہ ............تعالیٰ عن الجنس و الجہات............ اس کی جنس ہی نہیں کہ بڑے اور چھوٹے کا سوال پیدا ہوا۔

استاد و شاگرد کی ایک جنس ہے، مرید و شیخ کی ایک جنس ہے، نبی اور امتی کی ایک جنس ہے، لیکن............ تعالیٰ عن الجنس و الجہات............

مصطفیٰ کا دربار اتنا نازک ہے، ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر۔ نفر گم کردہ می آید جنید و بایزید یافت۔ یہاں تو جنید بغدادی و بایزید بھی سانس بند کر کے چلتے ہیں، تو اتنی اونچی سرکار اور اتنا اونچا دربار؟ حضور کو تم نے حاضر بنا کر رکھ دیا، اور آقا کو نوکر بنا کر رکھ دیا، اور گستاخیاں چلتی رہیں، اور تم اب تک برداشت کرتے رہے۔ جن گستاخوں نے نبی کو نوکر بنایا، حاضر و ناظر بنایا، آپ کو کچھ اس کا اظہار و افسوس نہیں؟

تو اب بتایئے کہ جو لوگ حضور کو کہہ دیتے ہیں حاضر و ناظر تو وہ بطور

اگر غائبانہ نماز جنازہ نہ ہوتی تو دعا کہتا؟ ......شاھدنا و غائبنا ......لوگو نے کہا کہ نہیں، تو میں نے غائبانہ نماز جنازہ ثابت کر دیا؟ ہماری باری آئی۔ ہم نے کہا کہ نماز جنازہ غائبانہ ہمارے نزدیک تو جائز نہیں، لیکن یہ جائز ہے کن کے نزدیک ؟ یہ ان کے نزدیک جائز ہے، جن کے نزدیک زندوں کی نماز جنازہ بھی جائز ہے، ان کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ بھی جائز ہے۔

لیکن جس کے نزدیک زندوں کی جائز نہیں، کسی غائب کی بھی نہیں، تم بتاؤ کہ کیا زندوں کی جائز ہے؟ (نہیں) انہوں نے کہا کہ نہیں، تو میں نے کہا کہ اب سنو، تو میں نے کہا کہ جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ...... اللھم اغفر لحینا و میتنا...... ہم نے زندہ اور مردہ دونوں کے لئے دعا مانگی، تو معلوم ہوا کہ جس طرح میت کی نماز جنازہ جائز ہے اس طرح حیی کی بھی جائز ہے، جس طرح آپ نے استدلال کیا...... شاھدنا و غائبنا...... سے، ہم نے استدلال کیا ...... حینا و میتنا......

تو نماز جنازہ غائبانہ کن کے نزدیک جائز ہے؟ جن کے ہاں زندوں کی بھی جائز ہے، تو میں نے کہا کہ تم زندے ابھی پڑھ جاؤ۔

ہم پڑھتے ہیں سب، اگر تم نے جنازہ کی نماز پڑھوائی تو پھر تم غائبانہ کے قائل ہو گئے۔ اگر تم زندوں کے قائل نہیں، تو غائبین کے قائل کس طرح...... اللھم اغفر لحینا و میتنا وشاھد نا و غائبنا......شور ہوا۔

تو وہ غیر مقلد کہہ رہے تھے، بآواز بلند ...... شاھد نا و غائبنا...... اور ہمارے کہہ رہے تھے ...... حینا و میتنا ......نہیں وہ تو تب جھگڑا ہوتا کہ اگر کوئی ہوتے کہ جو چھوٹے قد والے ہیں وہ اور کہتے کہ...... صغیر نا و کبیرنا......

تو یہ بات تو بعد میں ہوئی، پہلے بات انہوں نے کی تھی، کہ نماز جنازہ

حضور ﷺ نے پڑھا نجاشی کا، تو ہم نے پوچھا کہ تم جو کہتے ہو کہ نماز جنازہ غائبانہ، کس کا پڑھنا جائز ہے، تو سنو، ہم نے جب پوچھا کہ نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا کس کا جائز نہیں، ہم کہتے ہیں کہ جس کی نماز جنازہ اپنی جگہ پڑھی جا چکی ہو، اس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا اس کے لئے کوئی دلیل نہیں، جس کی نماز جنازہ اصل پڑھی جا چکی ہو، اس کی نماز جنازہ پڑھنا غائبانہ اس کی کوئی دلیل نہیں، انہوں نے وہ نجاشی کی روایت دکھائی۔

ہم نے کہا کہ اس کی تو نماز جنازہ پڑھی ہی نہیں گئی، تو جس کی پڑھی نہیں گئی تھی، اس کی تو ہم نے پڑھی، وہ جنازہ ہے، وہ نماز جنازہ ثانیہ نہیں ہے، ہم اس نماز جنازہ کو ناجائز کہتے ہیں کہ جو جنازہ ثانیہ ہو۔

اب تک جتنے نماز جنازہ پڑھے جاتے ہیں غائبانہ، وہ جنازہ ثانیہ ہوتے ہیں یا اولی؟ (ثانیہ) اور بحث کس میں ہے؟ (ثانیہ میں) اور وہ جو دلیل ہے ان کی وہ اوّل کی ہے۔

## تیسرا کون:

اب اس مقام پر ہم دو ہیں، اور تیسرا اس مقام پر ہمارے ساتھ کوئی نہیں، تو خدا کون سا ہے؟ (تیسرا) اب بتائیے کہ جب آپ نے کہہ دیا کہ حضور ﷺ حاضر ناظر ہیں اور یہ بھی مان لیا کہ بطور انسان کے تو یہاں حضور بھی تو ہیں؟ (جی) تو حضور جب انسان ہیں تو گنتی میں پہلے ہمارے ساتھ وہ آئیں گے یا خدا؟ یہ جس طرح میرے ساتھ گنتی میں آئے یہ انسان ہیں، میری جنس میں ہیں، اب جب حضور ﷺ آئیں گے تو حضور ﷺ کا کون سا نمبر ہوا؟ تیسرا، اور خدا چوتھا۔

اب مثلاً میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ میں اور یہ دو ہیں اب آپ کا

عقیدہ ہے کہ حضور بطور انسان کے ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور ہر وقت حاضر ناظر ہیں، تو اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو پھر بتاؤں کہ خدا کتنا ہے؟ (چوتھا)

## حضور حاضر ناظر نہیں:

اب ہم قرآن سے پوچھیں، قرآن کہتا ہے...... جہاں تین آدمی آپس میں بات کر رہے ہوں۔ سرگوشی کر رہے ہوں، مشورہ کر رہے ہوں ...... مایکون من نجوی ثلاثه الا هو رابعهم ...... تو خدا کو جو چوتھا کہا اگر حضور حاضر ناظر ہوتے تو خدا کہاں جاتا؟ (پانچواں) اب قرآن نے جو اللہ کو کہا ہے چوتھا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ حاضر ناظر نہیں۔

## حلال وحرام کی پابندیاں:

اب شریعت کا معنی سمجھیں کہ حلال وحرام کی پابندیاں قبول کرنا یہ شریعت کو قبول کرنا ہے، جو شخص حلال وحرام کی پابندیاں قبول نہیں کرتا وہ شریعت قبول نہیں کرتا۔

## عقیدہ نیا کہ پرانا:

تو جب عیسائیوں نے کہا اب ہم نئے عقیدے پر ہیں۔ تو حضور ﷺ نے کیا کہا جواب میں، میں پرانے عقیدے پر ہوں۔ کوئی ایسی ''آیت'' ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے کہا ہو کہ میں پرانے عقیدے پر ہوں، تا کہ معلوم ہو کہ یہ عقیدہ تمہارا ہے...... قل...... اے پیغمبر کہہ دو...... ماکنت بدعا من الرسل...... میں کوئی نئی طرز کا رسول نہیں ہوں۔ وہ جو پہلے لائن تھی، میں اسی لائن کا آدمی ہوں۔ جو رسولوں کی پہلی لائن چلی آرہی تھی۔ میں اس لائن کا آدمی ہوں...... قل ماکنت بدعا من الرسل...... اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام

کے بارہ میں عقیدہ صحیح ہو کہ کہتے ہیں کہ......بدعامن الرسل......تو وہ ہوتے۔ یہ تو پھر......ماکنت بدعا من الرسل......تو بدعامن الرسل تو ان کے خیال میں وہ ہوئے۔

## شریعت کا باغی کون؟

اب یہ بتایئے کہ ہم اصل دین پر ہیں اور یہ بدعتی عقائد پر ہیں۔ (جی) یہی وجہ ہے کہ یہودی اب تک خنزیر نہیں کھاتے۔ کہتے ہیں کہ حرام ہے، کیوں؟ تورات میں لکھا ہے کہ حرام ہے بغیر ذبح کے وہ گوشت نہیں کھاتے، کیوں؟ تورات میں لکھا ہے، تو یہودیوں کے نزدیک اور ہمارے نزدیک اب تک ہم اس مسئلے میں ایک ہیں کہ شریعت کی راہ سے خدا کی بات ہوتی ہے اور وہاں سے نکلے کون؟ عیسائی۔

## گناہ کی مزدوری موت:

تو انگلینڈ میں ہم جب ایسے مسائل پر بحث کرتے ہیں، یہودی ایک طرف بیٹھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جو پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے سنت ابراہیم سے لے کر اب تک چلا آرہا ہے اس پر ہم ہیں یا تم ہو۔ تو عیسائی تو بالکل ایک طرف ہوئے۔ اس لیئے جو میں آپ کو تعارف کروارہا تھا۔ اب اس میں نجات کا مسئلہ سمجھ میں آگیا؟ (جی) اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں آگیا کہ شریعت کی پابندی کہاں تک ہے؟ اور یہ کہ گناہ کی مزدوری موت ہے یہ مسئلہ میں آپ کو آدم کے قصے میں پھر سناؤں گا۔ اب وہ آپ پڑھ لیں تاکہ بات آگے چلے۔

## آسمانی کتابیں اور پیغمبروں کی موت:

باعتبار وقوع کے یوں تو کہہ سکتا ہے کہ جب میں مروں تو میرے ساتھ یہ

معاملہ کرے۔لیکن وقوع کہ موت واقع ہو چکی۔کسی مصنف میں اس کا ذکر ہو سکتا ہے؟قرآن میں حضور کے فوت ہونے کا ذکر ہے؟(نہیں) یہ تو ہے کہ آپ پر وفات آئے گی۔لیکن یہ کہ وفات آچکی یہ کہاں سے ثابت ہے؟(تاریخ سے) قرآن سے ثابت نہیں،اچھا موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکنے کا ذکر ہو سکتا ہے؟ (نہیں) عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کے سولی چڑھنے کا ذکر ہو سکتا ہے (نہیں) قرآن میں حضور کی وفات ہو چکنے کا ذکر ہو سکتا ہے؟ (نہیں) کیوں اگر یہ ہو تو پھر یہ کتابیں ان پیغمبروں کی پیش کردہ تو نہیں ہو سکتیں۔

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی چڑھنے کا ذکر ہے؟تو یہ کتابیں آسمانی کیسے ہو گئیں ؟ یہ تو بڑی موٹی بات ہے کہ اگر تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہو۔کہ یہ وفات اس طرح ہوئی اور فلاں شہر میں ہوئی۔تو پھر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ کتاب موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی۔اور انجیل میں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہو،تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیش کی؟(نہیں)

## دیکھنا اور دیکھنے والا:

تو آپ کو ایسے دلائل یاد ہونے چاہیئے کہ جن میں مثلاً حق محرف ہونے کے دلائل ،کتاب استاد اس کا باب کون سا چونتیس،آیت ۵ سے ۸ تک پڑھیں۔حضرت موسیٰ کی عمر ۱۲۰ سال بتلائی گئی،اور ان کا مدفن وادی معاب بتلایا گیا ہے نمبر۲ کتاب پیدائش ،باب چھٹا،آیت نمبر تین میں ہے کہ سیلاب نوح کے بعد سے انسانوں کی عمریں ۱۲۰ سال تک ہوا کریں گی،یعنی ایک سو بیس کے قریب

قریب ہوا کریں گی جو شخص قیافے کے ساتھ واقعات دیکھے کہ کل بارش ہوگی۔یا امتحان میں پاس ہوگا یا نہ قیافہ کرے۔تو اس کو کہتے ہیں مستقبل کو دیکھنے والا،اور انگریزی میں اس کو کہتے ہیں سیئر ایک انگریزی لفظ ہے See اس کا معنی ہے دیکھنے والا اور سیئر کا معنی دیکھنے والا،تو قائم کو اور اراف کو،اراف کا معنی کسی چیز کو پہلے دیکھنا،واقعہ ہونے سے پہلے دیکھنا،حضور ﷺ نے فرمایا کہ......من اتی عرافاً فقد کفر بما انزل اللہ علی ......کہ جو واقعات کو جان کر پہلے دیکھے مستقبل کے آئینے میں،اس کو کہتے ہیں ......ارای......بات کو بھانپنے والا،انگریزی میں اس کو کہتے تھے سیئر اس کا معنی کیا ہے؟ دیکھنے والا۔

## پیشین گوئی کا فن:

پرانی جو تاریخ ہے تورات کی،اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں رواج تھا کہ لوگوں کو پیش گوئی کا فن سکھاتے تھے،سکول کھولے جاتے تھے،پیش گوئیاں کرنے والے،اور جو کاہن ہوتا بڑا،وہ کہلاتا تھا سیئر اور سیئر کا معنی یعنی واقعہ کو ہونے سے پہلے دیکھنے والا،تو سیئر کے معنی پر میں غور کرتا رہا کہ سیئر عربی میں کیا ہے؟ see کہتے ہیں دیکھنا اور سیئر کہتے ہیں ناظر،تو یہ جو حاضر ناظر کا عقیدہ ہے یہ یہودیوں سے لیا گیا ہے؟ کیونکہ بائبل میں مجھے سیئر کا لفظ صاف طور پر ملا پیغمبر کیلئے،تو ان کا جو تصور نبوت ہے اس کے بارے میں سنیں۔

پیش گوئی کرنا ایک فن تھا جس کیلئے سمویل نبی نے سکول کھولے تھے۔گویا نبوت ایک پیشہ ہے فن ہے جو سیکھا جا سکتا ہے اور موجودہ انجیل میں بھی اس کی تصدیق ہے،انجیل میں ایک باب ہے،ایک حصہ ہے جس کو کہتے ہیں اعمال،یعنی رسولوں کے اعمال،اس کے باب اکیسویں کا آیت نمبر۹ ہے وہاں لکھا ہے کہ اس کی چار بیٹیاں کنواری نبوت کرتی تھیں ۔نبوت کرتی تھیں کا معنی کیا ہے؟یعنی

پیشین گوئیاں کرتی تھیں، خبریں بتاتی تھیں۔

ان کے ہاں نبیوں کو سیئر بھی کہا جاتا ہے کہ سیئر کا لفظ بائبل میں کہاں استعمال ہے کتاب سام حصہ اوّل باب ۹ آیت نمبر ۹ دیکھئے، ۱۹۸۵ یہ کن کا کیلنڈر ہے عیسائیوں کا، اور ۱۴۰۵ھ مسلمانوں کا، تو یہودیوں کا کیلنڈر کیا ہے؟ دنیا کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے، تو آ گیا ۱۹۸۵ تو ان کا کیلنڈر ہے۔

پانچ ہزار سات سو چھیالیس، تو یہودیوں کے ہاں کیلنڈر یہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آدم کو دنیا میں آئے ہوئے پانچ ہزار سات سو چھیالیس سال گزر چکے ہیں۔ یہودی کیلنڈر دنیا کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں ان کا سال پانچ ہزار سات سو چھیالیس ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دو ہزار ایک سو تئیس سال بنتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اٹھارہ صدیاں بنتی ہیں۔

## عیسائیوں اور یہودیوں کا اکٹھ:

ان کا مقابلہ تھا۔ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا مقابلہ ہے، لیکن اب دنیا کی منڈیوں میں یہ اکٹھے ہو گئے، امریکہ میں یہ اکٹھے ہیں، انگلینڈ مین یہ اکھٹے ہیں، تو اب انہوں نے ایک اور بات نکالی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو مقدمہ بنایا تھا، وہ یہودیوں نے نہیں بنایا تھا وہ رومیوں نے بنایا تھا، فلسطین کے قابض کون تھے؟ (رومی)، تو وہ کہتے ہیں کہ رومیوں نے مقدمہ بنایا تھا، یہودیوں نے نہیں بنایا تھا، مطلب کیا؟ کہ ہماری آپس میں صلح ہو جائے، لیکن قرآن سے پتہ کیا چلتا ہے کہ مقدمہ بنانے والے کون تھے؟ (یہودی)...... وبکفرهم وقولهم علی مریم بھتانا عظیما ...... مریم پر بہتان لگانے والے کون تھے؟ (یہودی)...... وبکفرهم وقولهم علی مریم بهتانا عظیما ...... اوران کا یہ کہنا ...... انا قتلنا

المسیح......ہم نے قتل کیا تو پھر قتل کی نسبت رومیوں کی طرف ہوئی یا یہودیوں کی طرف؟......انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم......تو ان کے ہاں ویڈیکل کونسل، اب انہوں نے یہودیوں کو قریب کرنے کیلئے کہا کہ وہ جو پھانسی کا قصہ تھا وہ تو رومیوں نے بنایا تھا، یہ بات سمجھ آئی؟(جی)

## عیسائی پادری سے گفتگو:

ایک عیسائی پادری ڈھونڈ ڈھونڈ کر میرے پیچھے آیا اور آ کر کہنے لگا کہ آپ کو ملنے کیلئے آیا ہوں میں نے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیامبر ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھے پیغام نہ دو مہربانی کرو، وہ کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا کہ میں اسماعیلی ہوں، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں، اور میں عرب ہوں اپنی اصل کے لحاظ سے، تو مجھے پیغام نہ دو، وہ کہنے لگا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ بائبل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تو اسرائیلوں کیلئے آیا ہوں۔ اسرائیل کی بھیڑیں اپنا راستہ کھو چکی ہیں تو میں ان کو بتانے کیلئے آیا ہوں۔ تو میں تو اسماعیلی ہوں، پادری صاحب جاؤ اور مجھے ان کا پیغام نہ دو۔

تو اب وہ کہنے لگے کہ یہ کہاں لکھا ہے؟ میں نے کہا کے لاؤ بائبل، میں نے نکال کر دکھایا وہ ہکا بکا ہو گیا اور چلا گیا۔

## عیسائیوں اور ہندوؤں میں قدر مشترک:

تو جب کوئی آئے تو ان کو کہو۔ اگر کوئی عرب ہے، کوئی باہر کی قوموں میں سے ہے، یا اسرائیلی ہیں، میں اسرائیلی نہیں ہوں۔ آپ بھی اسرائیلی نہیں اور ہندوستان کے جو لوگ ہیں برہمن، یہ کون ہیں؟ یہ اسرائیلی ہیں۔ کس طرح؟ کہ

اسرائیلوں کی تاریخ کس کے گرد گھومتی ہے؟ گائے کے گرد، تو گائے کی پرستش ہندو قوم میں موجود ہے تو اصل بات یہ ہے کہ سامری کو جب وہاں سے نکالا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سامری کو سزا دی، کہا؟...... ماخطبك يا سامری...... تو سامری نے جو قوم کو گمراہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... کہ اے سامری تجھے یہ سزا ہے...... ان تقول لا مساس...... کہ جب کوئی آدمی تیرے قریب آئے تو تیرے بدن کو اس طرح تکلیف ہو...... مساس...... پیچھے پیچھے۔

## سامری جادوگر کی سزا:

تو اب سامری جادوگر کے بدن کی جو کھال تھی، تو اس میں کوئی ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ کوئی انسان جب قریب آئے تو یہاں جلن محسوس ہو، اے سامری چونکہ تو نے لوگوں کو بچھڑے کی پوجا پر لگایا اب تیری سزا یہ ہے کہ جب تک تو زندہ رہے گا ...... ان تقول لا مساس...... تو یہی کہتا رہے کہ ...... لامساس...... مت چھوؤ، نہ چھوؤ۔

## سامری اور برہمن مشابہت:

تو براہمنوں کی تاریخ میں جو لوگ بڑی عمر کے ہیں، جنہوں نے کچھ وقت براہمنوں میں گزارہ ہے کہ براہمن کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے بدن کو کوئی بدن نہ لگے ہم ہاتھ ملاتے ہیں، تو براہمن ہاتھ نہیں ملاتے، اور اگر غلطی سے ملاتے ہیں تو پھر اس کو دھوئے گا، کیوں؟ اس لیئے کہ ان کا جو بڑا ہے سامری اس کو چونکہ سزا ملی تھی ...... لامساس...... تو آگے اس کے ماننے والوں نے اپنا مذہب بنالیا چھوت چھات کا، چھوؤ نہ، چھوؤ نہ، اگر چھوا تو وہ پرشٹ ہو جائے گا، ناپاک ہو جائیں گے۔

تو سامری کس کے گرد؟ (گائے کے گرد)، ہندو کس کے گرد، (گائے کی گرد)، وہاں سامری......لامساس......ان میں کیا آ گئی چھوت چھات، تو جو ہندو ہیں یہ ہیں اصل مشرک، تو مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کون ہیں؟ یہودی اور ہندو کہاں لکھا ہے، سنو یہ قرآن میں ہے......لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا ......اور تو پائے گا......سب سے زیادہ عداوت میں ...... ایمان والوں کیلئے دو قوموں کو کن کو؟......الیھود والذین اشرکوا...... یہودیوں اور ہندوؤں کو ......والذین اشرکوا...... ہندو ہیں، جو لوگ اپنے آپ کو کہتے ہیں نصاریٰ، وہ نرم ہیں تمہارے بارہ میں، کوئی ایسا نہیں ہے......والذین اشرکوا......کو یہودیوں کے ساتھ جمع کیا گیا، تو اس پر میں نے غور کیا کہ...... والذین اشرکوا......کون ہوں گے؟ تو سمجھ آیا کہ ہندوستان کے ہندو ہی ہیں۔

## مسلمانوں کا دشمن کون:

تو مسلمانوں کے دشمن اس وقت عداوت میں کون ہیں؟ یہود اور ہنود، یعنی ہندو کو چھیڑ کر دیکھیں معلوم ہوگا کہ ان کی رگ رگ میں مسلمانوں کی دشمنی بڑی ہوئی ہے اور یہودی کو چھیڑ کر دیکھیں معلوم ہوگا کہ بالکل ایسے ہی ہے، وہی حال ہے جب یہ بات سمجھ میں آ گئی۔

## تورات منسوخ کہ احکام تبدیل:

تو اب آپ وہ حوالے جمع کریں کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اسرائیلی گمراہ کردہ بھیڑوں کو راہ دکھانے کیلئے آیا ہوں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیل میں مبعوث ہوئے اور انہی کی راہ نمائی ذمہ لگی، تو اب حوالے لکھنے کی ضرورت ہے۔

تو صرف اسرائیل کیلئے آئے، حضرت مریم علیہا السلام کو کہا گیا، اے مریم تیرے ہاں جو بیٹا ہوگا...... یعلمه الکتاب والحکمة والتوراۃ والانجیل ...... ورسولا الی بنی اسرائیل ...... یہ خاص ہے...... قرآن کریم نے بھی ان کو رسولا الی بنی اسرائیل بتایا ہے، انہوں نے تورات کو کلیۃً منسوخ نہیں کیا۔ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ قرآن نے تورات وانجیل کو کلیۃً منسوخ کر دیا ہے، لیکن عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ تورات کلیۃً منسوخ نہیں ہوئی۔ بعض احکام تبدیل کیئے۔ قرآن کریم نے حضرت مسیح کی زبانی ...... ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم ...... منقول ہے، تو عیسائیت دین تورات سے کلیۃً فارغ نہیں، یہی وجہ ہے کہ عیسائی دو تین کتابوں کو یکجا رکھتے ہیں، پرانے عہد نامے اور نئے عہد نامے دونوں کے مجموعے کو کتاب مقدس کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کب ہوئی۔

## یہودی مسیحا کے منتظر:

یہودی فلسطین میں ایک مسیحا کے منتظر تھے۔ جو انہیں رومیوں کی غلامی سے چھڑائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب پیدا ہوئے، اس وقت اس واقعہ کی کوئی اہمیت نہ تھی، رومیوں کا غلبہ تھا عیسوی کیلنڈر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے شروع نہیں ہوتا ہے، بتلایا گیا ہے کہ روم میں سولہویں صدی کے آخر میں رائج ہوا تو جو کیلنڈر اصل واقعہ سے سولہ سو سال بعد رائج ہو، وہ ٹھیک ہوگا؟

## اسلامی کیلنڈر اور عیسائی کیلنڈر:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سن ہجرت، ہجرت کے ساتھ ہی شروع ہوگیا، حضور نے جب وفات پائی سب صحابہ کو پتہ تھا کہ اب گیارہ ہجری ہے، تو جب سب سے

پہلا کیلنڈر جو واقعہ کے ساتھ ہی دنیا میں چلا، وہ کون سا ہے؟ (ہجری) اور عیسائیوں کا کب چلا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سولہ سو سال بعد اور وہ اتنا صحیح ہوسکتا ہے (نہیں) تو سولہویں صدی کے آخر میں رائج ہوا، اور اسے یورپین اقوام نے اختیار کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سال پیدائش کو پوپ گار یگری، ان کا ایک بڑا مولوی گزرا ہے وہ کہلاتا ہے، پوپ اور اس کا نام تھا گار یگری، اس نے اندازے سے تعین کیا ہے اور موجودہ عیسوی کیلنڈر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چار سال پہلے ہوئی ہے، یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہوئے تقریباً سات صدیاں گزری تھیں کہ دوسرے ملکوں نے فلسطین پر دست اندازی شروع کر دی۔ بابل کے بادشاہ نے فلسطین پر حملہ کیا ان کی بڑی تعداد کو غلام بنا کر بابل لے گیا، ستر سال کے قریب یہ لوگ ان مسائل میں رہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال پہلے سکندر اعظم نے فلسطین کو فتح کیا اور بہت سے لوگوں کو سکندریہ لے گیا غلام بنا کر۔

## فلسطینیوں کے عقائد:

اس کے تین سو سال بعد رومی فلسطین پر چھا گئے، اس وقت یہودی قوم کسی مسیحا کے انتظار میں تھی کہ رومی قوموں کے اختلاف سے جب مختلف حملہ آور آئے، کبھی سکندر اعظم آیا اور کبھی کوئی اور کبھی کوئی تو پھر ان کے اصل عقیدے رہ سکتے ہیں؟ (نہیں) تو پھر بیرونی قوموں کے اختلاط سے فلسطین کے مذہبی عقائد عجیب و غریب مخلوطہ بن چکے تھے، نو انحطاطیت سے رومیوں، یونانیوں اور مشرقی وسطی کے دیگر دینی تصورات سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی، نئے مذہب کی بنیاد کہاں آگئی؟ (فلسطین میں)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئے تو ان کے سامنے جو یہودی تھے وہ نئے دین والے تھے یا پرانے؟ (نئے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب الٰہی پیغام پیش کیا تو

وہ پھر ڈٹ گئے اور ان پر ایک مقدمہ بنایا دنیا نے ان کے عجیب وغریب معجزے دیکھے۔

## عیسائی شیعہ، عقیدہ میں مطابقت:

مسیحا کے لفظی معنی ہے کہ جس کے سر پر عزت واکرام سے تیل ڈالا گیا اس کے خدائی اور تاج لازم وملزوم سمجھنے جاتے تھے، شیعوں کی حکومت اور خدا کی نمائندگی ایک ہے یا نہیں؟ (ہے) کہ حکومت کون کرے؟ (بارہ امام) اور بارہ امام بھیجے ہوئے کس کے ہیں؟ (خدا کے) تو خدائی اور تاج، دونوں کو اکٹھا کرنا۔ یہ عقیدہ یہود کا تھا۔

## عبداللہ ابن سبا اور یہود:

تو عبداللہ ابن سبا نے چونکہ اس مذہب کی بنیاد رکھی۔ اس لئے یہودی تصورات ایک ایک کر کے وہ لایا، رومی بادشاہ اغوسف کو مانا گیا، اناجیل اربعہ ان میں تین انجیلوں کو ہم خیال کیا جاتا ہے، ہیں چار، تین انجیل بالکل ہم خیال ہیں اور چوتھی انجیل انجیل یوحنا وہ ذرا مختلف ہے، انجیل متی پہلی انجیل ہے، متی بار بار پرانے عہد نامے کا حوالہ دیتا ہے، اس کا واضح رجحان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو اپنے یہودی اسلاف کے جوڑنے کا ہے، یہ متی حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے نہیں تھا۔ اگرچہ اسے بھی آپ کا شاگرد کہا گیا ہے، اس نے انجیل، مرقد اور لوقا سے ہی استفادہ کیا ہے، مرقد تابعی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لوقا بھی تابعی تھا، زید یہودی تھا، اس کی انجیل حضرت مسیح کے تقریباً ایک سو سال بعد لکھی گئی، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا ایسٹر کے دن لکھا ہے، اور پھر رسولوں کے احوال میں اسے ایسٹر کے چالیس دن بعد کا واقعہ بتایا ہے، تو پھر انجیل میں دو

باتیں متضاد ہوئیں۔

ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے، ایسٹر کے دن اور دوسری روایت میں ہے کہ چالیس دن بعد، ایک بات تو غلط ہوگئی؟

## عیسائی مذہب کا آغاز:

انجیل متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت داوٗد علیہ السلام تک کتنی پشتیں ہیں؟ (۲۸) انجیل متی میں ہے اور انجیل لوقا میں یہ ۴۲ پشتیں ہیں۔ اب کجا ۲۸ یا ۴۲ کی کوئی تو غلط ہوگئی اور نام بھی مختلف ہیں، عیسائی مذہب موجودہ شکل میں تب ترتیب پا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے ایک سوسال بعد طالوت نے ان کے نام پر یہ مذہب ترتیب دیا اور الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح اور تصریف فی التوحید کے عقیدے وضع کیئے۔

رفع مسیح کے عقیدے میں ان دونوں کا اختلاف تھا یہ میں آپ کو بعد میں سناؤں گا۔ اب یہ جو آپ نے دو صفحے پڑھے ہیں پھر ایک دفعہ پڑھ لیں......

اور جھوٹا مدعی نبوت قتل ہوتا ہے، انہوں نے اس کو مارا، تو معلوم ہوا کہ وہ سچے نہیں تھے۔ تو اب ان کے نزدیک کیا ہے کہ یہ لعنت کی موت ہے یہود اسے لعنت کی موت کہتے ہیں اور عیسائی اسے کفارہ کی موت کہتے ہیں، یعنی نجات پا گئے، ان کے نزدیک گناہ کی مزدوری موت ہے، تو مسیح کی موت کی شکل میں واقع ہوئی ہے پھر ان کی قوم کے گناہوں کو دھو دیا۔

## مسئلہ شفاعت اور عقیدہ کفارہ:

مسلمانوں کے عقیدے میں گناہ کا عقیدہ پیدا ہونا نیکیوں کی کثرت شفاعت پیغمبر اور اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوتا ہے، شفاعت پیغمبر سے گناہ گاروں

کے گناہ گرتے ہیں، مگر کسی بے گناہ کے کندھے پر نہیں آتے۔

عقیدہ کفارہ میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لادے گئے اور وہ اپنے تمام معتقدیوں کی طرف سے مصلوب ہوئے۔

جب عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ ہو تو یہ شفاعت پیغمبر پر بڑا زور دیتے ہیں۔ اور جملہ یہ بولتے ہیں کہ مسلمانو اگر تمہارے پیغمبر کی شفاعت سے تمہارے گنا ہ ڈھل سکتے ہیں تو کیا مسیح ہمارا منجی نہیں ہو سکتا، گناہ گاروں کیلئے؟ تم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے اپنے گناہ ختم کرواتے ہو، تو ہم اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے ایسا کروا لیتے ہیں، تم اس کا نام رکھتے ہو شفاعت پیغمبر اور ہم اس کا نام رکھتے ہیں کفارہ۔

## سفارش اور کفارہ میں فرق:

تو اس مسئلے پر شفاعت کے معاملہ پر آپ کو اتنا عبور ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص آپ کو دھوکہ نہ دے سکے، تو آپ اتنی بات ہی ذہن میں رکھیں تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ شفاعت پیغمبر میں پیغمبر کی شفاعت سے گناہ ڈھلتے تو ہیں لیکن وہ کسی بے گناہ پر تو نہیں آتے، جب نبی نے سفارش کی تو وہ گناہ کسی بے گناہ پر لادے گئے یا ختم کر دیئے گئے (ختم کر دیئے گئے) اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھے تو امت کے گناہ ان پر لادے گئے، کہ گناہ کے دھونے کیلئے وہ سولی چڑھ گئے، تو کیا وہاں گناہ ختم ہوئے یا بے گناہوں نے ان کو بھگتنا؟ (بے گناہوں نے بھاگتا) اور ہمارے عقیدے میں تو بے گناہ پر لازم نہیں تھے، تو سفارش اور کفارہ میں فرق ہے۔

## عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مختلف عقائد:

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مصلوب ہوئے اور نہ

مرے۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ کیا ہے سولی چڑھے اور مرے، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نہ مصلوب ہوئے اور نہ مرے، بلکہ زندہ عنصری آسمانوں پر اٹھائے گئے، ان کا ایک ساتھی جو کہ غدار ہو چکا تھا اس پر ان کی شبیہ اتاری گئی ......ولکن شبہ لھم......کا کیا معنی؟ اور ایک شبیہ لائی گئی ان کے سامنے، بعض ترجمہ کرتے ہیں کہ ان کو شبہ میں ڈالا گیا یہ نہیں ہے......ولکن شبہ لھم......ایک شبیہ لائی گئی ان کے سامنے اور وہ شکل انہی کی تھی۔ اور وہ شخص ان کی بجائے سولی لگا تین عقیدے ہوئے اور چوتھا کون سا عقیدہ ہے، تعدیل، یعنی عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے، لیکن سولی پر مرے نہیں، ہم کہتے ہیں کہ نہ سولی چڑھائے گئے اور نہ مرے اور تعدیلی کیا کہتے ہیں کہ چڑھائے گئے لیکن مرے نہیں۔

## قادیانیوں کا عقیدہ:

اب ان کا عقیدہ سن لو قادیانیوں کا، قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے تو وہ ہفتہ کی رات تھی اور تورات میں یہ لکھا تھا کہ کوئی مجرم ہفتہ کی رات کو سولی پر لٹکا رہے، یہ مقدس رات ہے، عبادت کی رات ہے، تو کوئی مجرم سولی پر نہ لٹکا رہے، جب انہوں نے مسیح علیہ السلام کو ہفتہ کی رات سولی پر لٹکایا تو پھر ان کو یاد آیا کہ آج تو ہفتہ کی رات ہے جب حضرت مسیح سولی پر بے ہوش ہوگئے، جان ابھی نکلی نہ تھی تو انہوں نے سمجھا کہ مر گئے، تو جب انہوں نے سولی چڑھے کی لاش اتاری تو مسیح کو بھی اتار دیا اپنے خیال میں اور رات ہی چلے گئے، صبح ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور ختم کریں گے۔

تو اپنے اپنے گھر جا کر یہ سو گئے، دور حضرت مریم کہیں دیکھ رہی تھی تو جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت مریم مسیح کی لاش کے قریب آئیں تو دیکھا کہ وہ تو زندہ ہیں اور......

## سولی چڑھانے کا طریقہ:

اس وقت ان کے سولی چڑھانے کا طریقہ کیا تھا پھانسی کسے کہتے ہیں؟ پھانسی کہتے ہیں اس موت کو جس میں گلہ یوں ہو جائے، اسے کہتے ہیں پھانسی۔ لیکن سولی میں گلہ نہیں گھونٹا جاتا، صلیب اس طرح کی لکڑی تھی تو اس کے ساتھ یوں بدن کو باندھ دیتے جس کو سولی چڑھانا ہو۔ اس کو اس طرح باندھ دیتے، اور اس کے ہاتھ جو ہیں اس طرح لٹک گئے، تو اس طرح سے ہوتا تھا کہ جب مجرم کو باندھ دیا گیا اس کے بعد اس کے بدن میں ہتھوڑوں کے ساتھ کیل لگاتے تھے، جہاں لکڑی ہوتی تھی، ادھر سے کیل لگانا شروع کیا تو کیل اس طرح لگائے کہ وہ جسم اور لکڑی دونوں کے ساتھ ہو گئے۔ اور خون بہنا شروع ہو گیا، تو خون ادھر سے بہہ رہا ہے ادھر سے بہہ رہا ہے آخر یہ مرے گا تو جب وہ پہلے بے ہوش ہو جاتا مریض یا مجرم جو بھی ہو تو بعد میں مر جاتا تو سولی چڑھانے میں میخیں لگائی جاتیں اور خون گرتا۔ اور اس کو باندھا ہوتا اچھی طرح، تو گلہ گھونٹے کا یہ رواج نہیں تھا۔

## مسیح بچ گئے:

یہ گلہ گھونٹا اور پھانسی یہ اس قسم کا ایک طریقہ ہے، اب اگر سمجھ تو لیا گیا یہ مر گیا ہے، لیکن وہ مرا نہیں، جب اس کو اتار لیا گیا اگر زخموں پر مرہم رکھی جائے پٹیاں باندھی جائیں تو وہ بچ سکتا ہے کہ نہیں؟ (بچ سکتا ہے) تو حضرت مریم علیہا السلام نے فوراً پٹیاں باندھ دیں، تیل وغیرہ لگا کر، یا کوئی اور چیز لگا کر، انہوں نے پٹیاں باندھ دیں اب جب پٹیاں باندھ دیں تو خون نکلنا بند ہو گیا، کچھ وقت کے بعد ان کو ہوش آ گیا۔

اب خیال تھا کہ صبح کو یہ آ جائیں گے، تو تھوڑے سے مسیح حرکت کے

لائق ہوئے، تو ماں اور بیٹا وہاں سے چلے گئے۔

## مقام ربوہ اور قادیانی:

ایک اور موقع ہے، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر کا بیان ہے قرآن میں فرمایا ...... ذات قرارو معین...... ہم نے ان دونوں کو پناہ دی ...... الی ربوۃ ...... ربوہ کی طرف، ان کے عقیدہ کی طرف، وہاں نیچے پانی بہہ رہا تھا، وہاں ہم نے ان کو پناہ دی، تو یہ واقعہ کسی اور موقع کا ہے، اس کو قادیانی یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام وہاں سے بھاگے اور بھاگ کر کہاں آ گئے؟ ایک اونچے ٹیلے پر اور اونچے ٹیلے سے مراد اونچا ٹیلہ نہیں، بلکہ ٹیلہ علاقہ ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کشمیر کی زمین تھی۔ جہاں چشمے بہتے تھے تو حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے اس جگہ پہنچے تو زخمی تھے، لیکن ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی تو چڑھے لیکن مرے نہیں۔

اب ہمیں پتہ چل گیا کہ قرآن نے کہا کہ ...... وماقتلوه وما صلبوه ...... نہ تو انہوں نے مارا اور نہ وہ قتل ہوئے، اب قتل اور سولی کو ایک معنی میں نہ لو، اللہ نے قتلوه کا لفظ کیوں کہا؟ معلوم ہوا کہ سولی چڑھنا اور موت یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک کہتا ہے کہ سولی چڑھتا ہے مرتا نہیں، تو کہہ سکتے ہیں کہ صلبوه ...... لیکن قتلوه نہیں کہہ سکتے، تو اللہ نے فرمایا ...... وماقتلوه وماصلبوه...... تو حضرت عیسی کے بارہ میں چار قوموں کے چار نظریے ہیں۔

## چار قوموں کے چار نظریے:

عیسائی اور یہودی کہتے ہیں کہ سولی چڑھے اور نہیں مرے، لیکن فرق دونوں میں کیا ہے؟ ایک کہتا ہے کہ سزا کی موت تھی، اور ایک کہتا ہے کہ کفارہ کی

موت تھی۔

مسلمان کہتے ہیں کہ نہ سولی چڑھے اور نہ مرے، بلکہ اللہ نے ان کو اٹھالیا۔قادیانی کہتے ہیں کہ چڑھے لیکن مرے نہیں اور کشمیر آ گئے۔

کشتی فضل میں انہوں نے لکھا کے......هذا قبر عيسى ابن مريم ...... یہاں عیسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ ہے۔

## قبر عیسیٰ کی تحقیق:

اس پر بہت بحث ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر، ہم کہتے ہیں کہ یہ لکھا ہوا کہ یہ قبر عیسیٰ ہے، یہ بہت بعد کا حصہ ہے، اور قبر بھی اتفاق سے شمالاً جنوباً ہے۔ اور مسلمانوں کی قبریں کس طرح ہوتی ہیں شمالاً جنوباً، یہ ہے قبلہ کی طرف اور جو اسرائیلوں کی قبریں ہیں وہ ہوتی ہیں شرقاً غرباً ان کا منہ ہوتا ہے بیت المقدس کی طرف، تو عیسیٰ علیہ السلام دور محمدی کے تو نہیں تھے ان کی قبر کس طرح ہونی چاہیے تھی، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان کی قبر ہے انہوں نے یہ بنالیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔

تو قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے، لیکن سولی پر مرے نہیں وہ ابھی زندہ تھے مگر ان کو مردہ سمجھا اور سولی سے اتار لیا گیا۔ یہ آدھی رات کا وقت تھا اور تورات کے مطابق یہ منع تھا کہ مجرم کی لاش اس رات سولی پر لٹکی رہے، جلدی سے ان کو صلیب سے اتار لیا گیا اور زخم سے آرام پانے کے بعد وہ کشمیر چلے گئے اور وہیں ان کی قبر ہے، یہ قادیانیوں کا مؤقف ہے۔

اب آیت کا کچھ تعارف ہو گیا؟ (جی) اب میں اس پر بیان شروع کرتا ہوں۔

## حکم ربانی اور آدم علیہ السلام:

اب یوں سمجھو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ نے اس درخت کے قریب نہیں جانا......لا تقربا هذه الشجرة......اور اگر اس درخت کے قریب گئے تو تم ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے، زیادتی سے مراد یہ ہے کہ یہ حکم ہمارا ہے تم نے اس کے خلاف نہ کرنا، تو حضرت آدم علیہ السلام کو یہ خدشہ پہلے سے تھا کہ میری آبادی زمین پر ہوگی چونکہ ہمیں زمین خندہ بنایا گیا، تو حضرت آدم علیہ السلام ہر وقت دل میں یہ تمنا کرتے کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ ہمیں یہاں سے نکلنا نہ پڑے اور قرب خداوندی نہ چھوٹے۔

ابلیس نے ان کو کہا کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھاؤ تو تم یہیں رہو گے یا فرشتے بن جاؤ گے، قرب الٰہی کی دولت کیلئے تو یہ تو کھوئے ہوئے تھے، خدا کی محبت میں انہوں نے کہا کہ چلو ہم درخت کا پھل کھاتے ہیں تو یہ اس طرح کی نافرمانی ہے کہ جس طرح کوئی استاد یا شیخ وہ طالب علم کو کہے کہ بیٹا میرا جوتا نہ اٹھانا میں خود اٹھاؤں گا وہ کہے کہ نہیں نہیں میں اٹھاؤں گا، تو یہ حکم کی نافرمانی ہے حقیقت میں یہ قرب کی مزید تلاش ہے۔

تو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے خلاف جو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظاہراً اس کے خلاف تھا، تو قرآن کی ایک آیت ہے......عصی ادم ربه......تو کا ترجمہ یہ ہوگا صحیح تفسیر کے طور پر کہ آدم نے ظاہری طور پر نافرمانی کی تو باقی قرائن سے ہم نے استنباط کیا ظاہر تو......عصی ادم......کا معنی حقیقی گناہ نہیں کہ ظاہری صورت اس کی گناہ کی تھی، حقیقت میں ان کی عرض کیا تھی کہ تلاش قریب خداوندی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور باتیں بھی کہی تھیں کہ ایک تو اس درخت کے قریب نہ جاؤ، دوسرے تم جانو شیطان تمہارا اصل دشمن ہے، اب آدم علیہ السلام جو بات بھولے وہ دوسری تھی کہ شیطان عدو مبین ہے، اور اس کی باتوں میں آ گئے۔ شیطان نے کہا ...... انی لکما لمن الناصحین ...... جو بات اس کے خلاف تھی ...... ان الشیطن لکما عدو مبین ...... تو حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے۔

## مالک کی ناراضگی اور حجت:

لیکن جب مالک کی ناراضگی دیکھی تو حضرت آدم علیہ السلام نے حجت نہیں کی، دلیل پیش نہیں کی، اپنے آپ کو سچا کہنے کی کوشش نہیں کی، فرمایا ...... ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا ...... اللہ بھی مان گئے اور توبہ قبول کر لی اور جب حضرت آدم علیہ السلام وہاں سے نکلنے لگے تو کہا کہ اے آدم وحوا ...... اما یأتینکم منی ھدی ...... اگر میری طرف سے تم پر نبوت اترے، ہدایت اترے ...... فمن تبع ھدای ...... اب بشارت دی جا رہی ہے کہ نبوت اترے گی، یہ تو تبھی ہے کہ توبہ قبول ہو چکی تھی۔

## بشری تقاضے شروع:

تو زمین پر آنا اس درخت کے پھل کھانے کے بعد، کیوں، جنت کے پھل ایسے ہیں کہ جن سے انسان کو قضائے حاجت نہیں، لیکن اس درخت کا پھل ایسا تھا کہ جس کے بعد ان کے تقاضے ہوئے، جب یہ تقاضے تھے تو جنت کا لباس اترنا شروع ہوا۔

## لباس پورا نہیں اتارا:

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمت فرمائی، اشارہ کر دیا کہ جنت کا لباس پورا

نہیں اترتا اور تھوڑا سا باقی رہے تاکہ معلوم ہو کہ پھر اگر رجوع کرو تو واپس، تو جو جنت کا لباس کیسا تھا؟ یہ ناخن کے اوپر کی جو سطح ہے اس کے اندر سے خون تو نظر آتا ہے، یہ کھال تھی موٹی سارے بدن پر، اس پر سردی گرمی بھی اثر نہیں کرتی تھی، جب یہ لباس اترنا شروع ہوا تو اترتے اترتے یہاں تک رہ گیا، اس کا معنی یہ تھا کہ خدا کی بادشاہی ہے، کسی صورت میں تم بے نصیب نہیں، تھوڑا سا نشان رکھ لیا ہے، پھر جو کوشش کرو تو آسکو گے، لیکن امتحانات کی منزلوں سے گزر کر آؤ گے۔

## گناہ دُھلنے کے بعد:

تو آپ ذہن میں یہ بات رکھیں کہ آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کا یہاں آنا اس وقت تھا جب گناہ دھل چکے تھے، اور پھر اللہ کا یہ منشی تھا کہ یہ دنیا خدا کے ذکر سے آباد ہو تو آدم کو اور جگہ اتارا، حوا کو اور جگہ اتارا، تو یہ سزا کے طور پر نہیں، اس لیئے کہ زمین پر آتے ہی کچھ وقت یہ زمین خدا کی یاد سے آباد ہو، حضرت آدم علیہ السلام کو صرف خدا کی یاد، حضرت حوا علیہا السلام کو خدا کی یاد ایک دوسرے سے مل نہیں رہے۔

## میدان عرفات میں ملاقات:

جب زمین کو کچھ عرصہ یہ شرف حاصل ہوا خدا کی یاد کا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ملا دیا میدان عرفات پر اور عرفات کا ملنا وہ اس امت میں علامات باقیہ قرار دیا، حج اسی کی یاد ہے، یہ بات ذہن میں آگئی۔

## طبعی تقاضہ کہ سزا:

حضرت آدم علیہ السلام کی معافی تو ہو چکی تھی ادھر ہی۔ تو زمین پر آنا اس کے طبعی تقاضے کے مطابق ہے، سزا کے طور پر نہیں اور بشارت مل چکی تھی کہ آئندہ

آپ پر نبوت بھی آئے گی اور زمین بھی اللہ کے ذکر سے آباد ہوتی رہی، تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کا یہاں آنا سزا تھا یا خدا کا ایک نظام تھا؟ (خدا کا نظام تھا)

## لطف جام اس کا:

عیسائی کہتے ہیں کہ یہ سزا تھی، اگر یہ سزا تھی تو پھر آدم کا بیٹا پیدائشی طور پر گناہ گار ہے، اور اگر یہ سزا نہیں تو آدم کا بیٹا پیدائشی طور پر گناہ گار نہیں تو ہم فطرت اسلام پر ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا!

''میری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی''

کہ میں نے اس درخت کا پھل کھایا تو میں اپنے مقام سے تو گر گیا میری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی...... گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن تھام اس کا، کہ گرتے گرتے تباہی بھی تو ہو سکتی تھی، لیکن نہیں۔

پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے لطف جام اس کا
کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطف عام اس کا

شہادت دے رہی ہے اس کی یکتائی پر ذات اس کی
دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا ایک نام اس کا

میری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمت تھی
گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن تھام اس کا

لیکن اب آئندہ کیلئے!

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

## ندامت کے آنسو:

اب ایک بات ہمارے ذہن میں یہ آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور گر کر اٹھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے۔

"کتاب کے پھول خدا کو اتنے پیارے نہیں جتنے ندامت کے آنسو"

ندامت کے آنسو خدا کو کتاب کے پھولوں سے زیادہ پیارے ہیں۔

## باپ اور بیٹے کی محبت:

ایک شخص کی خواہش تھی کہ میرا بیٹا تابعدار رہے، بیٹے نے قصور کیا باپ کو غصہ آیا، لیکن اسی وقت بیٹا جو تھا وہ باپ کے آگے زمین پر گر پڑا اور رونے لگا۔ اب باپ کا دل اس کے قرار میں، اتنی محبت جوش میں آئی ہے کہ اس سے یہ نافرمانی نہ ہوتی تو ممکن ہے کہ اتنا جوش میں نہ آتا گرا وہ اور آنسو باپ کو آ گئے، وہ غصے کے آنسو تھے یا محبت کے؟ (محبت کے) اور یہی محبت کے آنسو ہی گرتے ہیں اور محبت کے آنسو وہ جانے جس نے اس وادی میں قدم رکھا، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ندامت کے آنسو کتاب کے پھولوں سے زیادہ خوشبو رکھتے ہیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ وہ سوز پیدا کرنا چاہتے آدم سے، اور وہ اس کی بنا نہیں ہوسکتا تھا کہ نافرمانی بھی ہو کہ

بڑا مزا اس پیار میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ کے بعد

نافرمانی کے بعد جو جھکنا ہے، اس کی جو قیمت ہے اس کی جو اہمیت ہے، وہ بہت زیادہ ہے، یہ مسئلہ سمجھ میں آیا؟ (جی)

## خواجہ باقی باللہؒ اور ابلیس:

میں آپ کو ایک اور مثال سے سمجھا دوں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے ولی گزرے، تو ان کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ تو ایک دن تہجد کی نماز قضا ہونے لگی، کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت تہجد پڑھیں، ان کو پتہ تھا کہ میرا خادم تو یہاں کوئی نہیں تھا، کس نے آواز دی کہ حضرت تہجد پڑھیں تو حیران ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ حضور میں ابلیس ہوں انہوں نے کہا کہ ابلیس کا کام جگانا ہے آپ نے سمجھا کہ یہ ابلیس کیسے آ گیا، تو پھر آپ نے اپنا عمل کیا اور فوراً کہا...... ولا خول ولا قوة...... تو وہ واقعی غائب ہوگیا، اب آپ کو یقین ہے کہ واقعی ابلیس تھا، اگر ابلیس نہ ہوتا تو غائب نہ ہوتا ابلیس پھر آ گیا۔

اب انہوں نے شکل سے پہچان لیا۔ اللہ والوں کو نظر بھی آ جاتا ہے، تو کہا تو ابلیس ہے؟ جی میں ابلیس ہوں، تیرا تہجد سے کیا مطلب؟ تو تو غافل کرتا ہے۔ تو جگاتا تو نہیں، وہ کہنے لگا حضور آپ نماز پڑھیں کہیں وقت نہ چلا جائے، اتنا نیکوکار ہے؟ حضرت نے نماز پڑھی پھر حاضر ہوا کہنے لگا حضرت آپ کی فلاں دن تہجد کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو آپ صبح کو جب اٹھے تو اتنا روئے اللہ نے آپ کو وہ درجہ دیا جو زندگی بھر کی تہجد سے بھی نہ ملا۔

کیونکہ ندامت کے آنسو خدا کو بڑے پیارے ہیں، جو ندامت کے آنسو ہیں وہ موتی ہیں، جو خدا خود چنتا ہے تو مجھے آج پھر ڈر لگا کہ ان کو وہ مرتبہ نہ مل جائے تو میں نے کہا کہ میں جگا دوں، تو میں اپنا کام کرتا ہوں۔

تو یہ بات میں نے آپ کو سمجھانے کیلئے کہی کہ ندامت کے آنسو بہت پیارے ہیں، تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن منزلوں سے گزارا۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں اضافہ ہوا۔ قصہ یاد رہے گا؟ (جی)

# اہلِ تشیع کا استدلال

اب تھوڑی سی بات ہے وہ متعلق ہے شیعہ سے، وہ بتا کر پھر آدم علیہ السلام کا قصہ آگے چلاتے ہیں، اب آپ قیاس اور اندازے سے جواب دیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب کہا کہ تم نے اس درخت کے قریب نہیں جانا تو فرشتے کہاں گئے؟ فرشتے بھی تو وہیں تھے، تو وہاں پتہ تھا اور ابلیس نے جب آدم علیہ السلام کو بہکایا تو یہ خود کہاں تھا؟ ابلیس وہیں تھا، تو یہ مسئلہ بڑا اہم ہوگیا کہ ابلیس نے بھی جب انکار کیا خدا کا، اس کے حکم کا، تو پھر ابھی وہاں سے نکلا نہیں، خدا نے نکالنا تو تھا اسے لیکن ابھی نکالا نہیں، اس کو علم تھا کہ اکھٹے ہوں گے، تو ابلیس ابھی وہاں سے نکلا نہیں اس کا راز پھر میں آپ کو بتاؤں گا تھوڑا سا آگے چل کر۔

ابھی پہلی بات یہ بتا رہا ہوں کہ آدم علیہ السلام کو جب حکم ہوا کہ تم نے یہ نہیں کرنا، تو فرشتے کہاں تھے؟ (ادھر ہی تھے) وہ دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو خلیفہ نہیں بنایا، جب اللہ نے کہا تھا ......انی جاعل فی الارض خلیفة ......تو فرشتوں نے بڑے ادب سے کہا تھا ......اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء ......کہ اے اللہ! زمین میں تو وہ مخلوق خلافت کیلئے بنا رہا ہے جو کرے گی فساد اور خون ریزی۔

اب ایک سوال ابھرا کہ فرشتوں کو کیسے پتہ چل گیا؟ اگر کہو کہ جنات پر قیاس کیا، تو قیاس کے ساتھ تو ایسی بات نہیں کی جاسکتی کہ جو نص کا مقابلہ ہو، خدا نے تو کہا تھا کہ ......انی جاعل فی الارض خلیفة ......یہ تھی نص تو نص کے مقابلے میں قیاس کرنا یہ کیسے مقابلہ ہو؟ یہ فرشتوں کا کام تو نہیں، کیوں؟ اے اللہ تو اس کو خلافت دے رہا ہے کہ جو خلافت کے لائق نہیں کہ جو زمین میں فساد کرے وہ

خلافت پائے، یہ سوال کر رہے تھے کہ کوئی کہانی تو نہیں ڈال رہے تھے کہ خدا کے سامنے کہانی ڈال رہے ہیں، نہ یہ سوال اللہ کے بتلانے سے تعلق رکھتا تھا کہ انہوں نے کہا کہ......من یفسد فیھا ویسفك الدماء......اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ اگلی بات بھی کہہ دی ......ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك...... ہم تیری پاکی بولتے ہیں، اشارۃً کیا کہہ گئے؟ کہ خلافت ہمیں ملے، تو اس کے مقابلہ میں بڑے ادب کے پیرائے میں بات کہی۔

تو یاد رکھو کہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا فرشتوں کا کام نہیں، اس لیئے انہوں نے قیاس نہیں کیا، لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے قیاس، لیکن یہ انہوں نے خود قیاس کرلیا، صحیح بات ہے؟

فرشتے جو تھے ان کا یہ تھا اجتھاد، اجتہاد کیا تھا کہ جو آگ اور پانی سے ملے گا۔ جب آگ اور پانی مل جائے تو شاں شاں ہوتا ہے، تو جس طرح آگ اور پانی ملے تو کیا ہوگا؟ شاں شاں، اور پھر مٹی اور ہوا، ہو الطیف، مٹی ثقیل تو لطافت اور کثافت میں وہ تضاد ہے کہ اب یہ تضاد ہوگا تو خون ریزی ہو گی، تو انہوں نے دو میل دیکھے آگ اور پانی، مٹی اور ہوا، تو دو باتیں کہیں......اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء......اپنے بارہ میں بھی دو کہ...... نحن نسبح بحمدك و نقدس لك...... حاکمانہ جواب ملا...... انی اعلم ما لا تعلمون...... میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، میں تمہیں بتا رہا ہوں سن لو۔

میں آپ سے سوال پوچھتا ہوں تو اس کا جواب اندازے سے دیں۔ کیا؟ کہ جب فرشتوں نے سنا کہ اللہ نے فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا۔ تو آدم علیہ السلام جب درخت کے قریب گئے تو فرشتے خوش ہوں گے یا پریشان؟ (خوش ہوں گے) خوش کیوں کہ دل میں تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے

دیکھ لیا خلافت دے کر، یہ پہلا حکم دیا...... لا تقربا هذه الشجرة...... اور اس نے پہلا ہی حکم توڑ دیا...... نحن نسبح بحمدك ونقدس لك...... اب ہماری تاریخ ہے...... لایأخذون ما امرهم و هم یفعلون...... تو دیکھ لیا نئی مخلوق کو خلافت دے کر، تو فرشتے ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ نہیں (پتہ تھا) کہ فرشتے خوش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اگر چاہتے کہ میری بات رہے کہ جب آدم علیہ السلام کا ہاتھ درخت تک پہنچ رہا تھا تو اس وقت اللہ کے قاھرانہ ہاتھ، آدم علیہ السلام کو روک سکتے تھے کہ نہیں؟ (روک سکتے تھے) لیکن اللہ نے روکا نہیں، اللہ بھی چاہتا تھا کہ بے شک ہو، کیوں؟ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے تھے کہ معصومیت خلافت کیلئے شرط نہیں، اعلان آدم کی خلافت کا ہوا ہے تو معصومیت خلافت کیلئے شرط نہیں، اس لیئے ہونے دو، لیکن آدم علیہ السلام ہے پھر بھی خلیفہ۔ معصومیت نبوت کی شرط ہے۔

## خلیفہ کیلئے شرط معصومیت:

جب آدم علیہ السلام خلیفہ ہے تو معصومیت شرط نہیں، تو شیعہ جو کہتے ہیں کہ خلیفہ کیلئے معصوم ہونا شرط ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ اصول نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے اپنی حکمت کے ساتھ خود ہونے دیا، تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ معصومیت خلافت کیلئے شرط نہیں، تو شیعہ کا اصول کہاں گیا؟ پھر خدا نے اترتے ہوئے ذکر کیا...... فامایا تینکم منی هدی فمن تبع هدای...... اشارہ کیا کہ ہدایت آئے گی وہ ہدایت کون سی ہوگی؟ وہ ہدایت ہے نبوت، جب وہ آئے گی تو آدم علیہ السلام پھر معصوم۔

اس کا جواب نہیں دے سکے ابھی تک، کہ خلافت کیلئے معصومیت شرط نہیں، ایک بات اب ضمناً سامنے آئے گی۔

کہ ابلیس کہاں تھا؟ جب اس نے نافرمانی کی تو اللہ نے اس کو نکالا نہیں۔ رکھا اپنے پاس کہا......یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ......تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو یہ سوال جواب کہاں ہوتے ہیں؟ اوپر تو معلوم ہوا کہ نکالا نہیں گیا، اگر نکالا گیا ہوتا تو پھر سوال وہاں نہ ہوتے، بلکہ سوال یہاں ہوتے، سوال کہاں ہوا؟ (وہیں ہوا) اور اس نے جواب جب دیا، یہ جواب اس نے وہاں دیا یا یہاں؟ تا کہ اگر معلوم ہو کہ ابھی نہیں نکالا تھا۔

اس کیلئے یاد رکھیں کہ یہ سارے کے سارے سوالات وہیں کے ہیں، یہ سارا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہ سارے سوالات وہیں ہو رہے ہیں۔

اس میں تو اختلاف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے نکالا یا بعد میں، لیکن جب سوال جواب ہو رہے ہیں تو ادھر ہے، اس لیئے کہ جب آدم علیہ السلام کیلئے کہا کہ سجدہ کرو تو ......فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس...... اب ایسا وقت آئے کہ ڈکلیئر ہو جائے، جس نے غلط کیا ہے اس کو نکالا جائے گا، کہ آپ کا خیال ہے کہ جب اس نے سجدہ نہیں کیا تو مڑ کر دیکھا تو زمین پر۔ نہیں بلکہ اس نے پورا ڈرامہ کیا آگے اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے مہلت دے دو، تو خدا نے کہا جا تجھے مہلت دی، یہ ساری بات چیت ادھر ہی ہے، اب اس نے یہاں مہلت مانگی۔

## ابلیس کا جنت سے نکلنا:

آدم علیہ السلام کو ابلیس نے جو سجدہ نہیں کیا اس وجہ سے وہ جنت سے نہیں نکلا، یہ ایسی نافرمانی نہیں تھی کہ اس کی وجہ سے جنت سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نکالا نہیں، وہ تھا تو جنت میں، اس کا درجہ وہی تھا جو پہلے تھا، لیکن یہ

گناہ گار جن ہے لعنت کا طوق اس کو نہیں پہنایا، اس کو راندہ نہیں کیا، مردود نہیں کیا، اور ہم گناہ گار ہیں، مسلمان ہیں، خدا کا نام لیتے ہیں تو ہمیں ہمارے کسی گناہ پر ہمیں مردود کیا ہے (نہیں) تو جنات میں سے اتنی بات پر خدا مردود کردے، اتنی بات کہ خدا کی نافرمانی کی خدا راندہ کردے گا، نہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے شان کے خلاف تھا کہ اگر اس وقت اسے کہتے کہ نکل جا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو کہا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا، یہ سوال کب کیا؟ جب خدا نے چاہا، فوری نہیں کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور سے کہا...... انا خیر منه...... میں اس سے بہتر ہوں ...... خلقتنی من نارو خلقته من طین...... تو اب اس نے تکبر کا دم بھرا، سجدہ نہ کرنا گناہ تھا لیکن جب کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو اس نے اللہ کے حضور میں ذات کا مسئلہ اٹھایا کہ میری ذات اعلیٰ ہے آگ والی۔ اسکی ذات میں مٹی ہے جو کمتر ہے...... انا خیر منه خلقتنی من نارو خلقته من طین......

## خلافت میں ذات:

تو مسئلہ خلافت میں ذات کا مسئلہ اٹھانا کہ خلافت ذات پر ملی ہے کہ جو بنو ہاشم میں سے ہوگا وہ اعلیٰ ہے دوسروں کی نسبت، جو خاندان رسالت میں سے ہے وہ اعلیٰ ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت، تو خلافت کیلئے یہ ذات کا مسئلہ اٹھانا اور اپنے آپ بڑا کرنا اس کا نام ہے تکبر۔

تو ابلیس سے جرم کتنے ہوئے؟ (دو) ایک ہے کہ میں سجدہ نہیں کرتا ایک ہے واستکبر کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، تو جنت سے جو نکالا گیا ...... ابی ...... واستکبر ...... میں، تو اس کو جو مہلت ملی درمیان میں کہ جنت میں ابلیس اتنا عرصہ گھومتا رہا، تو یہ وہ دور ہے جو ابی اور واستکبر کے درمیان میں ہے، وہ اللہ تبارک

وتعالیٰ نے استکبار کے اظہار کیلئے، جو وقت علم الٰہی میں طے شدہ تھا وہ اس کو دیا
اور ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو ورغلایا یہ ساری باتیں درمیان میں ہوئیں
تو توابی اور واستکبر یہ دو منزلیں ہیں۔

## خلیفہ اول اور اس کا انکار:

اب اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں خلیفہ اول کون تھا؟......انی جاعل فی الارض خلیفة......آدم علیہ السلام خلیفہ اول ہیں، خلیفہ اول کے مقابلہ میں ذات کا مسئلہ اٹھانا کہ میں اس کی خلافت کیوں مانوں، یہ کس کا کام تھا؟ (شیطان کا) تو دنیا میں پہلا گناہ جو ہوا وہ تھا خلیفہ اول کا انکار، تو ابلیس کو جنت سے نکالا گیا خلیفہ اول کا انکار کرنے کی وجہ سے، تو وہ جو سجدہ کرنا تھا وہ نشان تھا حضرت آدم کی خلافت کو قبول کرنے کا، تو اس نشان کی وجہ سے نکالا نہیں بلکہ اپنی ذات کا مسئلہ اٹھایا کہ میری ذات اعلیٰ ہے، خلافت کے مسئلے میں ذات کا مسئلہ اٹھانا یہ پہلے کس نے کیا؟ (شیطان نے) اب وہ ذات کا مسئلہ اٹھاتے ہیں کہ پیغمبر کی رشتہ داری پر خلافت ہے۔ یہ ذات کا مسئلہ ہے۔

## خلافت میں اختلاف اور شیطان:

تو یاد رکھو کہ خلافت میں ذات کا مسئلہ اٹھانا یہ شیطان کا کام ہے، اور جو نکالا گیا وہ خلیفہ اول کے انکار کی وجہ سے، اور اللہ نے خلافت منوانے کا طریقہ کیا اختیار کیا؟

## خلافت منوانے کیلئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا:

خلافت منوانے کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ خلافت منوانے کیلئے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سجدہ اصل میں ذات الٰہ کو تھا آدم قبلہ کے طور پر تھے۔ ان کو سجدہ نہیں

تھا سجدہ خدا کو تھا اور رخ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف تھا، تو منشئی خداوندی کیا تھا؟ حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود بنانا یا حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت منوانا (حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت منوانا)

## خلافت منوانے کا طریقہ:

تو معلوم ہوا کہ خلافت منوانے کا الٰہی طریقہ یہ ہے کہ جس کی خلافت منوانی ہے اس کو آگے کر دیتے ہیں، جن سے منوانی ہو اس کو پیچھے کر دیتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب آخری وقت آیا تو جس کی خلافت منوانی تھی اس کو مصلےٰ امامت پر کھڑا کر دیا اور جن سے منوانی تھی ان کو کہا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھو۔

## خلافت الٰہی اور خلافت رسالت:

تو خلافت کے اصول دونوں جگہ مشترک ملیں گے، خلافت الٰہی میں اور خلافت رسالت میں، تو خلافت الٰہیہ میں بھی کہا گیا کہ خلیفہ کیلئے معصومیت شرط نہیں، نبوت کیلئے شرط ہے، دوسری یہ کہ جس کی خلافت منوانی تھی اس کو آگے اور جن سے منوانی تھے اس کو پیچھے، یہاں بھی جس کی خلافت منوانی تھی اس کو آگے کھڑا کر دیا اور جن سے منوانی تھی ان کو پیچھے کھڑا کر دیا۔

اور فرشتے اللہ پاک کے قرب میں اس مقام پر تھے جہاں انسان نہیں تھا۔ انسان زمین پر، وہ اس کے قرب میں، تو خدا نے خلافت آدم علیہ السلام کو دی، ان کو نہیں دی۔

## خلافت قرب پر نہیں کمال پر ملتی ہے:

تو خلافت کا تیسرا اصول یہی سامنے آیا کہ خلافت قرب پر نہیں ملتی خلافت کمال پر ملتی ہے، کمال دور والا لے جائے، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لے گئے، تو خلافت وہ کہلائی، تو خلافت قرب پر نہیں ملتی، تو آدم علیہ السلام کے اس قصہ میں یادرکھیں۔

کہ ابلیس جنت سے اس لیئے نہیں نکالا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا، بلکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے لئے اس نے جو ذات پات کا مسئلہ اٹھایا اور خلافت کیلئے اس نے اپنے آپ کو بڑا جانا، اور تکبر کیا، تو اس کے بارہ میں خدا نے کہا...... ابی واستکبر و کان من الکافرین...... تو ابیٰ کی تفسیر اور ہے، واستکبر کی تفسیر اور ہے۔

## واجب الوجود اور ممکن الوجود:

وجوب تین ذکر کئے گئے، ایک وہ کہ جن کا موجود ہونا ضروری ہے، وہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں، سارا نظام ختم، اس کا ہر دور میں موجود ہونا ضروری ہے، اس کو کہتے ہیں واجب الوجود یعنی اس کا وجود واجب ہے، ہر دور میں رہے، ہر وقت اور نہ ہو تو پھر کوئی بات بھی اپنی جگہ ٹھیک نہیں رہتی، اس کو کہتے ہیں واجب الوجود۔

اور ایک ہے کہ ہو تو ٹھیک اور نہ ہو تو نقصان کوئی نہیں، اس کو کہتے ہیں ممکن الوجود۔

مثلاً ایک انسان وہ ہو گیا دنیا میں تو کوئی نقصان نہیں اور نہ ہوتا تو کوئی کمی نہ تھی، تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، نہ اس کا ہونا ضروری تھا نہ "نہ ہونا" ضروری ہے، اسے کو کہتے ہیں ممکن الوجود۔ اللہ رب العزت واجب الوجود اور ساری مخلوق ممکن الوجود۔

اور جس کا نہ ہونا ضروری ہو، ایک وہ جس کا ہونا ضروری ہے اور ایک وہ جس کا نہ ہونا ضروری ہے، مثلاً شریک الٰہی شریک باری تعالیٰ یہ ہو سکتا

ہے؟ (نہیں) ممکن ہے؟ (نہیں) ان کو کہتے ہیں ممتنع الوجود، واجب الوجود، ممکن الوجود اور دونوں کے ساتھ ممتنع الوجود۔

تو جو وجوب موجود ہوئے وہ دو ہیں، ایک واجب، ایک ممکن، اور جو ممتنع ہے وہ تو ہے نہیں، وہ تو نفی ہے، موجود تو دو ہی ہیں؟ (جی)

## اگر عیسائیوں سے بات ہو تو:

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کیا تھے؟ ہمارا جب عیسائیوں سے مباحثہ ہو تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ واجب الوجود یا ممکن الوجود۔ وہ اگر کہیں واجب الوجود تو ہم کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام سے پہلے ان کا وجود کہاں تھا؟

اور اگر وہ واجب الوجود نہیں، وہ ممکن الوجود ہیں۔ تو ممکن الوجود واجب الوجود کا بیٹا کیسے ہو گیا، کیونکہ باپ اور بیٹے کی جنس ایک ہوتی ہے، تو اب باپ واجب الوجود اور بیٹا ممکن الوجود، یہ کیسے؟

تو عیسائیوں سے جب بات ہو تو اگر وہ منطق جانتا ہے تو اس وقت کہو مسیح علیہ السلام واجب الوجود ہیں یا ممکن الوجود، اگر واجب الوجود ہیں تو حضرت مریم سے پہلے ان کا وجود بتاؤ، اور اگر ممکن الوجود ہیں تو ممکن الوجود واجب الوجود کا بیٹا کیسے؟ بیٹے اور باپ کی جنس ایک ہوتی ہے۔

## اگر بریلویوں سے بات ہو تو:

بریلویوں سے بات ہو تو ان سے پوچھو کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن الوجود ہیں یا واجب الوجود؟ اگر ممکن الوجود ہیں تو وہ واجب الوجود کا حصہ کیسے بن سکتے ہیں، تو پھر......نور من نور اللہ......کا عقیدہ کہاں گیا، کہ اللہ تعالیٰ کا نور، تو نور

قدیم ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔

تو حضور ﷺ اگر واجب الوجود ہیں تو خدا کے شریک ہو گئے، اگر ممکن الوجود ہیں تو ممکن الوجود واجب الوجود کا ٹکڑا کیسے ہو سکتا ہے؟

اس کو اچھی طرح پکڑ لو ممکن الوجود اور واجب الوجود اللہ واجب الوجود حضور ﷺ اور ساری مخلوق ممکن الوجود ممکن الوجود واجب الوجود کا ٹکڑا نہیں ہو سکتا ممکن الوجود اور واجب الوجود ایک جنس سے نہیں ہو سکتے۔

اب یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کے مخلوق ہونے کا عقیدہ ضروری ہے یا نہیں؟ (ہے) اگر کوئی کہے کہ حضور مخلوق نہیں، یہ تو نہیں کہ حضور ﷺ خالق ہیں، لیکن اس نے یہ بھی کہا ہے کہ مخلوق نہیں، تو آپ کے مخلوق اور ممکن الوجود کا عقیدہ ضروری ہے۔

## ممکن الوجود احمد رضا خان کی نظر میں:

احمد رضا خان کہتا ہے کہ ممکن الوجود وہ ہے کہ جس کی ایک ابتداء ہو ایک انتہاء ہو، جس طرح کمان ہے، تو کمان کے دو حصے ہیں ایک ادھر ایک ادھر، اس طرح ممکن الوجود کمان کے اندر ہے، ایک اس کی ابتداء ہے ایک اس کی انتہا ہے، اور واجب الوجود کمان کے اندر ہے، (نہ)......الرحمان علی العرش استوی...... کمان کے اندر کیا ہے ممکن الوجود۔

تو اس کا ایک ازل ہے اس کا ایک ابد ہے، یعنی ممکن الوجود کو دو کناروں نے گھیر رکھا ہے......ماھذا الممکن الوجود ماھوا لمحدودبین العدمین......دو عدم ہیں۔ایک اول ایک آخر، تو ان دو کے درمیان میں ہے۔

تو اگر ایک ممکن الوجود کی کمان ہو، تو جس شخص کا عقیدہ ہے کہ حضور ممکن

الوجودنہیں، وہ کیا کہتا ہے؟......احمد رضا کہتا ہے

کمان امکان کے جھوٹے نقطو
تم اول وآخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو
کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر
وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے
اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش ص ۱۱۴ حصہ اوّل)

اس کے بعد عقیدہ توحید کی کوئی بات رہ جاتی ہے؟ (نہیں) کہ معراج کی رات آپ کس کو ملنے گئے؟ (اللہ کو)

اسی کے جلوے اسی سے ملنے
اسی سے اُس کی طرف گئے تھے

اور پھر یہ کہتا ہے!

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ فصل وخرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

جنم کے بچھڑے کسے کہتے ہیں (جوڑے) جڑواں بچے وہ جڑواں کہلاتے ہیں جو اکھٹے ہوئے ہوں، وہ کہتا ہے۔

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ فصل وخرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

(حدائق بخشش ص ۱۱۳ حصہ اول)

پہلے دونوں جڑواں تھے خدا، رسول معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، اور معراج کی رات دونوں گلے ملے۔

اب آپ کو اس کی تمہید یوں چاہئے کہ پہلے واجب الوجود کو جانیں۔

اب حضور ﷺ ممکن الوجود ہیں کہ نہیں؟ (ہیں) لیکن مصطفیٰ رضا خان کیا کہتا ہے، واجب میں عبدیت کہاں، اگر ہم حضور ﷺ کو کہیں واجب الوجود تو یہ کیوں نہیں کہہ سکتے، کیوں؟ حضور ﷺ تو نماز پڑھتے تھے تو واجب الوجود تو عبادت نہیں واجب میں عبدیت کہاں ممکن میں یہ قدرت کہاں۔

اگر ممکن الوجود کہیں تو وہ قدرت جو آپ کو حاصل ہے کہ جو چاہیں کریں، تو وہ قدرت ممکن کو کہاں؟

واجب میں عبدیت کہاں
ممکن میں یہ قدرت کہاں
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
واجب کہے بنتی نہیں
ممکن کہے بنتی نہیں
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب یہ عقیدہ کہ حضور ﷺ کیا تھے؟ پتہ نہیں یہ کیا، کہ ہمیں پتہ نہیں کیا تھے؟ تو کیا کہا!

واجب کہے بنتی نہیں
ممکن کہے بنتی نہیں
اس پر اس کو چھوڑا ہے
وہی جانے کیا تم ہو

اللہ ہی جانے کہ تم کیا ہو؟ اور ہمیں تو پتہ نہیں کہ آپ کیا ہیں، تو یہ تشکیک کا عقیدہ فلاسفہ کے ہاں فسطائی عقیدہ کہلاتا ہے کہ پتہ نہیں کیا ہے، یہ خدا ہے یا بندہ ہے، بندہ ہے یا خدا ہے، ممکن ہے یا واجب ہے، کیا ہے کیا نہیں، تو جب یہ لوگ فسطائی عقیدہ کو کہتے ہیں۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علی کہتے کہتے
خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے
جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینے پر مصطفیٰ ہو کر

اب اس کے بعد ان کے بارگاہ میں کوئی بات رہ جاتی ہے؟ (نہیں)

اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ چند لکھے ہوئے اشعار ہیں، لیکن باقی اشعار وہ ان کتابوں میں تو نہیں، یہ مطالعہ بریلویت میں اشعار موجود ہیں۔

بجاتے تھے جو اِنّی عبدہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش سے اِنّی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے

کہ دنیا میں جو کہتے تھے...... انی عبدہ......

بجاتے تھے جو اِنِّیْ عبدہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش سے اِنّی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے

## اگر تبلیغ کا فرض ادا کرنا ہے تو:

اب اگر آپ نے تبلیغ کا فرض ادا کرنا ہے تو ان شعروں کی ساری کتابیں لیں، آج کل مسلمان اتنا کمزور ہو چکا ہے لیکن توحید کی رگ ابھی اتنی مردہ نہیں ہوئی کہ یہ شعر عام لوگوں کو پڑھ کر سنائے جائیں تو لوگ ان کا ساتھ دیں یا ہمارا؟ (ہمارا) تو اسلام میں اب بھی اتنی قوت موجود ہے کہ اگر ان اشعار کو لے کر اور ان دلائل کو لے کر کوئی میدان میں آجائے تو پھر مناظر کامیاب، لیکن کریں کیا، ہمارے مبلغ ان باتوں کو دیکھتے نہیں، لٹریچر کو اپنے پاس نہیں رکھتے، لیکن کسی نے رکھا بھی ہوا ہے عاریۃً، خرید کر پاس نہیں رکھتے، جس طرح فوجی ہتھیار ہر وقت پاس رکھتا ہے اسی طرح مبلغ کو یہ ہتھیار ساتھ رکھنے چاہئیں۔

اب یہ مسئلہ کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اب زیادہ سے زیادہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ان کے جو مولوی ہیں، وہ جانتے ہیں ان سب باتوں اور جو میرے جیسے ہوں، نعت خواں ہوں یا کم پڑھے لکھے ہوئے ہوں، وہ بریلوی نہیں ہو سکتا ہے کہ جو اس عقیدے پر نہ ہوں اور اگر پتہ لگ گیا کہ اس کا عقیدہ کیا ہے تو علم نہیں ہے کہ وہ ان کی پیروی کی وجہ سے یہ عقیدہ اپناتے ہیں، تو پیروی والا عقیدہ ہے۔

اب جب یہ ساری چیزیں آپ کے پاس ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے کام لینا ہے، پہلے تو یہ ہے کہ یہ کتابیں اپنے پاس ہوں اور میں آپ کو کہتا ہوں کہ میرا اس دفعہ یہاں آنا پاکستان میں یہ ہوا تھا...... علی سبیل الاتفاق...... چار مہینے

کیلئے آیا اور اتنا عرصہ ہو گیا، تو اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میں نے آپ کو پڑھانا ہے تو اتنے کتابوں کے ڈھیر لگے ہوتے اور آپ کے پاس کتابیں چھوڑتا، تا کہ ہر لڑکا اپنے طور پر ان کتابوں کو دیکھ سکے اور حوالے نکال سکے، خود پڑھے تو وہ اور زیادہ پختہ ہوتا ہے، اب تو آپ نے وہی مانا جو ہم نے کہا، لیکن خود دیکھنے کا تو موقع نہ ملا، جو کچھ ہے اسی کو قبول کریں، لیکن اگر آئندہ میں آیا اس ارادے سے کہ میں نے پڑھانا ہے تو پھر میرے پاس عجیب وغریب چیزیں ہیں اور میں اس وقت آپ کو بتاتا بھی نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ شوق باقی رہے۔

## رضا خانیت کی جیب تلاشی:

لیکن ہم نے اس مذہب کی جیب تلاشی کی ہے اور اس مذہب کے ہم نے وہ راز دریافت کیئے جو ممکن ہے کہ ان کے اکابر پر بھی نہ کھلے ہوں، اپنے منہ سے آدمی کہتا اچھا نہیں لگتا، لیکن اللہ نے جو موقع دیا ہے کہ ہندوستان اور پورے پاکستان میں ان کے لٹریچر پر کسی نے محنت کی ہو، میرا خیال ہے کہ شاید کوئی ہو یعنی

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں

ہم نے ان کو پڑھا ہے آپ کے سامنے یہ جو خلاصے آتے ہیں، تو وہ ایک دن کی پیداوار نہیں۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز ساز رومی کبھی تیغ ساز رازی

کبھی ہم نے رومی کی طرز پہ سوچا اور کبھی ہم نے امام رازی کی طرز پر سوچا کہ صرف انہیں چیزوں میں بلکہ قرآن وسنت کے نور کو ساتھ لے کر ہم ان کا مقام تعین کرتے رہے، اور ان کو اندھیرے میں گرتے پایا۔ سب سے پہلی بات کہ کتابیں خریدنی ہیں اور دوسری بات کہ

ان کو بڑی اچھی جلد کر کے اوپر پہلے سفید کاغذ لگا کر جس پر حوالے لگانے ہیں، اپنے پاس رکھ لو اور کتاب اپنی ہو۔ اگر کتاب ملتی نہیں تو آہستہ آہستہ اس کو تلاش کرتے رہیں، تلاش کرتے رہیں گے تو کہیں نہ کہیں سے مل جائے گی اور جب مضمون تیار کریں تو اسے یوں نہ تیار کریں کہ مناظرہ کرنا ہے، یوں پہلے تیار کریں کہ تقریر کرنی ہے، تقریریں چونکہ روز ہوں گی، تو تقریروں کے انداز میں، مناظرہ تو کبھی کبھار کرنا ہوتا ہے، پھر آپ ان کو استعمال کریں نہ کریں، یہ بات بعد کی ہے، لیکن تقریر میں یہ باتیں ضرور آئیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بتائیں کہ یہ طبقہ مسلمان نہیں اور یہ انگریز کی سازش تھی کہ اسلام اور سنی کے نام پر یہ سامنے آجائیں۔

لطیفہ:

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ بریلوی علماء بعض اوقات کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے ہمیں کافر نہیں کہا اور ہم دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں یہ سنا ہے آپ نے کہ نہیں سنا (ہے)، یہ بات ہے کہ بریلوی نے جو دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور دیوبندیوں نے بریلویوں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔

بلکہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں ہم ان کو کافر کہیں؟ فرمایا نہیں، انہوں نے ہم پر جھوٹ باندھا ہے ہم پر الزام لگائے ہیں اور کبیرہ گناہ تو ہے، لیکن کفر نہیں، بریلویوں نے دیوبندیوں پر بہتان باندھے کہ تمہارا یہ عقیدہ ہے، یہ عقیدہ ہے، ان کے وہ عقیدہ نے نہ سہی تو بریلویوں نے دیوبندیوں کو الزام پر کافر کہا۔

اب دیوبندیوں سے پوچھا گیا کہ اب تم بتاؤ کہ کافر ہیں کہ نہیں؟ تو

دیوبندیوں نے کہا کہ ہم تو انہیں کافر نہیں کہتے، وہ تو تمہیں کہتے ہیں تو کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں، تو جھوٹ بولنے سے آدمی کافر تو نہیں ہو جاتا، جھوٹ بولنے سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے، لیکن کافر وہ نہیں ہوتا تو وہ اگر ہمیں کافر کہتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں تو ہم اس جھوٹ کی بناء پر ان کو کافر کیوں کہیں؟

اور مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ میرے سامنے آئیں نماز پڑھائیں تو میں ان کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔

## اکابرین دیوبند پر کفر کے فتوے:

اس پر بریلوی کہتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے تم کو کافر کہا اور تمہارے اکابر نے ہمیں کافر نہیں کہا، اس کا جواب میں اب دیتا ہوں۔

ہمارے اکابر نے ان کو کافر اس بناء پر نہیں کہا کہ جو انہوں نے ان کو کافر کہا اس بناء پر تو وہ کافر نہیں، لیکن اگر یہ مسئلہ پیش ہوتا کہ وہ حضور ﷺ کو واجب الوجود مانتے ہیں، یا واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان میں ایک برزخ قائم ہے اور مولوی احمد رضا کیا کہتے تھے؟

کہ امکان اور وجود کے جو دریا چل رہے تھے، دونوں کے درمیان میں حضور ﷺ کا برزخی درجہ ہے

معدن اسرار علام الغیوب
برزخ بحرین امکان و وجوب

(حدائق بخشش حصہ دوئم ص ۸۹)

تو جیسے برزخ امکان ووجوب کا، اس نے ممکن الوجود کا انکار کیا ہے، تو اس کے درمیان میں کوئی مرتبہ ہے، وجوب اور امکان کے درمیان کوئی مرتبہ ہے۔

برزخ بحرین امکان و وجوب

اگر یہ باتیں علماء دیوبند کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ کہتے کہ اس بناء پر وہ مسلمان نہیں، ان کو کہا جاتا کہ یہ حضور ﷺ کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہیں اور ہر وقت، پھر علماء دیوبند کہتے کہ یہ مسلمان ہیں تو یہ بات ہوتی، انہوں نے جب ان کو مسلمان کہا کہ کوئی اس وجہ سے ان کو کافر نہ کہے کہ انہوں نے ہمیں کافر کہا ہے لیکن اگر کوئی وجہ کفر کی ہے تو اس کا تو انہوں نے انکار نہیں کیا۔

جو انہوں نے علماء دیوبند پر کفر کے فتوے لگائے بریلوی علماء نے، جو ہم پر کفر کے فتوے لگائے، ہم پر بہتان باندھے اور جھوٹ باندھے، وہ گمراہ ہوئے اور کفر نہیں، لیکن ان کے علاوہ جو مستقل عقیدے ہیں، وہ تو علماء دیوبند کے سامنے پیش ہی نہیں کیے گئے، اگر علماء دیوبند کے سامنے وہ عقیدے پیش کیے جاتے اور پھر وہ کہتے کہ کفر نہیں تو پھر تو بات تھی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کو ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر ماننا کفر ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے ان کو کافر نہیں کہا، تو یہ تو ان کے زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، لیکن مسئلہ تو بتا دیا کہ یہ کفر ہے۔

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک مولوی غلام دستگیر قصوری ہوئے تھے، اس نے علماء دیوبند کو جو کافر کہا تو مولانا سعید احمد سے پوچھا گیا کہ غلام دستگیر جو آپ کو کافر کہتا ہے، آپ بتائیے کہ آپ ان کو کیا کہتے ہیں؟

مولانا نے جواب دیا فرمایا، ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں، تو اصل بات ہے کہ وہ بھی جھوٹ کہتا ہے ہم بھی جھوٹ کہتے ہیں، وہ جو ہیں کہتا ہے کافر تو جھوٹ ہے، ہم کہتے ہیں کہ مسلمان ہیں ہم بھی جھوٹ بول رہے ہیں۔

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲ میں فرماتے ہیں!

غلام دستگیر را کافرم خواند
چراغ کذب راہنود فروغے
مسلمان گفتمش اندر مکافات
دروغے راجز باشد دروغے

غلام دستگیر احمد مجھے کافر کہہ رہا ہے! تو جھوٹ کا چراغ ہمیشہ نہیں جلتا، میں ان کو جواب میں مسلمان کہتا ہوں۔

جزاء سیئة سیئة مثلها...... جھوٹ کا بدلہ جھوٹ، اب یہ مسئلہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان کے اور ہمارے درمیان فاصلہ یہ ہے کہ

برزخ بحرین امکان وجوب

یہ تو کفر واسلام کا فاصلہ ہے، تو ہم نے ایک استفتاء بھیجا تھا علماء عرب کے پاس، اور ان کے جو یہ اشعار ہیں ان کا عربی میں ترجمہ کر کے ان کو بھیجا اور پوچھا کہ بتاؤ اے علماء حرمین، یہ اہل سنت ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، تم نے یہ جو سوال کیا کہ یہ اہل سنت ہیں یہ تو مسلمان ہی نہیں۔ اب ان کے جو پیرو ہیں وہ بھی اس انداز میں کہتے ہیں کہ

جو ملا تم سے ملا احمد رضا
میرا اور تم کا خدا احمد رضا

اور احمد رضا خود کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے:

سر سوئے روضہ جھکا تجھ کو کیا
جس کا ساجد نجد یہ پھر تجھ کو کیا
ان کے دین بات پر جان ومال
نجدیہ دیا پھر سر دیا پھر تجھ کو کیا

تیری دوزخ سے کوئی چھپنا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

اس مسئلے کو دلیل سے سمجھ صرف حاضر ناظر کا مسئلہ سمجھنا ضروری نہیں۔ شخصیات کی بات آپ کو جاننا چاہیئے کہ یہ ہیں کیا؟

یہ برزخ کا مسئلہ، امکان و وجوب کا مسئلہ، تو آپ کو سمجھ آ گیا؟ اور یہ کافر ہیں یا نہیں، یہ مسئلہ بھی کچھ آ گیا، پھر آ جائیں ہم اسی مسئلے کے بارہ میں بیان کرتے ہیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں:

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں گواہ، اور یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے نکاح کیا بغیر گواہ کے، تو بتایئے وہ شخص کافر ہے یا گناہ گار؟ گناہ گار وہ شخص گناہ گار ہے کیونکہ اس نے شریعت کے مطابق نہیں کیا، تو گناہ گار ہے، کافر تو نہیں ہے؟ (نہیں) ایک تو گناہ کرتا ہے تو وہ کافر ہے (نہیں) وہ گناہ گار ہے۔

اور ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے نکاح کیا تو دو گواہ ہیں، ایک تو یہ گواہ ہے اور ایک نبی پاک جو حاضر و ناظر ہیں میں نے ان کو گواہ بنا لیا ہے اور میں نے نکاح کر لیا ہے، وہ کافر ہو گیا، کیوں؟ اس لیئے نہیں کہ نکاح بغیر گواہ کے ہے، اور یہ نکاح نہیں ہو سکتا، اس لئے کافر ہے کہ اس نے جو اعتقاد رکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں، اس لئے نکاح کا مسئلہ سمجھئے۔ اگر وہ کہے کہ میں نے خدا کو حاضر ناظر کیا تو وہ کافر نہیں، نکاح نہیں ہوگا، کیوں؟ اس لئے کہ خدا تو حاضر ناظر ہے، گو گواہی انسانوں کی چاہے خدا کی نہیں تو اس کو کافر نہیں کہا جاتا، لیکن جو نبی کو کہے، وہ کافر ہے۔

اس لئے تو کہا کہ حاضر ناظر سمجھنا گناہ ہے، یہ فتویٰ کہاں ہے؟......من

تزوج بشهادة رسوله...... یہ فتویٰ کہاں ہے، فتاویٰ قاضی خان بحر الرائق میں، فتاویٰ عالمگیری میں، اب یہ مسئلہ یاد ہو تو پھر حاضر ناظر کوئی مسئلہ نہیں، اس نکاح کے مسئلے سے حاضر ناظر کا مسئلہ سمجھ آیا؟ (جی)، جس شخص نے کہا......من قال ان النبی ﷺ حاضر فی کل بیت المسلمین ...... یہ کفر کا عقیدہ ہے، یہ اسلام کا عقیدہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ حاضر ناظر کے سلسلہ میں فتاوی قاضی خان، بحر الرائق اور فتاویٰ عالمگیری میں تفصیل ہے اور تینوں حنفی فقہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔

## رضا خانیت کا غلط استدلال اور اس کا جواب:

اب یہ جو مقولہ ہے کہ جس میں کہا تھا کہ شیطان مشرق ومغرب میں، ملک الموت مشرق ومغرب میں، تو ان کی تو خلقت الٰہی ہے، آپ نے پڑھا کہ نبی پاک ﷺ کے پاس جبرائیل امین سب سے پہلے آئے تو آپ نے جبرائیل کا کیا نقشہ بتایا ہے کہ اس طرح جبرائیل کا وجود تھا کہ مشرق ومغرب پر حاوی تھا، تو معلوم ہوا کہ ان کی جو تخلیق ہے، ان کا اپنا وجود ہی اتنا ہے، جس کا وجود ہی اتنا ہو کہ بیک وقت مشرق ومغرب میں ہونا کوئی ایسی بات نہیں، اس لئے اپنے وجود سے ہٹ کر جبرائیل انسانی شکل میں آتے رہے، تو اگر اصل شکل ہو تو ملک الموت سے اور جبرائیل کا مشرق ومغرب میں ہونا کون سی ایسی بات ہے؟

ہم نے تو روایات میں دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا کہ اے ملک الموت تو بیک وقت مشرق ومغرب میں جاتا ہے تو کیسے؟ اس نے کہا کہ حضرت، اللہ نے کل کائنات کو میرے لیئے ایسے کر دیا جس طرح ایک بہت بڑا تھال ہو اور ان میں دانے پڑے ہوئے ہوں، تو جس دانے کو اٹھانا ہوتا ہے اٹھا لیتا ہوں۔

تو اس کی تو خلقت ہی اور ہے، اس کے احکام اور ہیں، ان کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے کہیں کہ ہم یہ کہہ دیں کہ نبی ہر جگہ کیوں حاضر ناظر نہیں، پہلے تم اپنے بارہ میں بتاؤ کہ تم شیطان سے اعلیٰ ہو کہ ادنیٰ تو اگر شیطان مشرق و مغرب میں پہنچتا ہے تو چاہئے کہ یہ بھی پہنچے۔ اگر یہ نہیں پہنچتا، تو معلوم ہوا کہ جو ہم نے مفروضہ بنایا تھا، جو قاعدہ بنایا تھا وہ غلط ہے۔

تو جب قاعدہ اس کے بارے میں غلط ہے تو پھر پیغمبر کے بارہ میں کیوں کہتے ہو بلکہ پیغمبر کا کمال بتانے کیلئے شیطان کا قال بیان کرنا غلط ہے۔

تو حاضر ناظر کے مسئلہ پر آپ اس کا جواب دیں کہ حضور ﷺ دنیا میں تشریف آوری سے پہلے حاضر ناظر نہیں تھے، آپ اس وقت اس پہاڑ کے پاس نہ تھے جب ہم نے مریم کو بلایا تھا، یہ ہے نا قرآن میں، آپ اس وقت سامنے نہ تھے جب بیت المقدس کے مجاور قلمیں ڈال رہے تھے کہ...... ایھم یکفل مریم ......تو دو آیات پکار کر کہہ رہی ہیں کہ آپ اس وقت نہ تھے۔

اب جب حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ کی ازواج مطہرات کا کیا عقیدہ ہے...... النبی الی بعض ازواجه حدیثا...... نبی نے اپنی بیوی سے پردے میں کوئی بات کی...... فلما نبات به...... جب اس بیوی نے وہ بات دوسری بیوی کو بتادی...... واظهره الله علیه...... اللہ نے پھر نبی کو اطلاع دے دی کہ تیری بیوی نے یہ بات دوسری کو بتادی ہے، تو اللہ کے نبی پھر اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے کہا تھا کہ کسی کو نہ بتانا، تو نے بات بتادی...... عرف بعضه واعرض عن بعض...... تجھ سے درگزر کیا، تو بیوی فوراً کہنے لگی ......من انباك هذا قال نبانی العلیم ...... بیوی نے کہا کہ حضور ﷺ بات تو ٹھیک ہے، جھوٹ تو کہتی کہ میں نے نہیں بتائی، آپ کو کس نے بتایا؟ حضور ﷺ نے فرمایا...... نبانی ...... مجھے

بتایا......العلیم الخبیر......

اب اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جب دونوں بات کر رہی تھی۔ پردے میں، تو کس سے چھپا کر بات کر رہی تھیں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) معلوم ہوا کہ دونوں کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حاضر ناظر والا نہیں تھا، اگر ان کا عقیدہ حاضر ناظر ہونے کا ہوتا تو چھپا کر بات کرتیں۔ (نہیں)

## مسئلہ حاضر ناظر اور ازواج مطہرات:

تو اب بریلویوں سے سوال کرو کہ تم یہ بتاؤ کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا عقیدہ کیا ہے، ان کا عقیدہ کیا تھا، حاضر ناظر تھے؟ (نہیں) جب اس واقعہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جتلایا، تو انہوں نے پوچھا ......من انباك هذا......آپ کو کس نے بتایا ہے، معلوم ہوا کہ ان کا علم غیب کا عقیدہ بھی نہیں، اگر علم غیب کا عقیدہ ہوتا تو......من انباك هذا......اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نہیں کہا کہ میں تو موجود تھا کہ جب تم باتیں کر رہی تھیں، بلکہ آپ نے بھی کہا......نبانی العلیم الخبیر......

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دعوی حاضر ناظر کا نہیں، یہ سورۃ تحریم میں حاضر ناظر کے بارہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا عقیدہ ہے اور اس میں حاضر ناظر اور علم غیب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا عقیدہ چاروں کی صراحت اور چاروں پر وحی کی تائید حاصل ہے، اس عقیدے پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ (نہیں)

تو پھر بریلوی یوں ہی اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دلائل

موجود ہیں، یعنی جو دلائل آپ نے سنے اس کی گردِ راہ کو بھی وہ پہنچ سکتے ہیں؟ اور اگر وہ یہ کہیں کہ اس وقت تو حاضر ناظر نہیں تھے، تو پھر آخری وقت میں ہوئے۔

تو آپ کہیں کہ آپ نے آخری خطبے میں کہا کہ لوگو جو باتیں تمہیں کہی ہیں ...... فلیبلغ الشاهد الغائب ...... جو میرے پاس حاضر ہیں وہ ان کو پہنچا دیں جو ان سے غائب ہیں، تو حضور ﷺ نے غائب کا لفظ بولا ہے کہ نہیں؟ (بولا) اور کب بولا، جس دن آیت اتری ...... الیوم اکملت لکم دینکم ...... تو معلوم ہوا کہ تکمیل دین تک تو یہ تھا کہ اور حاضر ناظر کا عقیدہ کوئی نہیں اور اگر یہ عقیدہ تھا تو پھر تکمیل دین کے ساتھ تم نے بنایا اور جو تکمیل دین کے بعد کی چیزیں ہوتی ہیں وہ دین نہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین ایک برزخ کا اقرار، حضور ﷺ کے ممکن الوجود ہونے کا انکار، یہ عقیدہ کیسے معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کیا تھے اور کیا ہو گئے؟

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے تم کیا ہو
کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اس کی طرف گئے تھے

آج ہم حاضر ناظر کا باب ختم کرتے ہیں۔

## عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ

عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے، ان

کا تصور کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے شجرۃ ممنوعہ کو چکھا اور سزا کے طور پر زمین پر آئے، پھر یہ گناہ نسلاً بعد از نسلاً ان کی اولاد پر بار رہا یہاں تک کہ یسوع مسیح نے اس گناہ کی مزدوری ادا کی اور سولی کی موت قبول کی، اس کی وجہ سے ابن آدم اس گناہ سے نکلا۔

## ہر بچہ دین فطرت پر:

اسلام کہتا ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے...... کل مولودیو لد علی الفطرۃ...... پھر اس کے ماں باپ اس کو کسی دوسرے مذہب میں ڈھالتے ہیں۔ ہم اگر گناہ گار ہیں تو یہ گناہ ہم نے کمائے نہیں، ماں باپ سے ہم نہیں لائے ہیں۔

## لغزش کہ گناہ؟

حضرت آدم علیہ السلام کا ایک شجرۃ ممنوعہ کے قریب جانا یہ لغزش تھی، یعنی حقیقت میں گناہ نہ تھا تو خدا کے حکم سے دور ہوا۔ یہ لغزش تھی کہ اس پر قرآن شاہد ہے...... فازلھما الشیطان عنھا......ازل کا لفظ کسی پر ہے، ذلت سے اور ذلت کا درجہ جو ہے وہ ظن سے ذرا نیچے ہے، تو جب اللہ رب العزت نے اس کیلئے ذلت کا لفظ بولا۔ تو اب ہم اس کو گناہ نہ کہیں یہ تعارض ہوگا ...... فازلھما الشیطان...... میں ازلت ہے اور عصیٰ آدم ربہ میں عصیان ہے۔

## قانونی رعایت اور ملزم:

جب ایک کے بارے میں دو لفظ استعمال ہوں، اب ترجیح کس کو دی جائے گی؟ پھر قانون میں شک کا فائدہ ملزم کو ملتا ہے، یعنی جس کے بارہ میں الزام لگ رہا ہو تو رعائیت ہو تو کس کے حق میں جائے گی؟ (ملزم کے) اب اس کی رعائیت کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ زلت تو اصل معنی میں ہے اور عصیٰ جو ہے

اس میں ذرا تاویل کر لیں گے، اس کی تطبیق کیلئے کہ عصٰی اس کا معنی ہے ظاہر، کہ ظاہری شکل میں حکم عدولی ہوئی حقیقت میں وہ ازلت ہے، یہ لغزش تھی اس پر قرآن شاہد ہے......فازلھما الشیطان عنھا ......زلت پھسلنے کو کہتے ہیں جیسے...... عصی ادم ربہ......اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ ظاہر میں ان کا عمل حکم الٰہی سے دور تھا۔

ہر قانون میں رعائیت ملزم کو ملتی ہے شک کا فائدہ اسے ہی دیا جاتا ہے۔ ......عصٰی ادم ربہ...... ازلھما کے ساتھ کیا جائے گا نہ کہ......ازلھما......کو عصٰی کے ساتھ۔

## آدم علیہ السلام سے گناہ کہ لغزش:

اب ذلت کے اسباب کیا تھے؟ یہ نہیں کہنا کہ گناہ ہے، ہم عیسائیوں کے مقابلہ میں بات کر رہے ہیں تو جہاں کہیں بھی ہو سکے تو یہ لفظ اذلت بولو، اور لغزش بولو، ہمارے عام محاورے میں کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ نہیں ہو گیا، حالانکہ چاہیئے تھا مسلمان قوم اگر اپنے اسلامی روایات کا خیال کرتی تو بات یوں مشہور ہوتی کہ آدم سے لغزش نہیں ہو گئی۔ تو لغزش کا لفظ رائج کرتے ہوئے کیا بوجھ ہے، گناہ کے لفظ کو رائج کیا ہے، ہر جگہ یہی مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ ہوا، حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ ہوا۔

ہم اس کیلئے ارادہ کریں اپنے اپنے ماحول میں جب اس کا ذکر ہو تو کیا کہیں گے؟ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، گناہ کا لفظ استعمال نہیں کرنا، اس کے آخر میں تاویل کرنی ہے، ظاہر کی، تو لغزش ہی استعمال ہو سکتا ہے۔

اب ایک سوال ہے کہ ذلت کے اسباب کیا تھے، یعنی لغزش کے اسباب کیا تھے یاد رکھو کہ ذلت اسباب میں قرب الٰہی کی مزید طلب، ایک، زمین پر اتر

نے کا کھٹکا جو ...... انی جاعل فی الارض خلیفۃ ...... میں سے تھا۔ نمبر تین طلب صفات ملائکہ ...... الا ان تکونا ملکین ...... نمبر۴ ...... خلود فی الجنت ...... کی طلب، کہتے ہیں کہ گناہ کے لفظ پر بڑی بحث ہوتی ہے عیسائی پادریوں کے ساتھ، تو میں آپ کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ اگر گناہ کے لفظ پر بات کرنی پڑے تو اس قاعدے کو ذہن میں رکھنا۔ گناہ اسے کہتے ہیں کہ نیتاً خدا کے حکم کے خلاف کیا جائے، نیت ہو کہ ہم نے اس کے خلاف کرنا ہے، خدا کے حکم کے خلاف کیا جائے۔

## محبت کہ نافرمانی:

اگر شاگرد استاد کے منع کرنے کے باوجود اس کا جوتا اٹھا کر چلے تو اسے استاد کے ساتھ محبت تو کہا جائے گا استاد کی نافرمانی نہیں، کیونکہ شاگرد کا اس سے مقصد استاد سے دوری نہیں، مزید قرب کی طلب ہے، آدم علیہ السلام محبت خداوندی اور اس کی تلاش قرب میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ محض اس کے حصول کیلئے وہ اس کے حکم کی حد کو پھاند گئے سو یہ محض ظاہری صورت گناہ تھی، حقیقتاً خدا کے ساتھ دوری کی نسبت نہ تھی، نہ اس کا خطرہ قلب آدم پر ہو رہا تھا۔

تو گناہ کیلئے نیت شرط ہے، تو جب آپ نے نیت شرط کر لی تو پھر اس کا لفظ اس کا وزن کم کرنے میں آسانی ہو گی۔

اب شیطان کی تقریر ...... وقال ما نھکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین ...... فرشتے قرب الٰہی کی جس منزل میں تھے، آدم علیہ السلام اس میں رہنا چاہتے تھے، زمین میں جانا ان کیلئے گراں تھا، شیطان نے انہیں کہا آپ کو اس درخت کے قریب جانے سے اس لیئے روکا ہے کہ جو اس درخت کا پھل کھا لے وہ فرشتہ بن

جاتا ہے، یا اسے جنت میں ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے اسی طلب میں وہ اس خطا کے مرتکب ہوئے درخت کے قریب جاتے وقت انہیں پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے روکا ہوا ہے لیکن وہ اسے شفقت سمجھتے رہے، یہ نہی شفقت کا لفظ جو ہے اس کو یاد رکھیں کہ جس طرح استاد کہتا ہے کہ میرا جوتا نہ اٹھاؤ تو وہ اس سے ناراض ہو کر نہیں کہہ رہا، یہ نہی شفقت ہے تو اس میں بہت بڑا مضمون ادا ہوتا ہے۔

# عیسائیت سے گفتگو کرنے کے پوائنٹ

جب آپ گناہ یہ بحث کریں گے تو پانچ چھ چیزیں ذہن میں رہیں۔
درخت کے قریب جانا علم کے ساتھ تھا اور علم کیا تھا کہ میں خدا کی محبت میں بڑھ رہا ہوں، یہ پھل جب میں کھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کے قرب سے نکلوں گا نہیں، تو اس کی محبت کی طرف بڑھ رہا ہوں، یہ علم ہے اور خدا نے جو روکا ہوا ہے نہ وہ یہ شفقت کے طور پر، کہ ابھی اس کا منشی نہیں کہ میں قرب میں جاؤں آپ کہیں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے ...... فنسی ولم نجدله عزما...... نسی کا تعلق خدا کے اس قول کے ساتھ ہے ...... ان الشیطن لکما عدومبین...... آپ اس کی اس بات پر یقین کر گئے ...... انی لکما لمن الناصحین...... اس کو یقین کرلو، یہ یقین کرنا جو تھا حضرت آدم علیہ السلام کی بھول تھی، حالانکہ وہ عدومبین تھا، مگر اب اسے بھول گئے۔

نمبر دو، درخت کا پھل کھاتے ہی اس کے طبعی اثرات ظاہر ہوئے، جس کے لئے جنت مناسب نہ تھی اس کا تقاضہ تھا کہ آپ جنت سے نکلیں تو جنت سے نکلنا اکل شجرۃ کے طبعی تقاضہ کے طور پر تھا، لیکن اس کی سزا طبعی کی سی ہوگئی، ادھر صرف لغزش تھی، صورت گناہ کی سی ہوگئی، بہت باریک بات ہے، یہ اس پر غور کرو گے تو سمجھ آئے گی۔

اب یہ مسئلہ سن لو کوئی پوچھے کہ یہ طبعی اثر تھا، یہ ہمارے اکابرین میں سے کس نے لکھا ہے تو یہ چونکہ ایک نئی قسم کی بات تھی تو میں نے حوالہ دے دیا کہ شیخ عبدالقادر محدث دہلوی نے جنت کا لباس اترنے کو اس پھل کے طبعی اثرات میں سے لیا ہے، تو اب اس کی سند کے ساتھ نسبت ہو رہی ہے؟

نمبر تین، اللہ تعالیٰ نے توبہ تو قبول فرمائی لیکن جنت میں نہ بلالیا، اب دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ......تاب علیه......کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوگئی تو پھر چاہئے تھا کہ جنت میں بلالیتے تو پھر جنت میں کیوں نہ بلایا؟ یہ جو ارادہ تھا......انی جاعِل فی الارض خلیفة ......وہ پورا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ تو قبول فرمالی لیکن جنت میں نہ بلالیا، معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر رہنا بطور سزا نہیں تھا، ورنہ توبہ قبول کرنے کی تصریح نہ ہوئی۔توبہ کی قبولیت معرض انتظار میں رہی۔ان کا زمین پر رہنا اسی حکمت کے ساتھ تھا، جس کی صراحت پہلے ہو چکی تھی، یعنی......انی جاعل فی الارض خلیفة۔

نمبر چار، حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو حکم خداوندی کے ساتھ یہ آدم کو جنت سے کس نے نکالا تھا؟ (اللہ تعالیٰ نے) اب یہ جو ہے کہ شیطان نے نکالا تھا، اس کی نسبت مجازی ہوگئی، حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے، حکم خداوندی کے ساتھ شیطان کی طرف نکالنے کی نسبت ...... کما اخرج ابویکم من الجنة ......تو آدم علیہ السلام کو جنت سے کس نے نکالا تھا؟ (اللہ تعالیٰ نے)

تو اب کوئی کہے کہ شیطان نے نکالا ہے اور وہ قادر تھا کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالے، اس آیت کی رو سے تو غلطی ہوگی، کیوں؟ اس لیئے کہ پہلے جو بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ ہی مالک ہے سارے کارخانے کا، شہنشاہ وہی ہے اور ابلیس بھی اس کے ماتحت تھا۔

تو جس کا یہ عقیدہ ہو کہ......اخرج ابویکم من الجنة......کی تاویل کوئی مشکل ہوگی؟ وہ خود کہے گا کہ اس کا معنی یہ کہ شیطان سبب بنا، ان کے نکلنے کا۔ اگر وہ ڈٹ جائے کہ لفظ تو یہ ہیں تو پھر ہمارا وقت ضائع کرے گا، کیوں؟ قرآن کی مراد جو ہے وہ اس ماحول میں کرنی چاہئے تو اس کے آگے پیچھے ماحول ہے۔ ہمارا

اللہ کے بارہ میں عقیدہ ہے کہ سارا کارخانہ کائنات اسی کے ہاتھ ہے، پتہ بھی نہیں اس کے بغیر، تمام فرشتے بھی اسی کے حکم کے آگے عاجز ہیں۔

تو یہ چیزیں ذہن میں رہیں تو تاویل کرنی بڑی آسان ہے، تو کہا کہ ...... کما اخرج ابو یکم من الجنة...... اس طور پر کہ وہ اس کا سبب بنا۔

نمبر پانچ۔ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ فعل صورۃً گناہ ہے، لیکن حقیقتاً گناہ نہ تھا، اب ذرا غور کریں، مگر اس پر جب خطاب خداوندی ہوا تو جو محبت آدم علیہ السلام کے پاس تھی جو خیال آدم کا تھا، جو فہم تھا کہ یا اللہ میں تو تیرے قرب کی تلاش میں مارا گیا تو آدم نے وہ دلیل بھی پیش کی؟ (نہیں) بات تو تھی ان کے ذہن میں، لیکن اللہ کا ادب تھا کہ پھر جب اس پر عتاب خداوندی ہوا، اس وقت انہوں نے اسے گناہ سمجھا۔ اور اپنی بات پر نہ اڑے...... ولم نجدله عزما...... یہی بات ہے کہ آپ نے اپنی بات پر اصرار کیا، اللہ کی بات کے آگے اپنی بات نہ کی، اور فوراً استغفار اور توبہ پر آ گئے۔

نمبر چھ۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جب آپ نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے، صرف آپ کی خلافت کا اعلان ہوا تھا، تو اس وقت کے اس عمل سے عصمت انبیاء کے عقیدہ پر کوئی حرف نہیں آتا۔

یہ جو چھٹا پوائنٹ ہے اس پر اڑنا ہے کہ جب عیسائی بات کریں، تو یہ پانچ باتیں تو آپ کو بتائی ہیں کہ آپ علماء اسلام میں سے ہیں، آپ نے لوگوں کو قرآن کا درس بھی دینا ہے، لوگوں کو قرآن سمجھانا بھی ہے، تو جب آپ سمجھائیں تو پہلے جو پانچ ہیں ان پر زیادہ مدار رکھیں، کیونکہ قرآن کے حقائق کو اور اس کے لطائف کو وہی جانے گا جو مسلمان ہو۔

عیسائیوں سے جب بات کرنی ہو تو اس وقت کہو آدم علیہ السلام اس وقت

پیغمبر نہیں، اس لئے اس آیت سے تم دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے، اس بات پر اڑ جانا ہے، باقی باتیں آپ کیلئے ہیں، ان کیلئے نہیں ہیں۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب آپ نبوت سے سرفراز نہ ہوئے تھے صرف آپ کی خلافت کا اعلان ہوا تھا، سو اس وقت کے اس عمل سے عصمت انبیاء کے عقیدہ پر کوئی حرف نہیں آتا، قبل از نبوت انبیاء سے وہ کام تو نہیں ہوتے جن کے قباح پر عقل انسانی حکم لگائے، لیکن ذلات اور خطیات آئندہ ملنے والی نبوت کے معارض ہیں، یہ بات اس لیئے کہی کہ اگر کوئی کہے کہ بعد میں نبی بننا ہے تو کیا پہلے گناہ ہوسکتا ہے؟

## گناہوں کی دو اقسام:

جواب اس کا یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں کہ ایک وہ ہیں کہ عقل انسانی اس کی قباحت پر ذلالت کرے، مثلاً زنا ہے اس کیلئے اگر وحی نہ بھی ہو تو عقل انسانی اس کی قباحت پر دلالت کرتی ہے کہ نہیں؟ (کرتی ہے) شراب نوشی، وعدہ جھوٹا کرنا، لوگوں کو قتل کرنا، یہ وہ برائیاں ہیں کہ عقل انسانی ان پر دلالت کرتی ہیں۔

لیکن اب ایسا حکم مثلاً کہ اونٹ کا گوشت حرام ہے یا تمہارے لیئے حلال ہے تو ایسی چیزوں میں اگر وہ کام ہو جائے جو بعد میں حرام ہونا ہے تو پہلے ہو جانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ عقل انسانی نے اس کی قباحت پر دلالت نہیں کی۔

ہاں خزیر کا گوشت جو ہے اس پر عقل انسانی دلالت کرتی ہے تو اس سے بچاؤ ضروری ہے، جیسے اونٹ کا گوشت آدم علیہ السلام کے وقت میں حرام ہوا، پھر حلال ہوا، ان چیزوں پر ایسی بات نہیں، عقل انسانی اس کی قباحت پر دلالت نہیں کرتی۔

## انبیاء معصوم ہوتے ہیں:

قبل از نبوت انبیاء سے وہ کام تو نہیں ہوتے جن کے قباحت پر عقل انسانی حکم لگائے لیکن ذلات اور خطیات آئندہ ملنے والی نبوت کے معارض نہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ خطیات کا عقیدہ عصمت انبیاء کے عقیدے کے خلاف نہیں۔ عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے، فقہ اکبر مین ہے......الانبیاء علیهم الصلوات والتسلیمات کلهم معصومون عن الصغائر و الکبائر ولکن کان ذلات والخطیئات ......کہ جب ذلات اور خطیات کی تشریح موجود ہے عقائد کی کتابوں میں، تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔

تو ذلت آدم علیہ السلام سے ہوئی اس سے انکار نہیں، لیکن اس وقت وہ نبی نہیں تھے اور جب وہ نبی نہیں تھے، لیکن جو ہوا وہ بھی ذلت گناہ ہے۔

آپ سب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور کتابوں میں صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ معصومین، لیکن آج منکرین حدیث کا طبقہ پکار کر کہتا ہے کہ قرآن سے ثابت کرو کہ پیغمبر معصوم ہیں، مطلب یہ ہے کہ تمہارے علماء نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اب آپ اس کے مقابلے میں شرح عقائد کی عبارت پڑھیں گے شرح اکبر کی یا آپ کو قرآن سے دلیل پیش کرنی ہوگی؟

حدیث سے پیش نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ تو حدیث کو مانتا ہی نہیں، تو قرآن سے دلیل پیش کرنی ہو تو آپ کے پاس ایک سمجھ چاہئے۔

یہ جو سمجھ کی بات ہے کہ سمجھ نہیں آتی، یعنی محنت بھی کرتا ہے بنیادی طور پر لیکن سمجھ اسے نہیں ہے، اچھا اب کلام میں تعارض نہیں ہونا چاہئے یہ اچھی بات ہے۔ اور کلام میں تعارض ہونا بری بات ہے، اب کلام میں تعارض ہونا۔اس کی قباحت پر عقل دلالت کرتی ہے یا آیت ہے؟ (عقل) تعارض ہونا، اور ٹکراؤ ہونا

بعد میں یہ برا ہے، اس کی راہنمائی عقل کرتی ہے یا کوئی اور؟ (عقل) کہ تعارض ہونا اچھا نہیں۔

اب جب ہم عقل کے ساتھ کہتے ہیں کہ تعارض ہونا اچھا نہیں تو پھر خدا کے کلام میں تعارض ہو سکتا ہے؟ (نہیں) عقلاً اس کلام میں تعارض ہو سکتا ہے؟ (نہیں) اب ہمارا فرض ہے کہ کوئی ایسی بات کہ جس سے اس کے کلام میں تعارض آئے اس کو باطل کہیں، کیوں؟ اس لیئے کہ ہم منطق میں یہ بات پڑھ چکے ہیں، جو چیز ملتزم میں محال ہو، وہ خود محال ہے، اس قاعدہ کو ہم استعمال کریں گے کئی جگہ، مثلاً اللہ کے دو حکم ہیں ایک حکم ہے کہ پیغمبر کی اتباع کرو، اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ پیغمبروں کی اتباع کرو؟ اب اگر پیغمبر سے گناہ بھی ہوں تو اس آیت سے کہ پیغمبروں کی اتباع کرو، اس آیت کی رو سے اس گناہ پر عمل کرنا ہمارے لیئے ضروری ہے کہ نہیں؟ (ہے) جب کہا کہ پیغمبروں کی اتباع کرو تم پیغمبروں کی ساری باتوں میں اتباع ہو گی کہ نہیں (ہو گی) چونکہ پیغمبر بھی گناہ گار ہیں تو گناہ میں بھی اتباع ہے۔ تو گویا حکم خداوندی کا تقاضہ ہوا کہ تم اس گناہ پر بھی عمل کرو۔

اور دوسرے مقام پر اسی کے بارہ میں خدا نے کہا کہ اس پر عمل نہ کرو، یہ گناہ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہ کرو، یہ قرآن نے کہا ہے کہ نہیں؟ (کہا ہے) اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کہا کہ جھوٹ نہ بولو، وہ اس طرح کہا ......لعنت اللہ علی الکاذبین...... کہ لیکن اس کا معنی تو یہ ہے جھوٹ نہ بولو، تقاضا یہی ہے، ایک طرف کہا کہ جھوٹ نہ بولو اور اگر کوئی پیغمبر جھوٹ بولے تو جب حکم ہوا کہ پیغمبر کی اتباع کرو تو اس کا تقاضہ ہے کہ جھوٹ بولو تو ایک طرف ہے جھوٹ نہ بولا اور ایک طرف ہے جھوٹ بولو، تو تعارض لازم آیا کہ نہیں تو جو چیز ملتزم میں محال ہو وہ خود محال ہے اگر ہم ابتداء سے ہی نہ مانتے کہ پیغمبر سے جھوٹ بولنا ممکن

ہے ہوسکتا ہے کہ پیغمبر جھوٹ بولے اگر اس بات کو نہ مانیں تو یہ ساری محال چیز لازم آئے گی۔

تو جو چیز ملتزم میں محال ہو وہ خود محال ہے، پیغمبر کے معصوم ہونے پر دلیل یہ کہ پیغمبروں کی کلی اتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے بلا استثناء اللہ نے حکم دیا، معلوم ہوا کہ ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا اور اگر کوئی ذلت اور خطیئات ہو تو پھر اللہ پاک ان پر باقی نہیں رہنے دیتے، تاکہ جو اللہ کا حکم دیا گیا ان کی اتباع کرو، وہ کہیں اس کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

## انبیاء بقا علی الخطاء سے معصوم ہیں:

تو اب عقیدہ معصومیت کیا ہوا کہ پیغمبر معصوم ہیں گناہ سے، لیکن خطا ہو سکتی ہے، اور معصوم ہیں بقا علی الخطاء سے، یہ لفظ آگئے کہ اس خطاء پر پیغمبر باقی رہے تو امت کیلئے وہ خطا کیا ہو جائے گی؟ (عبادت) تو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہتے، اس لیئے پھر ان کو اس خطاء پر رکھا نہیں جانا۔

تو اس کیلئے جو لفظ میں نے تلاش کئے آپ کے ذہن میں بات اتارنے کیلئے، اگر میرے لفظوں سے متفق نہیں تو کوئی اور لفظ تلاش کرلیں، لیکن جو بات ہم نے کہہ دی وہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں اور عقل و فکر کی روشنی میں، نہ میرے لفظوں سے اتفاق ہو تو نہ سہی، لیکن میں جو کوشش کرتا ہوں وہ یہ کہ میں ایسے لفظ لاؤں کہ جس سے سمجھنا آسان ہو۔

مثلاً پیغمبر معصوم ہیں ہر گناہ سے، لیکن خطاء ہوسکتی ہے، لیکن خطاء کے معاملہ میں بھی بقا علی الخطاء سے معصوم ہین، ذہن میں بات اتری ہے؟ (جی) اب الفاظ جو مرضی بنالو لیکن اس معنیٰ کا انکار نہ کرو۔ یہ بقا کے لفظ ہم نے ڈالے ہیں، جو دین کی تفہیم ہے، وہ حقائق معانی سے ہے، الفاظ تلاش کرتا ہے بیان کرنے

والا خود۔

اب جو آدمی سوچے کم بولے زیادہ، اور بولنے میں بعض اوقات ہوتا ایسے ہے کہ طالب علم کا یہ اثر دینا ہوتا ہے کہ ظاہر کرے کہ میں بات سمجھتا ہوں، نیت جب تک سمجھنے کی نہ ہو اس وقت تک علم دماغ میں اترتا نہیں، اور وہ تب ہے کہ اپنے آپ کو انسان مٹائے، لفظ اس طرح بولنا کہ جس میں نیت اور ارادہ یہ ہو کہ گویا میں اس بات کو سمجھ رہا ہوں، اظہار اس کا مقصد ہے۔

ہاں اگر اظہار اس کا مقصد نہ ہو بعض اوقات طالب علم جو ہیں وہ بات کرتے کرتے یک دم یہاں پر آجاتے ہیں، وہ دورہ حدیث کی جماعت ہوتی ہے، اب دورہ حدیث میں صیغہ کوئی مسئلہ ہوتا ہے، اور پھر صیغے پر بحث کا دارومدار بھی نہیں، اب کسی لفظ میں فرق آجائے تو استاد اس سے درگزر کرے۔

جس طرح میں ایک دفعہ حدیث پڑھا رہا تھا تو حدیث آگئی حضرت عبداللہ ابن مسعود کی رفع یدین کی، تو لفظ آگیا...... ثم لم یعد...... اور کتاب میں اعراب لگے ہوئے تھے اس میں تھا کہ...... لَمْ یَعِدْ...... تو میں نے پڑھ...... لَمْ یُعِدْ...... پڑھ کر کہہ دیا کہ...... عاد یعید...... یہ بھی ہوسکتا ہے اور پھر محدثین سے روایت ہے کہ...... لم یعد...... بھی ہوسکتا ہے، تو ایک طالب علم کہتا ہے کہ...... لم یعد...... کیسے ہوسکتا ہے، ...... عاد یعید...... سے، تو میں نے کہا کہ تم صرف کی جماعت میں اس پر بحث کرنا۔ وقت ضائع نہ کرو۔

اب اس کا یہ سمجھنا کہ میں ثلاثی مزید اور مجرد میں فرق جانتا ہوں، تو اس نے طالب علم کو بتانا کہ میں یہ فرق سمجھ رہا ہوں تو یہ نادانی ہوئی، فرق کون سا ہے؟ تو طالب علم کبھی اپنے علم کے اظہار کا ارادہ نہ کرے، دل میں ذرا سا خطرہ بھی گزرا تو اس کا وبال خدا کی طرف سے یہ آتا ہے کہ اللہ سمجھ سے خارج کر دیتا ہے۔ سمجھ

اٹھالیتا ہے۔

ہاں سمجھ میں بات نہ آئے تو وہ اور بات ہے، لیکن اس میں اظہار کا ارادہ نہ ہو۔ اچھا بھائی کبھی عیسائیوں سے عصمت انبیاء پر بات ہو تو الفاظ کیا کہنے ہیں، جو میں نے کہے ہیں۔ وہی کہہ دو۔ اگر اس سے اچھے الفاظ آپ کو معلوم نہیں کہ انبیاء معصوم ہیں ہر گناہ سے، لیکن ان سے خطیئات ہوسکتی ہیں اور اس میں بھی بقاء علی الخطاء سے معصوم ہیں، یہ فقرہ بول دو۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کو خوش کرنے کیلئے ارادہ کرلیا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا، یہ گناہ نہیں تھا، لیکن یہ بات اللہ کی منشیٰ کے خلاف تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،...... لم تحرم ما احل اللہ...... آپ حرام کیوں کر رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ پر حلال کیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم حلال کی تھی؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز کو عملاً ترک کرلیا، عقیدہ تو اس کو نہیں کہا کہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نے جو کہا کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا، تو عام آدمی کا کہنا تو اور بات ہے لیکن آپ پیغمبر ہیں، آپ نے یہ جو بات کہی گو اس میں ارادہ یہی تھا کہ میں آپ اپنی بیوی کی رضا کیلئے یہ عمل نہیں کروں گا۔ یہ حرام کرنا نہیں تھا مگر اس کی صورت تو ایسی تھی کہ حلال کو حرام کرلیا، تو یہ ایک مثال ہے کہ ''صورۃً'' آپ نے یہ بات اختیار کی۔

اب یہ گناہ تو نہیں ہے اور حقیقت میں تحریم حلال نہیں، لیکن خطاء تو ہے تو اگر آپ سے کہہ دیا کہ آپ ایسا نہ کریں اور آپ اس سے رک گئے تو...... بقاء علی الخطاء...... ہوئی نہ تو اللہ تعالیٰ ...... بقاء علی الخطاء...... سے بچاتا ہے، اس کی مثال ہے۔

اب خاص طور پر نوٹ فرمائیں کہ پیغمبر معصوم ہیں، اس کی سب سے بڑی دلیل اس کو منطقی طور پر آپ ثابت کریں، وہ یہ ہے کہ پیغمبروں کی اطاعت کا حکم دیا، اگر ان سے گناہ ممکن ہو تو وہ گناہ اطاعت ہو جائے، تو وہ گناہ نہیں عبادت بن جائے، تو گناہ کا عبادت ہونا۔اور جو چیز فرض محال ہو تو وہ خود محال ہے، لیکن اس دلیل پر قابو وہی ہے جو قابو ہے۔

دوسرا یہ کہ بعض الفاظ اپنی ابتدائی دلالت میں تو صاف ہوتے ہیں لیکن ان سے عموم پر استدلال کیا جا سکے، کیسے سنو۔

## گناہ کیا ہے؟

گناہ کیا ہے؟ جواب، خیانت اگر کسی نے چوری کی تو خیانت کی، زنا کیا تو خیانت کی، آنکھ لڑائی تو خیانت کی۔تو اگر آپ گناہ کی نیت پر غور کریں، تو گناہ ہے خیانت، خیانت فی القول ہو......خیانت فی العمل ہو......اور خیانت فی النیت ہو، یہ انواع خیانت کتنی ہیں؟ (تین) خیانت فی القول، خیانت فی العمل اور خیانت فی النیت اور چوتھی نوع ہو سکتی ہے؟ (نہیں) یا خیانت فی النیت ہوگی یا خیانت فی العمل ہوگی یا خیانت فی القول ہوگی۔

اس پر عقلاء کتنا ہی غور کر لیں چوتھی کوئی نوع خیانت کی بن نہیں سکتی۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔کہ منافق کون ہے؟......اذا حدث کذب......جب وہ کوئی بات کرے تو کذب اس نے جھوٹ بولا، یہ کیا ہے خیانت فی القول ......واذاتومن خان......اور جب امانت دی جائے، تو خیانت کی تو یہ کیا ہے، خیانت فی العمل ......واذا وعد اخلف......اور جب وعدہ کیا تو اس کا الٹ کیا، یہ خیانت فی النیت ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ وعدہ کرتے وقت اگر کسی کی نیت ہو کہ میں نے پورا نہیں کرنا تو وہ مصداق ہے ......وعد اخلف......اور اگر کسی نے نہیں کیا تو وہ پورا نہ کر سکا، تو وہ اس سے نکل گیا، تو منافقت کیا ہے کہ ارادہ تو نہیں جانے کا لیکن میں جاؤں گا، تو یہ منافقت بیان کر رہی ہے ......اذا حدث کذب......تو خیانت کی تینوں چیزوں کو ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا۔

## پیغمبر ﷺ کا کلام ممتاز ہوتا ہے:

تو بتایئے کوئی غیر پیغمبر کی ایسے جامع کلام پر قدرت ہے؟ (نہیں) کسی واعظ کو کسی علامہ کو کہہ دو کہ وہ کوئی واعظ کرے، لیکن اس طرح انواع جمع ہو جائیں ایک ہی جگہ، ہم نے تو غور کیا کہ خیانت کی انواع کتنی ہیں۔ اب تو آپ پڑھ چکے لیکن اس سے پہلے پتہ تھا کہ کتنی ہیں؟ (نہیں) جب آپ نے سوچا تو معلوم ہوا کہ ہیں اتنی، اس پر ہماری کوئی زیادتی تو نہیں، عقل یہی کہتی ہے خیانت فی النیت ہے، خیانت فی العمل ہے، خیانت فی القول۔ آپ ان تینوں کو ایک ہی روایت میں جمع کرنا...... اذا حدث کذب ......اذا اؤتمن خان واذا وعد اخلف......یہ اتنا جامع کلام ہے، ایک ہی جگہ جمع کر دیا یہ کیا ہے؟ کلام پیغمبر اتنا جامع ہے۔

یہ اس طرح ہے کہ جس طرح انسان کو دنیا میں کہا جائے۔ اپنی جان، مال اور عزت کتنی چیزیں ہیں؟ جان، مال اور عزت جان میں آ گئی اولاد بھی مال میں آ گیا، گھر بھی اور عزت میں آ گیا، تو فطرت کی رو سے جان، مال، عزت یہ تین چیزیں ہیں، اب پیغمبر کا کلام دیکھو۔

آپ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں اور فرمایا......ان دماء کم و اموالکم و اولادکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا......اب سب جمع ہو

جائیں، سارے جہان جمع ہو جائیں، ایسا جملہ نہیں بنا سکتے کہ ایک ہی جملے میں سب کچھ جمع ہو جائے۔

تو پیغمبر ﷺ کا کلام اپنی عظمت پر ممتاز ہوتا ہے، فرمایا کہ ان پر غور کرو......ان دماء کم واموالکم واولادکم ......اور آگے کیا ہے......لشعر کم هذا لبلد کم هذا......تو ایک ایسا جامع، کلام اعلیٰ سے اعلیٰ شاعر ہو، اعلیٰ سے اعلیٰ ادیب ہو، خطیب ہو، وہ قریب نہیں پھٹک سکتا، نبوت کے کلام کے۔

لیکن یہ مزا آئے گا اس کو جو سوچے، جو سوچے ہی نہ اور یہ سوچے کہ اچھا میں بھی ڈھونڈوں گا کہ شاید مل جائے، تو جب تک وہ ڈھونڈے نہ تو وہ اس وقت تک ایمان کی حلاوت گئی نہ کہ اب ایک آدمی کہتا ہے کہ آپ نے جو کہا کہ ایسا کلام کوئی نہیں لا سکتا۔

کیا دنیا کے تمام انسان پیغمبروں کے علاوہ گزرے ہیں آپ نے ان کا کلام پڑھا ہے، تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کا تو نہیں پڑھ سکتا، تو میں کہہ دوں کہ نہیں، ایسا تو پھر ہو سکتا ہے؟

بھائی جتنا علم ہو اس کے مطابق کسی کا علم نہیں، اس پر بھی حکم لگایا جا سکتا ہے، اب جتنا ہم نے پڑھا ہے اس کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو نہیں پڑھا اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو پیغمبر کے کلام کے برابر ہو، کیوں، اس لیئے کہ پیغمبر کے بارہ میں ایک اور عقیدہ پہلے سے ذہن میں ہے وہ یہ کہ اس کے پیچھے خدا بولتا ہے جس کی وجہ سے ہم نے پیغمبر کے کلام کے بارہ میں کل دنیا کے انسانوں کے کلام کا احاطہ نہیں کیا، لیکن پھر بھی کہہ دیا کہ اس جیسا بول کسی کا نہیں اور جوں جوں تحقیق آگے بڑھتی جائے گی ہماری بات غلط نہیں ہو سکتی۔

اگر آج ہم کہہ دیں کہ ہمارا مطالعہ نہ سہی تمہارا تو مطالعہ ہوگا کہ دنیا میں

اس جیسا کلام تو لاؤ۔

یہ جو بات خیانت کی وضاحت میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے، سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہ وہ لوگ تھے جو علم کے شناور تھے اور وہ جب تاویل کرتے تھے۔ اور بعض مختلف نئے نئے حقائق آئیں، لیکن یہ جو علماء ہیں علم کے امین تھے اور ایسی تعبیر کرتے ہیں کہ اسکے بعد ہفت اقلیم میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ واقعی پیغمبر سے کلام کی شان کا مقابلہ نہیں۔

## زمانہ کیا ہے:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ زمانہ کیا ہے؟ تو زمانے کی تشریح فلسفیوں نے کچھ کی، ادیبوں نے کچھ کی، مولانا نے ایک ہی جملہ فرمایا، زمانہ کیا ہے؟ فرمایا ارادہ خداوندی کی مسافت کا نام ہے۔ اب تم لگے رہو سارا دن، لیکن اس جملے کی اہمیت دیکھو۔

تو جن اکابر کی نمائندگی میں ہم لوگ بولتے ہیں، ان سے پڑھ کر جو باتیں آپ سے کیں وہ اپنی جگہ علوم کے پہاڑ تھے اور یہ نہ سمجھنا کہ اپنی طرف سے باتیں بنا رہے ہیں، کوئی موتی ادھر سے چنا، کوئی ادھر سے چنا اور وقت نہیں ہوتا کہ ہر ایک کی تفصیل عرض کرسکوں، لیکن اگر طالب علموں کے ذہن میں یہ ہو کہ یہ اپنی طرف سے بنا رہے ہیں، تو پھر اس نے بات کی قدر نہ کی، جو قدر نہیں کی، تو سمجھ نہیں آئے گی۔

یہ بات ہے پیغمبر کی اتباع پر، سمجھ آ گیا عصمت انبیاء کا عقیدہ۔

## انبیاء سے خیانت نہیں ہوسکتی۔

اب جو لوگ اعتراض کرنے والے ہیں، وہ بعض اوقات کہتے ہیں معصوم

کا لفظ دکھاؤ قرآن میں، لفظ تو معصوم کا نہیں ہاں میں ایک بات کہتا ہوں کہ نبی سے کوئی خیانت نہیں ہوتی۔

اب خیانت کا لفظ عام طور پر کہاں استعمال ہوتا ہے؟ عام طور پر استعمال ہوتا ہے مالی معاملات میں کہ اگر کسی کے پاس امانت رکھی جائے اور اس نے خیانت کی، تو زبان کا قول بگاڑنا بے شک خیانت ہے لیکن عام استعمال تو نہیں، تو اب حقیقی خیانت کیا ہے؟ اساس خیانت کیا ہے؟ خیانت فی المال، عمل خیانت، لیکن کسی تعبیر سے خیانت کا لفظ قول پر بھی تو آ سکتا ہے؟ اور عمل پر بھی آ سکتا ہے۔ (جی)

اب...... ما کان لنبی ان یغل...... یہ ہو ہی نہیں سکتا کسی نبی سے کہ وہ خیانت کرے تو یہ لفظ مالیات میں استعمال ہوتا ہے، لیکن میں نے کہا کہ عدالت انتظامی کے ساتھ خیانت۔

ایک بات ضمنی طور پر کہتا ہوں کہ آپ بیٹھے ہوئے آنکھوں سے اشارے بھی کر لیتے ہیں؟ (جی) اور انسانی سوسائٹی میں یہ رائج ہے آنکھوں سے اشارے کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جس کے بارہ میں آپ قتل کا فیصلہ کر چکے تھے پہلے...... کہ یہ لائق قتل ہے لیکن وہ منہ چھپا کر آ گیا، جب آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا تو اس وقت کیا تھا؟ وہ کسی کا سفیر اور نمائندہ بن کر آیا۔ کافر تھا، ان کا نمائندہ بن کر آیا۔

تو دنیا کا ایک بین الاقوامی قانون ہے کہ سفراء قتل نہیں کیئے جاتے۔ دشمن کا بھی سفیر ہو تو وہ آئے تو اس کو بھی قتل نہیں کیا جاتا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص آیا، اس کے بارہ میں قتل کا فیصلہ پہلے ہو

چکا تھا، لیکن اب سفراء میں سے تھا اور آیا کس کے پاس تھا؟ (حضور ﷺ کے پاس) حضور ﷺ کون تھے امیر مملکت مسلمانوں کی جو سلطنت ہے اس کے ہیڈ کون تھے؟ (حضور ﷺ) تو جب وہ آ رہا تھا تو صحابہ نے دیکھا تھا یا نہیں (دیکھا تھا) تو وہ سفیر صحابہ کی طرف تو نہیں تھا، اگر صحابی اس کو مار ڈالتا تو حضور کے ارشاد پر تو عمل ہو گیا؟ (جی) جب حضور ﷺ کے سامنے سفیر آ گیا تو اس کو امان دے دی تو جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا۔ وہ ظالم پاس آیا ہوا تھا، تم میں سے کسی نے اس کو قتل کیوں نہ کر دیا؟ کوئی بڑھ کر قتل دیتا۔

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور ﷺ ہمیں پتہ نہیں چلا آپ آنکھوں کا اشارہ کر دیتے، آپ نے فرمایا...... میں نبی ہوں...... لیکن حضور ﷺ نے چاہا ضرور کہ وہ قتل ہو، لیکن جب کہا کہ آنکھوں کا اشارہ کر دیتے، تو کہا کہ میں نبی ہوں، تو نبی کی یہ شان نہیں کہ آنکھوں سے اشارہ کرے۔

کیونکہ آنکھوں سے اشارہ کرنا اس سوسائٹی میں خیانت ہے، تو ان کو تو نہ پتہ چلے آنکھوں میں کہہ دے تو نبی کی شان میں اتنی خیانت نہیں کہ جتنی آنکھ کے اشارے کی ہے۔

حالانکہ حضور ﷺ تو کہہ رہے ہیں کہ قتل ہو جاتا تو اچھا تھا، تو جب کہا کہ آپ آنکھوں سے اشارہ کر دیتے تو کہا کہ میں نبی ہوں، یہ نبوت کے مقام کا پتہ چلتا ہے کہ نبی معصوم ہے اشارے میں جو خیانت ہے اس سے بھی۔

تو اب قرآن کے الفاظ ہیں...... ما کان لنبی ان یغل...... کہ نبی سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خیانت کرے، یعنی خیانت فی القول ہو، خیانت فی العمل ہو، خیانت فی النیت ہو، یہ نہیں ہو سکے گی، خیانت فی اشارہ بھی، خیانت فی العمل کا حصہ ہے کہ نہیں؟ (ہے)

اگر عصمت نبوت پر کوئی بحث کرنی ہو تو اس آیت کا سہارا لینا ہے ......ما کان لنبی ان یغل ......تو فریق مخالف کرے گا، اس سے تو غلود مالی کی نفی ہے کہ پیغمبر سے مالیات میں خیانت نہیں ہوتی، لیکن کسی بات میں بھی نہیں ہوتی، فوراً جواب دیں کہ انتظامی کی نہیں ہوتی، یعنی لازم کرنا کہ اس کو خیانت لازم ہے، جب اس کا قیام ہو گیا، اب ہر خیانت کی نفی ضروری ہے، دلالت انتظامی کے ذریعہ آپ اس میدان میں کامیاب ہو جائیں گے۔

## ما کان کے معنی کیا ہیں:

اب آپ یہ بات بھی سمجھیں کہ ما کان کے معنی کیا ہیں؟ تو یاد رکھو کہ ما کان کے معنی دو ہیں ایک ہے کہ ایسا نہیں چاہیے، ایک ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک کہ ایسا نہیں چاہیے مثلاً میں کہتا ہوں ......ما کان لمسلم ان یترک الصلوٰۃ......اس کا ایک معنی ہے کسی مسلمان کو نہ چاہئے کہ وہ نماز چھوڑے، لیکن اگر وہ چھوڑے تو لوگ چھوڑ تو دیتے ہیں، تو یہاں ما کان کے معنی کیا ہیں، اس کو نہ چاہیے، انسان اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتا ہے......ما کان ینبغی له ان یفعله ......اور اس کو حق نہیں کہ ایسا کرے تو ما کان کے معنی کیا ہوئے ایسا نہ چاہیے۔

اور کبھی ایسے ہوتا ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا، مثلاً...... ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا......تم سے ہو ہی نہیں سکتا کہ تم درخت اگاؤ، تو یہاں ما کان کس معنی میں ہے؟ (ہو ہی نہیں سکتا) دو معنی ہوئے۔

تو اب ما کان کے معنی قرآن میں تلاش کرنا اور ایسی نظیریں آپ کے سامنے آئیں......تو علماء اسلام، علامہ ابوالحیان اندلسی بہت بڑے محقق، مفسر، عالم،

متکلم کرتے ہیں۔ انہوں نے ماکان کی بحث میں لکھا، میں صرف آپ کو اس وقت بتاتا ہوں کہ ......ماکان لنبی ان یغل.....کہ اس کا معنی یہ نہیں کہ نبی کو نہ چاہئے کہ خیانت کرے، اس کا معنی یہ ہے کہ نبی سے ہو ہی نہیں سکتا کہ خیانت کرے، تو ماکان پہلا ہوا یا دوسرا؟ (دوسرا) تو پھر اس طرح کہ ماکان آپ کے سامنے ہونے چاہیے۔

اب اگر کوئی پوچھے کہ خلفاء اسلام میں کس نے کہا ہے؟ کہ یہ ماکان وہ ہے تو پھر آپ کو یہ کہنا چاہیے کہ ابولحیان اندلسی نے کہا ہے اور پھر اس کا حق نہیں کہ دلیل مانگے، اور یہ بھی آپ کے ذمہ نہیں کہ جواب دیں، آپ نے استدلال کیا لیکن یہ میں نے ویسے آپ کو بتادیا۔ قرآن کو سمجھنے کیلئے اس کی تفاسیر تلاش کرنی پڑتی ہیں ......ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا......ء الہ مع اللہ......یہ توحید کے موضوع میں ہے۔ تو توحید کے موضوع میں جو کہا اب اس کا معنی کیا ہوگیا......ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا......اگر کوئی ایسے درخت اگالے تو وہ خدا ہوگیا؟

اور اللہ کیا کہنا چاہتے ہیں،......ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا ......
اب ماکان کے معنی سمجھ آئے؟ (جی)

عصمت نبوت پر پہلی دلیل پیغمبر کی اطاعت ضروری ہے۔

دوسری دلیل......ماکان لنبی ان یغل......اور اب تیسری دلیل ہے اس کو میں ایک تمہید کے ساتھ پیش کیا کرتا ہوں۔

## موثر اور متاثر میں فرق:

وہ یہ ہے تمہید سمجھ لیں، کہ موثر اور متاثر میں فرق ہے، اور کیا فرق ہے؟
موثر کا معنی ہے اثر ڈالنا، اب میں آپ پر اثر ڈال رہا ہوں یا اثر لے رہا ہوں؟

(ڈال رہے ہیں) اب میں ہوں موثر یہ اثر ڈالنا ہے۔

اچھا تمہاری بات سمجھ نہیں آئی تم کیا کہہ رہے ہو،تم بتاؤ،تو اب میں متاثر ہوں، میں سننا چاہتا ہوں کہ یہ کیا چاہتا ہے،ممکن ہے کہ میں بات مان ہی لوں بعد میں ترمیم ہو جائے، اب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔میری حیثیت کیا ہے متاثر،اور جب میں اپنی بات ڈال رہا ہوں موثر۔

اب دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ گناہ میں انسان موثر ہے یا متاثر؟ گناہ میں انسان متاثر ہے، کسی طرح اس کے پاس جو مال ہے یہ میرے پاس نہیں تو میں متاثر ہوا۔مال کی طلب میں،تو میں نے چوری کرلی۔تو چوری کے پیچھے کیا ہے میرا یہ تاثر،مال مجھے چاہیے، زنا کا مرتکب ہوا تو وہ پہلے متاثر ہوا پھر گناہ ہوا؟ (جی) یعنی وہ گناہ کا مرتکب پہلے ہوا یا متاثر ہوا؟ (متاثر ہوا) تو دنیا میں جو بھی گناہ ہوتے ہیں تو گناہوں کی حقیقت پر اگر غور کیا جائے تو گناہ میں انسان متاثر پہلے ہوتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے،اگر وہ کسی سے متاثر نہ ہو تو گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اب مال کی لالچ اس سے متاثر نہ ہو تو کوئی چوری کرے گا (نہیں) کسی کے حسن سے متاثر نہ ہو تو کوئی بدکاری کرے گا؟ (نہیں) تو انسان گناہ تب کرے گا کہ جب متاثر ہو۔

اب سنو اور متاثر کس سے ہوتا ہے؟ انسانوں سے مثلاً دولت کسی انسان کی دیکھی تو خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی دولت مند ہوتا اور اگر یہ دولت پڑی ہو کسی زمین پر تو انسان کو طلب ہی نہیں ہوتی کہ میں بھی دولت مند ہوتا،اور اگر یہ دولت پڑی ہو کسی زمین پر تو انسان کو طلب ہی نہیں ہوتی کہ میں لوں، پتہ ہی نہیں۔

اب جب سے تاریخ چلی آ رہی ہے زمین میں کتنا سونا ہے اور اس زمانے کے جو انسان نے فائدہ اٹھایا، پھر پتہ چلا کہ سونا کیا ہے، اب پھر جو لوگ

سونے کے طالب ہوئے، تو متاثر کن سے ہوا؟ (لوگوں سے)

## عصمت انبیاء قرآن میں:

حاصل کلام یہ ہے کہ گناہ تب ہوتا ہے کہ جب انسان پہلے متاثر ہو، اور متاثر بھی ہو انسانوں سے، یہ تمہید اگر سمجھ میں آ جائے تو اگلی بات سمجھنی آسان ہوگی کہ پیغمبر متاثر نہیں ہوتا، انسانوں سے وہ مؤثر ہوتا ہے، پیغمبر کی شان ہے کہ وہ اثر ڈالتا ہے اثر لیتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرمایا ......**واللہ یعصمک من الناس**...... کہ اے میرے پیغمبر اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا، تو ایک معنی تو اس کا ہے کہ لوگ مجھے پکڑ نہ سکیں گے۔ مار نہیں سکیں گے۔ ضائع نہیں کر سکیں گے۔ تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے......**واللہ یعصمک من الناس**......لیکن تکلیف پہنچانے کو اگر عام رکھا جائے کہ تکلیف پہنچانے کیلئے زور آزمائی کی بات نہیں، اگر ان انسانوں کے زریعہ کہ لالچ بھی پیدا ہو سکتا ہے، اے میرے پیغمبر تجھ میں وہ لالچ نہیں پیدا ہو سکتا۔ ان کو دیکھنے سے کوئی گناہ پیدا ہو سکتا ہے۔ تیرے دیکھنے سے گناہ نہیں پیدا ہو سکتا...... **واللہ یعصمک من الناس**......انسان کے پاس دوسرے تک کوئی چیز اثر پہنچا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ تجھے ان سے محفوظ رکھے گا۔

جب ہم نے گناہ کے معنی تمہید کے ساتھ بتا دیئے۔ تو اب ......**واللہ یعصمک من الناس**......تو لفظ معصومیت ہم نے بتائی ہے کہ نہیں؟ (بتائی ہے) پہلے تو ہم حقائق پر بحث کر رہے تھے، اب ہم نے لفظ بھی دکھا دیا۔

## پیغمبر اثر دیتا ہے لیتا نہیں:

لیکن یہ لفظ سمجھ میں تب آئے گا کہ جب ......من الناس...... والی بات

سمجھ میں آجائے، پیغمبر مؤثر ہے، متاثر نہیں، پیغمبر اثر دیتے ہیں اثر لیتے نہیں۔

اور بعض لوگ جن کو علم نہیں ہوتا تو وہ ذرا سی بات میں شبہ کرتے ہیں کہ یہ بھی ہے، تو میں کہتا ہوں، مثلاً حضور ﷺ نے نماز پڑھائی، حضور ﷺ کی نماز پڑھانے میں نیت تھی نمازیوں کا دھیان کرنا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جماعت کراؤ تو پیچھے دیکھو کون ہیں؟ اگر مریض ہیں، حاجت مند ہیں، مسافر ہیں، تو نماز چھوٹی کرو، ان کی رعائیت کرو، وہ امام امام نہیں جو مقتدیوں کی رعائیت نہ کرے۔

اگر کسی مسجد میں امام نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی رعائیت نہیں تو اسے کوئی پوچھتا بھی نہیں، ان کو ملتا بھی نہیں، تو وہ امامت کے لائق نہیں، امامت انسانوں کی ہے تو ان انسانوں کی رعائیت کرنا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا ......اذا ام احدکم فلیخفف......اس قسم کے الفاظ آئے۔

تو اگر مقتدیوں کی رعائیت نہ کی جائے اور نہ ان سے پوچھا جائے ان کو سمجھا نہ جائے، مریض مسافر کا خیال اور فرق نہ کیا جائے، حاجت مندوں کی حاجتوں کو پہچانا نہ جائے، اس کی نماز کیا ہے؟ کیا نماز جماعت کے ساتھ کھڑے ہونے کا نام ہے؟ نہ، حاجت مندوں کی حاجت کو پہنچا تو پیچھے حاجت مند تو نہیں۔

اس لیئے نماز پڑھانے والا امین ہے، بہت بڑی امامت اس کے ذمہ آئی۔ اور وہ ان کا دھیان کرے۔

اس سے بعض لوگوں کے ذہنوں میں ایک بات آتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب ان کا خیال کیا۔ تو پھر اثر لیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ اثر لیا نہیں، یہ اثر دیا ہے، میں پیغمبر ہوں میں تعلیم دینے آیا ہوں کہ میں دوسروں کا دھیان رکھوں، تو یہ بات اثر دینے کیلئے ہے اثر لینے کیلئے نہیں۔

تو یہ بات ذہن میں رکھو کہ پیغمبر اثر دیتا ہے اثر لیتا نہیں، مثلاً مرزا غلام

احمد کو کسی نے کہا کہ تو نے حج کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ وہ لوگ مجھے ماریں گے۔اس لیئے نہیں کیا۔اب اس نے اثر لیا یا نہیں لیا؟ یعنی اپنے عمل کیلیئے اس نے اثر لیا۔

تو ہم ان کو کہا کرتے ہیں کہ پیغمبرانہ مزاج پر غور کرو، پیغمبر اثر لیتا نہیں وہ تو اثر دیتا ہے۔وہ دے رہا ہے یا اثر لے رہا ہے؟

## مرزا غلام احمد قادیانی کا کذب:

اس طرح مرزا غلام احمد نے ایک دفعہ کہا کہ مجھ پر الہام ہوا ہے...... عفت الديار محلها ومقامها...... تو علماء نے کہا کہ یہ شعر اور مصرع تو پہلے سے موجود ہے فلاں جگہ، تو تو نے اس سے اثر لیا۔اس کلام کو وحی بنا دیا۔تو تو نے تو اس سے اثر لیا اور پیغمبر تو اثر لیتا نہیں، تو اس نے ایک عجیب وغریب روایت بنائی۔لیکن اسے سمجھتا نہیں، اور اسے بہت سے لوگ نہیں سمجھتے، اللہ تعالیٰ کا بڑا فیضان ہوا مجھ پر کہ میں بڑا پریشان تھا اس روایت کو دیکھ کر کہ اللہ تعالیٰ نے مدد کی۔اس کے معنی میرے دل پر اتر گئے وہ ضمنی طور پر عرض کر دوں۔

بیان یہ کرتے ہیں اور اس کو امام فخر الدین رازی نے لکھا، اس واقعہ کو جو میں بیان کرنے لگا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابن ابی صرعہ کا بیٹا جو کاتب وحی تھا، پھر مرتد ہو گیا، اس کا نام سنا ہے؟ (سنا ہے) وہ آیا اور قرآن لکھ رہا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت لکھوائی، اور اس آیت کے آخر میں ہے...... خلقا اخر فتبارك الله احسن الخالقين...... آیت کے مضمون کا منشیٰ یہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح انسانوں پر، انسان چیزوں پر، چیزیں پیدا کی ہیں، انسان کی پیدائش...... ثم

انشانه خلقا اخر ...... کہ ہم نے انسان کو جو وجود بخشا وہ اس کی پیدائش کہ پہلے اس کو یوں بنایا پھر یوں بنایا، پھر یوں بنایا ...... ثم انشانه خلقا اخر ...... پھر ہم نے اس کو اس طرح کی پیدائش بخشی۔

اب جب ...... خلقا اخر ...... کہ اس کے بعد کیا ہے ...... فتبارك الله احسن الخالقین ...... جب خلقا اخر کہا تو اس نے خود ہی پڑھ دیا ...... فتبارك الله احسن الخالقین ...... اس کاتب نے کہہ دیا ...... گو مضمون میں اور اس کی عربیت میں اس طرح مسحور تھا ...... اب یہ کہہ کر حضور ﷺ کو کہنے لگا کہ آگے لکھوائیں اب حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب یہی لکھ دے، جو تو نے لکھا ہے۔

اب وہ شخص حیران ہوا، کہتے ہیں کہ بعد میں مرتد ہو گیا تھا، اس نے کہا کہ اگر ان پر وحی آتی ہے تو مجھ پر بھی آئی۔

اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے جو کہا کہ وحی لکھ لے اگر ان پر وحی آتی ہے تو وہی بات میری زبان سے نکلی تھی، آپ نے فرمایا کہ وہی لکھ لے۔

اور علماء لکھتے ہیں کہ وہ مرتد ہو گیا، اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد پھر وہ مسلمان ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ اگر میرے اوپر وحی آئی ہے ...... اف الدیار محلها ومقامها ......

اور وہ مصرع عرب میں رائج تھا اور موجود تھا، لبید کا مصرع ہے یا کسی اور کا۔ لیکن موجود پہلے سے ہے، اب اگر اس کی میرے اوپر وحی آئی تو کیا ...... فتبارك الله احسن الخالقین ...... پہلے فقرہ کسی اور کی زبان سے نہیں کہ یہ وحی بن گیا؟ (یہی بنا) یہ تاریخ کا واقعہ ہے، اس پر بڑے بڑے علماء نے بحث کی ہے۔

میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ بات سمجھ آئی، وہ ظالم اس کو سمجھا ہی نہیں، وہ یہ

کہ جس شخص کے دل میں یہ بات آئی ...... فتبارك الله احسن الخالقين...... وہ تھا کہاں؟ (رسول اللہ ﷺ کے پاس) اور حضور ﷺ وحی مسلسل لکھوا رہے تھے اور وحی مسلسل آ رہی تھی، حضور ﷺ پر، اور وہ بیٹھا تھا آپ کے قرب میں، تو آپ کے پاس بیٹھنے کا روحانی اثر اس پر ہوا، کہ وہ جملہ جو وحی کا آ رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان پر جاری کر دیا، تو اس کی زبان سے ...... فتبارك الله احسن الخالقين ...... جو نکلا وہ اس سیاق وسباق کے ساتھ تھا، جو اس مجلس میں بات تھی اور پیغمبر کی صحبت تھی۔

تو اس سے یہ نتیجہ تو نکل سکتا ہے کہ پیغمبر پر جب کمالات الٰہی گزر رہے ہوتے ہیں تو اس کے پاس جو انسان ہیں ان پر اس کا پرتاؤ ہوتا ہے، کیوں؟ اس کی زبان سے نکلنا...... فتبارك الله احسن الخالقين...... اور حضور ﷺ پر وحی کی شکل میں آنا، اس میں ایک لمحے کا فرق نہیں پڑا۔ اسی مجلس کی بات ہے اور ...... اف الديار محلها ومقامها...... وہ تو کئی سال پہلے کی بات ہے اور وہ شخص جو تھا۔ جو اب مدعی نبوت ہے مرزا غلام احمد آیا، نہ پاس آیا۔ نہ بیٹھا، نہ اس پر پرتاؤ پڑا۔

اب میں کہتا ہوں کہ جس کی زبان سے ...... فتبارك الله احسن الخالقين ...... یکدم نکل پڑا اس سیاق کلام میں...... ثم انشانه...... اس کے تسلسل سے متاثر تھا اتنا نکل گیا جملہ اس کی زبان سے، تو یہ پرتاؤ تھا، کمالات محمدی کا، اگر وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہو اور پھر وہ کہے تو یہ بات نہیں تھی۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتنی موافقات ہیں، جن پر کلام اترا لیکن الفاظ قرآن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نہیں بتائے یا بنائے؟ کیوں، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے اگر کہتے تھے، حضور ﷺ ایسا ہونا چاہیے اور پھر وحی آئی، تو الفاظ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں فرماتے کہ یہ الفاظ ہیں یہ شخص جو لا رہا ہے یہ قرب

رسالت میں اس مقام پر تھا، اس پر پرتاؤ پڑ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتر رہی تھی اس پر پرتاؤ پڑا اور اس کی زبان سے نکل گیا، تو اس میں یہ بحث تو چل سکتی ہے کہ پرتاؤ کس طرح پڑتا ہے اور پرتاؤ کی کتنی قسمیں ہیں اور اس عکس کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لیا۔

اور دیکھیں میں عیسائیوں کو کہا کرتا ہوں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اپنی طرف سے بناتے تھے، تو اس نے جب کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بھی نہیں کہہ سکتے تھے بس اتنی وحی ہے بعد میں پھر کہتے کہ اب یہ اترا ہے ......فتبارك الله احسن الخالقين ......تو کوئی رکاوٹ تھی؟ (نہیں)

## عزت واکرام کے انداز:

تو میں ایک ولی اللہ بزرگ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کے پاس تھی مٹھائی اور تھی جیب میں اور مجھے پتہ نہیں تھا، میں ان کے پاس بیٹھا تو وہ کچھ مسکرائے، تو میں نے کہا جی میں، کہ اگر ان کی جیب میں کوئی مٹھائی ہو تو مجھے دیں گے۔ تو انہوں نے جیب سے مٹھائی نکال کر مجھے دے دی۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کچھ معلوم ہوا میری خواہش کا، کہنے لگے کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں مٹھائی چاہتا تھا میں نے کہا کہ آپ نے جو مٹھائی دی اس سے پہلے آپ کو کوئی خیال آیا، انہوں نے کہا کہ ہاں اتنا خیال آیا کہ میں مٹھائی اسے دوں گا، تو اس کے جی میں جو خیال آ رہا تھا مٹھائی اس کو ہی دوں تو اس کا پرتاؤ میں نے محسوس کیا کہ میں مٹھائی دوں، ان کو کوئی پتہ نہیں کہ میں تمنا کر رہا ہوں، غیب کا علم تو اللہ کو ہے۔

تو اس وقت مجھے واقعہ یاد آیا کہ میں تو ان کے پاس بیٹھا تھا، تو اس کے

اوپر جو القاء ہوا، کہ میں اس کو مٹھائی کھلاؤں تو وہ پرتاؤ میرے دل پر بھی آ گیا کہ میں لوں لیکن میرا اس کو پتہ نہیں، ولی کے پاس بیٹھ کر پرتاؤ پڑ سکتا ہے تو نبی کے پاس بیٹھ کر کیوں نہیں آ سکتا؟ تو مجھے اس کی تسلی ہوئی تو میں نے کہا کہ جو بات کہی تھی وہ مجھے سمجھ میں آ گئی۔

کہ اس کی زبان سے جو نکلا ......فتبارك الله احسن الخالقين ......یہ بھی کمالات محمدی کا ایک پرتاؤ تھا، خدا سے جدا نہیں، لیکن غلام احمد جو کہہ رہا ہے جملہ، اس کو تو اب صدیاں گزر گئیں۔

اور علماء کو پڑھتے پڑھتے مدتیں گزریں اور یہ کہتا ہے کہ آج مجھے یہ الہام ہوا، تو یہ قیاس ہے۔

عصمت نبوت پر ایک محاورہ یاد رکھیں اور وعدہ کریں کہ یہ محاورہ سب یاد رکھیں گے؟ (ان شاء اللہ) اب سنیں اور بات یاد رکھیں۔ دنیا میں اکرام و اعزاز کی شکلیں کتنی ہوتی ہیں مثلاً

یہ مولوی صاحب ہیں میں ان کا اکرام کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ یہ کپڑوں کا جوڑا میں آپ کو دیتا ہوں اکرام کے طور پر، عزت کے طور پر، تو ایک ہے اکرام کا یہ طریقہ۔

ایک آ گئے مولوی صاحب تو میں کہتا ہوں کہ یہ ہدیہ قبول کر لیں تو میں نے عزت اور اکرام کے طور پر کچھ رقم پیش کی۔

ایک اور صاحب آ گئے ان کو ہم نے تین مربع جاگیر دے دی، ان کا اکرام کیا ہوا کہ ان کو تین مربع زمین مل گئی اور ایک کو کچھ رقم مل گئی اور ان کا اکرام یہ ہوا کہ ان کو کپڑوں کا ایک جوڑا مل گیا۔

لیکن اکرام کا ایک مقام یہ ہوتا ہے مثلاً مولوی صاحب ان کی باری

آ گئی، مولوی صاحب آپ میری سلطنت میں رہتے ہیں میں اس ملک کا بادشاہ یا وزیر ہوں آپ یہاں رہتے ہیں، اور آپ سلطنت کے وفادار ہیں، ہم بہت مشکور ہیں، ہم اعلان کرتے ہیں، آپ کو تین خون معاف کیئے۔ یعنی اگر آپ کسی کا قتل کر دیں پولیس پکڑے گی نہیں، دوسرا قتل کر دیں تو کوئی نہیں پکڑے گی، تیسرا قتل کر دیں، پکڑے گی نہیں، چوتھا قتل کر دیں تو آپ قصور وار ہوں گے کیونکہ ملک میں قتل بے جا کی اجازت نہیں، تو آپ کا اتنا وقار ہے ہماری سلطنت میں، ہم دربار میں اعلان کرتے ہیں کہ آپ کو تین خون معاف ہیں۔

یہ ہمیں بھی پتہ ہے کہ ایسا مہذب آدمی قتل نہیں کرے گا جو خود وزیر ہے۔ اور جس نے سالہا سال ملک کے نظام کو چلایا یہ کبھی قتل کرے گا؟ نہیں اور نہ ہم چاہتے ہیں کہ قتل کرے؟ نہ اس کی سیرت ہے کہ قتل کرے۔

لیکن اس کے اعزاز واکرام کیلیئے یہ ہمارے ساتھ اتنی نسبت رکھتا ہے کہ جاؤ تین قتل آپ کو معاف، تین خون معاف کیئے، یہ معنی سمجھ رہے ہیں (جی)

یعنی دوسرے کی عزت واکرام کے وہ طریقے ہیں جو عمل میں آئیں جوڑا دے دیا، مربع دے دیا، یہ عمل میں ہے اور ایک اکرام کا وہ طریقہ ہے جو عمل میں تو نہ آئے لیکن اس اکرام میں ایک مقام معین ہوا، پتہ چلتا ہے کہ جب کسی کو کہہ دیا جائے بادشاہ کہہ دے کہ جا تجھے تین خون معاف کیئے تو پتہ بادشاہ کو بھی ہے کہ یہ ایسا تو نہیں ہے کہ خون کرتا پھرے گا، لیکن اس کا مقام بادشاہ کے سامنے اتنا ہو گیا کہ گویا اگر وہ خون کرے بھی تو پکڑا نہیں جائے گا، یہ اکرام کا پہلو سمجھ میں آیا؟ (جی)

یہ خون معاف ہونا ایسی عزت کا اظہار ہے کہ جس کا عمل سے تو کوئی تعلق نہیں، لیکن بادشاہ کے قرب کا ایک اعلان ہے۔

## محاورہ اچھی طرح سمجھ لیں:

اس محاورے کا وجود اس کو اچھی طرح سمجھائیں، اب میں اصل بات کرنے لگا ہوں، میں پوچھتا ہوں کہ دوسرے کی عزت کے کیا کیا طریقے ہیں؟ جواب طریقے تو بہت ہیں لیکن بعض دفعہ ایک ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہ ہو، لیکن اعزاز و اکرام ہو، جیسے بادشاہ کہے کہ میں نے تین خون معاف کیئے یہ علم بادشاہ کو بھی ہے کہ شریف آدمی ہے، خون کیسے کرے گا لیکن یہ ایک عزت کا اعزاز ہے۔

تو انسانی عزت و اکرام کا اظہار کیا ہوتا ہے؟ اب سنو ایک بات کہتا ہوں اللہ پاک نے اگر اپنے نبی پاک کو کہا اے میرے محبوب ......لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك و ما تأخر...... کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کیئے، خدا کو بھی پتہ ہے کہ یہ گناہ گار نہیں، یہ تو معصوم ہے۔

اور اس کی شخصیت کریمہ اپنے اخلاق میں کہہ چکی ہے کہ چالیس سال سے پہلے کا دور ہے اور وہ کہتا ہے کہ میری سیرت کو دیکھو، تو چالیس سال پہلے کی سیرت اس کی اتنی اونچی ہے تو چالیس سال کے بعد جب اعلان نبوت ہوا تو کیا کوئی خطا ہوگی؟ (نہیں) لیکن فرمادیا کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے، جیسے وزیر اعظم کو کہا جائے کہ تجھے تین خون معاف ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ قرآن سمجھنے کیلئے کچھ اصول سمجھنے ضروری ہیں یعنی کسی اسلوب پر عربوں میں بات چلتی ہے، کس اسلوب پر لوگوں میں عبارتیں چلتی ہیں تو میں نے آپ کو ایک محاورہ دیا ہے کہ آپ یہ سمجھیں کہ تحفہ دے دیا، اتنا عمیق مضمون، اتنا پیچیدہ مضمون ادا کرنے کیلئے یہ محاورہ ہے، جواب اور بھی ہیں، اپنے موضوع کیلئے۔

عمر گزری اسی دشت کی سیاہی میں

لیکن جو آسان چیز ذہن میں اترنے والی وہ یہی ہے۔

اور معافی گناہ کی جبھی ہوتی ہے، دنیا میں گناہ کی معافی کا ضابطہ کیا ہے؟ ضابطہ یہ ہے کہ گناہ پہلے ہوتا ہے معافی بعد میں ہوتی ہے، جرم ہوا سزا ہوئی حکومت نے اس کی سزا معاف کردی، تو جرم پہلے ہوتا ہے معافی بعد میں ہوتی ہے۔

اب جب حقیقی گناہ ہو، حقیقی جرم ہو، جب کہا کہ اگلے پچھلے معاف کیئے تو اگلے تو ابھی ہوئے نہیں، تو اگلے بھی پہلے معاف ہوگئے، دنیا میں سزائیں ملتی ہیں لوگوں کو۔ سزائیں ملیں لیکن سب سزائیں ہوتی ہیں وہ ہوتی ہیں پچھلوں کے متعلق یا اگلے کے متعلق ہوتی ہیں (نہیں) اور جب معافی کا اعلان ہو کہ اگلے بھی کیئے، تو معلوم ہوا کہ گناہ پچھلے بھی کوئی نہیں، جو اگلے ہیں ان کا ابھی وجود نہیں ہوا، تو اس کا قرینہ بتاتا ہے کہ پچھلے بھی وجود میں نہیں آئے۔ یہ عزت کا اعزاز ہے۔

ورنہ ہم نے چیلنج کیا دنیا کو کہ کہیں گناہوں کی تاریخ میں بتاؤ کہ واقعی کوئی گناہ ہوں اور ان کی بخشش کیلیئے کہا گیا ہو کہ جو آئندہ کرے وہ بھی بخشے، جب یہ کہا جائے کہ جو آئندہ ہوں گے وہ بھی بخشے، یہ تبھی کہا جاتا ہے کہ جب پچھلے بھی نہ ہوں۔

حالانکہ ایک قصہ بتاؤ کہ گناہ پہلے ہوئے ہون اور وہ واقعی گناہ ہوں، اور اس کی معافی ان لفظوں کے ساتھ ہو کہ اگلے بھی معاف کیئے، تمہارے پاس ایک محاروہ نہیں، تو پھر ہماری بات تسلیم کرو کہ یہ بات وہاں آتی ہے کہ نہ پہلے گناہ ہیں نہ بعد کے ہیں۔

تو عیسائیوں کا ایک بہت بڑا ہتھیار یہ آیت ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن عصمت نبوت کی تائید نہیں کرتا اور خود پیغمبر اسلام کے بارہ میں کہا کہ...... یغفر

لك الله ماتقدم من ذنبك ما تاخر...... تو پھر یہ بات سمجھانے کیلئے کہ یوں گناہ کی معافی کی پھر کیا صورت ہوتی ہے؟ یہ جو میں نے پوائنٹ دیئے وہ گناہ کی صورتیں ہیں، لیکن اب اگر میں گناہ کی معافی کی صورتیں بیان کروں تو یہ بھی بہت ہو جائیں گی۔

لیکن اب تک میں نے جو تقریر کی ،اس کو سمجھیں، گناہ کی معافی کی جو پوری تاریخ گزری ہے، ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ پچھلے گناہ واقعی ہوں اور ان کو معاف کرتے ہوئے یہ کہہ دیا جائے کہ اگلے بھی معاف اس کی ایک نظیر نہیں ملتی۔

اس لئے اس محاورے سے کہ پچھلے اگلے سب گناہ معاف کیئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اگلے ابھی تک ہوئے نہیں اس طرح پچھلے بھی کوئی گناہ نہیں ہیں یہ صرف اعزاز اور اکرام کا اظہار کیا جارہا ہے۔ کہ یہ نبی اللہ تعالیٰ کو اتنا خوش کر چکا ہے، تب اللہ نے کہا کہ سب اگلے پچھلے معاف۔

اب دیکھیں کہ جنگ بدر والے جو ہیں انہوں نے جو جنگ بدر میں حصہ لیا اور انہوں نے یہ گناہ کیا یا نیکی؟ (نیکی) اب اس نیکی کے بعد خدا نے کہا...... اعملوا ما شئتم ...... اب جو چاہو کرو، اب اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا کہہ رہا ہے کہ تم شراب پیو، یہ کہہ رہا ہے کہ تم جھوٹ بولو، یہ کہ اب تم جو چاہو کرو، یہ بھی اعزاز ہے، اکرام ہے، یہ قانون ہے، اس کو نہ توڑو، خدا نے یہ نہیں کہا کہ تم جھوٹ بولا کرو۔ یا تم دوسروں کا حق مارو، یہ نہیں کہا، قانون وہی ہے اعزاز ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا ہے۔

اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اعزاز دیا جا سکتا ہے...... اعملوا ما شئتم ...... تو ...... لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر...... یہ اعزاز پیغمبر کو نہیں دیا جا سکتا۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے:

رسول اور نبی سے اگر گناہ صادر ہو تو ظاہر ہے کہ اطاعت کے اصول کے ساتھ وہ گناہ بھی اس وقت امت کیلئے واجب العمل ہوگا۔ اس سے وہ موجب رضائے الٰہی ہوگا اور اس کا گناہ ہونا تقاضا کرتا ہے کہ وہ موجب ناراضگی خداوندی ہو تو عصمت انبیاء کو تسلیم نہ کرنے سے التزام لازم آتا ہے اور جو چیز فرض محال ہو وہ خود محال ہے، اور ناممکن ......من یطع الرسول فقد اطاع اللہ......جس نے رسول کی تابع داری کی کسی گناہ میں بھی، اگر گناہ ممکن ہے تو پھر جس نے کسی رسول کی تابع داری ہے خدا کا حکم گناہ میں ہو سکتا ہے (نہیں) نبی کی اطاعت میں بھی گناہ نہیں۔

ہم نے ایک دفعہ یہ سوال کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی ہی اطاعت کرتا ہے، یہ بات سمجھ آتی ہے اللہ کے رسول اللہ کے رسول ہیں یہ عجیب ہیں کہ صیغہ بدل دیا......من یطع الرسول ......یہ مضارع ہے......فقد اطاع اللہ......یہ ماضی ہے، رسول کی اطاعت اور ہے اللہ کی اطاعت اور ہے۔

اللہ کی اطاعت یہ تھی کہ ہم نے رسول کو قبول کر لیا، اللہ نے کہا کہ یہ میرا رسول ہے، اسے قبول کرو، ہم نے کہا کہ قبول کر لیا۔ اب ہم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے ہیں وہ اس حکم کے تحت کرتے ہیں کہ جس نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی، وہ پہلے اللہ کی اطاعت کر چکا ہوا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اس اطاعت کے معارض جدا جدا ہیں، ایک نہیں ہیں ماضی اور مضارع کے صیغے ہیں۔

اب ......ماكان لنبي ان يغل...... نبی سے کسی قسم کی خیانت ہو نہیں سکتی، یہاں ......ماکان......اسی طرح ہے جیسے......ماكان لكم ان تنبتوا شجرها

## عیسائیوں کا عقیدہ کہ خدائی کلام میں نسخ نہیں:

وہ کہتے ہیں کہ خدائی کلام میں نسخ نہیں ہوتا وہ مسلمانوں کو کہتے ہیں عیسائی، کہ مسلمانو جس طرح تم یہ کہتے ہو کہ تورات انجیل خدا کی کتابیں تھیں اب تبدیل ہو گئیں تو کیا خدا کا کلام بھی تبدیل ہو سکتا ہے؟ خدا کا کلام اور منسوخ ہو جائے، یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ (نہیں) پھر تم کیسے کہتے ہو۔

تو پھر ہماری اور ان کی بحث ہوتی ہے کہ خدائی کلام منسوخ ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ یہ موضوع ہے، اس پر وہ کہتے ہیں کہ نہیں، قرآن میں الفاظ ہیں ......لا تبديل لكلمات الله......اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں، تم تو کہتے ہو کہ یہ پہلی کتابیں منسوخ ہو گئیں، اب قرآن ہے ناسخ، یہ سوال ہے۔

## عیسائیوں کو جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایک مثال دیتے ہیں وہ مثال کیا ہے ہمارا ضلع ہے ملتان، اس ضلع کا نام کیا ہے؟ (ملتان) اور ضلع کا سب سے بڑا آدمی کون ہے؟ ڈپٹی کمشنر تو پورے علاقے اور ضلع کا سب سے بڑا آدمی ڈی سی ہے۔

اب ایک بات پوچھتا ہوں کہ یہاں تھانیدار حکم دے، اس حکم کو کوئی بدل سکتا ہے کہ نہیں؟ (بدل سکتا ہے) کون، (انسپکٹر پولیس)، اب انسپکٹر پولیس کوئی حکم دے تو اس کو کوئی بدل سکتا ہے؟ (بدل سکتا ہے) ہاں ڈی ایس پی بدل سکتا ہے، ڈی ایس پی کے حکم کو ایس پی، ایس پی کے حکم کو کوئی بدل سکتا ہے؟ (ہاں، ڈی سی)

اب ڈی سی کوئی حکم دے، تو اس کے حکم تو اس ضلع میں کوئی بدل سکتا ہے؟ (نہیں)

اب میں کہتا ہوں ڈی سی کے بارہ میں اس کے حکم کو کوئی بدل نہیں سکتا میں نے صحیح کہا ہے (صحیح کہا ہے) لیکن اس کا یہ معنی ہے کہ ڈی سی خود بھی نہیں بدل سکتا؟ (بدل سکتا ہے) یہ معنی کرنا کہ ڈی سی خود نہیں بدل سکتا، بدل سکتا ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ نہیں بدل سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ اور نہیں بدل سکتا، لیکن اگر وہ خود بدل دے تو اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، تو اگر ہم کہیں کہ......لا تبدیل لکلمات الله ......اللہ کی بات کوئی نہیں بدل سکتا، اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ خود بھی نہیں بدل سکتا، اب وہ خود کہہ دے کہ اب تورات انجیل نہیں اب قرآن ہے اب پہلے پیغمبروں کی شریعت نہیں اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔

اب وہ خود کہہ دے ......لا تبدیل لکلمات الله...... یہ معنی کرنا کہ وہ خود بھی نہیں بدل سکتا، اپنی پچھلی باتوں کو منسوخ نہیں کر سکتا، یہ انصاف ہے، (نہیں) اس نے خود کہا......ماننسخ من اية او ننسهانأت بخير منها او مثلها۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ......ماننسخ ......یہ کیوں نہیں کہا ...... ماننسخ من اية او ننسها...... یہ بھی ہو سکتا تھا، لیکن یہ کیوں نہیں کہا...... ماننسخ من اية...... تو قرآن کے طالبو یہ بات سمجھو۔ اللہ جب کہے نا ''ہم'' تو مراد ہوتی ہے شان حاکمیت، اور جب کہ کہے کہ ''میں'' تو مراد ہوتی ہے محبت اور قرب اللہ تعالیٰ جب محبت کرے تو پھر کہتا ہے میں اور جب حکومت کا رعب ہو، پھر ہوتا ہے ہم، جس طرح روزے کی آیتیں ہیں، جہاں روزے کا مضمون ختم ہوتا ہے، اس کے آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی شان میں کہا......اذا سألك عبادي ...... اے مخاطب جب تم سے پوچھیں میرے بندے، یہ نہیں کہتا کہ ہمارے بندے، کیوں اب مقصد ہے قرب عنایات اور پیار اور رمضان کی برکات یہ نہیں کہا کہ

ہمارے بندے، بلکہ کہا کہ میرے بندے ......عبادی......میرے بندے اور پوچھیں کس کے بارہ میں......عنی......میرے بارہ......اذاسائلک عبادی......عنی ......میں......پھر فرمایا...... اجیب......میں قبول کرتا ہوں......دعوۃ الداع اذا...... پکارنے والے کی پکار...... اذادعان......جب وہ مجھے پکارے ......فلیستجیبوالی والیؤمنوا بی......تو اتنا روزوں کا قرب اور آخری مقام ہے۔ رمضان کی برکات، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''میں'' کے ساتھ ایک عجیب بات کی، تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور قرب کا یہ موقع ہے، کہ اس کی مثال نہیں۔

اور جب نوح علیہ اسلام کے زمانے میں طوفان آیا......قلنا......ہم نے کہا، اے آسمان پانی برسا، اے زمیں تو پانی اگل، ہم نے کہا، اور یہاں لفظ ہم، اور

تو اللہ تعالیٰ پہلی چیزوں کو منسوخ کرے اور دوسری کو لائے تو یہ تقاضہ ہے اس کی شان حاکمیت کا تو کہا......مانسخ من اية او ننسها نأت بخير منها اومثلها......

اس لیئے میں نے مثال دی تھی تا کہ حکومت کا تصور آپ کے سامنے پیش کروں تو عام طور پر یہ اسلوب ہے کہ حاکمیت ظاہر کرنی ہو تو ہم اور جب پیار اور محبت کا اظہار ہو تو میں، کہیں جلال ہے، کہیں جمال ہے، جلال ہے جہاں وہاں ہم ہے اور جمال ہے تو ''میں''۔

اب دیکھو......قلنا یانار کونی بردا......اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا، آگ کو حکم دینا کوئی معمولی بات ہے، یہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت ہے اس کی طرف اشارہ ہے ہم نے کہا اور کوئی انسان آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے؟ (نہیں) تو جب چاہے اللہ تعالیٰ اسباب بنا دے۔ یہ آگ ہو اور ٹھنڈی ہو تو یہ آگ سے تاثیر کھینچنا ہے، تو آگ سے تاثیر کھینچنا جو ہے وہ اپنے قدرت ہے کہ ہم ایسے

بادشاہ ہیں اور ایسی طاقت کے مالک ہیں ہم نے کہا کہ آگ کو ٹھنڈی ہو جا، تو یہ جلال کا اظہار ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کی تقریب ہے، یعنی قرب، وہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے، تو یہ شان تقریب ہے، لیکن آگ کیلئے یہ اللہ تعالیٰ کا اظہار جلال ہے کہ جب چاہے وہ اسباب سے تاثیر کھینچ لے، یہ قانون ہے۔

لا تبدیل لکلمات اللہ ...... کا معنیٰ کیا ہے؟ اللہ کے سوا اسکے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا...... لا تبدیل لکلمات اللہ...... کا معنیٰ ہے ایک مقام پر تو یہ فرمایا اور دوسرے مقام پر کیا کہا...... لامبدل لکلماتہ...... یہ معنیٰ ہمارے سامنے آ گئے، کہ کوئی اس کے کلمات کو تبدیل کرنے والا نہیں۔

## ناسخ و منسوخ کی وضاحت ایک مثال سے:

اب سنو، ایک مثال آپ کو دوں یہ چونکہ تورات کے بھی سند یافتہ ہیں ہمارے ہاں وہ سمجھ میں آ جائے، کیا؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے، یہ حکم تورات میں بھی ہے اور قرآن میں بھی ہے اب یہ علیحدہ بات ہے تورات میں تو حضرت اسحاق علیہ السلام کے متعلق اور مسلمان کسے مانتے ہیں؟ (اسماعیل کے بارہ میں)، لیکن حکم خدا نے دیا تھا یا نہیں؟ (دیا تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بیٹے کو ذبح کرو، پھر کہا کہ بیٹے کو نہیں دنبہ کو ذبح کرو، تو خدا نے اپنا حکم واپس لیا یا نہیں لیا؟ (لیا) اب کوئی اور مثال کی ضرورت ہے؟ (نہیں)

یہ جو عیسائی کہتے ہیں کہ خدا اپنا قول دے کہ اپنی بات کہہ کر واپس نہیں لے سکتا اور اپنی بات کو منسوخ نہیں کرتا، اور ہم ...... ماننسخ...... کے اصول کو نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ تم اتنی بات بتاؤ کہ حکم کیا تھا؟ بیٹے کو ذبح کرو، پھر خدا نے حکم

بدلا اور کہا کہ پیچھے دیکھیں تو وہ دنبہ تھا، کہا اسے ذبح کر لیں۔

تو اب پہلا حکم بدلا کہ نہیں؟ (بدلا) ہمارا مسئلہ ثابت ہو گیا اس سے عیسائی بہت گھبراتے ہیں۔

اب عیسائی عقیدہ ہے کہ خدا کے کلام میں نسخ جاری نہیں ہوتا، جواب اللہ نے ابراہیم کو حکم دیا، کہ تو اپنے بیٹے کو قربان کر، تو اپنا ہاتھ لڑکے پہ نہ چلا اور نہ اسے کچھ کر، جب میں جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے تو اب کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا یہ کس کا حکم ہے؟ (اللہ کا) اب تو اپنے بیٹے کو قربانی کے طور پر چڑھا، وہ بھی اللہ کا حکم ہے پیدائش باپ بھائی۔

اور یہ بھی اس کی آیت نمبر۱۲ ہے، اب ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک حکم ناسخ ہے ایک منسوخ ہے۔

پرانے عہد نامے سے کیا یہ قبل العمل کی باتیں نہیں، پرانے عہد نامے سے کیا یہ نسخ قبل العمل کی مثال نہیں، (ہیں) یعنی یہ تو وہ چیز منسوخ ہوئی جس پر ابھی عمل ہوا ہی نہیں تو جس پر کچھ سال عمل ہو جائے تو اس کا تو منسوخ ہوتا بدرجہ اولی ہونا چاہیے۔

نئے عہد نامے سے بعض احکام تورات کے نسخ کی دلیلیں، ملاحظہ کریں انجیل متی باب پانچ آیت ۳۳ سے ۴۵ تک۔

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کیا کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا، بلکہ اپنی قسمیں خدا کیلئے پوری کرنا، لیکن اب میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا، اب حکم بدل گیا کہ نہیں۔

پہلے تھا کہ جھوٹی قسمیں نہ کھانا، اب حکم ہوا کہ بالکل نہ کھانا تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے

دانت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، یعنی پہلے کیا تھا کہ مقابلہ ہے اب کہا کہ بالکل نہیں،

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت تو پہلے کتابوں میں کہا تھا کہ پڑوسی سے محبت اور دشمن سے عداوت، لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ دشمنوں سے محبت رکھو، تو اب قانون بدلا کہ نہیں بدلا؟ (بدلا) قرآن میں ہے کہ...... لا تبدیل لکلمات اللہ...... کہ کوئی شخص اپنی رائے کو منسوخ نہیں کرسکتا، کیوں خدا کے اوپر کسی کی بات نہیں یہ مطلب نہیں کہ خدا خود بھی اپنی بات کو منسوخ نہیں کرسکتا، وہ جو چاہے کرسکتا ہے...... لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون...... تو ...... لاتبدیل لکلمات اللہ...... کا معنی ہے...... لامبدل لکلمات اللہ...... ما ننسخ من ایۃ اوننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا...... اس کا تعلق قدرت الٰہی سے ہے...... ماننسخ من ایۃ...... اس میں بیان کس کا ہے؟ (قدرت کا)۔

اس کی دلیل ہم نے دی ہے کہ اس کا تعلق قدرت الٰہی سے ہے، کیوں؟ اس کے آگے ہے...... الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیئی قدیر...... تو معلوم ہوا کہ تبدیل کا تعلق قدرت الٰہی کے ساتھ ہے۔

تبدیل کلمات کا مفہوم ہے کہ اصل باقی نہ رہے، اگر اصل موجود ہو تو بعض تحریف شدہ نسخوں سے وہ کتاب محرف نہیں ہوتی۔ قرآن میں کچھ غلط چھپ جائے تو قرآن بدل گیا؟ (نہیں) یہ کب کہا جا سکتا ہے کہ قرآن بدل گیا؟ کہ جب ایک بھی صحیح دنیا میں ہے اور اگر صحیح دنیا میں رہے، اگر کوئی غلط چھپ جائے تو اس کو قرآن کی تحریف نہیں، اگر اصل موجود اور موقوف ہو تو بعض تحریف شدہ نسخوں سے وہ کتاب محرف نہیں ہوتی، کوئی انسانی ہاتھ کلام خداوندی کو محرف نہیں

کر سکتا۔ ہاں اگر اس کتاب سے خدائی ہاتھ اٹھ جائے اس کا معنی یہ کہ اب یہ کتاب خدا کی نہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے جب تورات کے بعد انجیل بھیج دی اور یہ کہا کہ تورات خدا کی کتاب نہیں، اب انسان تورات کو بدل ڈالے، تو ممکن ہے، کیوں؟ کہ خدائی ہاتھ اس میں نہیں رہا، اب خدائی ہاتھ آ گیا دوسری کتاب کے پیچھے۔

جب قرآن اترا تو اب خدا کی حفاظت کا ہاتھ قرآن کے ساتھ ہے، اگر اب ہم پچھلی چیزوں کو بدلیں تو خدا کا کلام بدلا نہ خدا کا کلام اس وقت تک تھا جب تک خدا کا ہاتھ اس کے پیچھے تھا، اب یہ کلام منسوخ ہے، تو کلام منسوخ کو موقوف کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟

اگر اس کتاب سے خدائی ہاتھ اٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ منسوخ کر دے۔ تو پھر اس میں انسانی ہاتھ اپنی مرضی چلا سکتے ہیں۔

## کلام اور کتاب میں فرق:

اب کلام اور کتاب میں فرق موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی تھی، یا تورات ان کو لکھی لکھائی کوہ طور پر مل گئی؟ (لکھی لکھائی)......فوجد الالواح......تختیاں پائیں، تو ان کو تو لکھی لکھائی ملیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھائی گئیں، بتائیں، کتابی شکل پہلے یا کلامی شکل پہلے، تورات کی کتابی شکل پہلے، اور جب تورات پڑھی گئی تو کلامی شکل بعد میں۔

لیکن قرآن کی کلامی شکل پہلے، کتابی شکل بعد میں، تو اب بتائیے کہ اگر ہم کہیں کہ تورات کلام اللہ نہیں، کتاب اللہ ہے تو اس کا کلام جاری ہوا یہ بعد میں لیکن پہلے کیا تھی کتاب، قرآن پہلے کلام اللہ ہے کتاب اللہ بعد میں ہے اور یاد

رکھیں کلام الٰہی پر انسانی ہاتھ نہیں چل سکتا ......لا تبدیل لکلمات اللہ......قرآن کے بارہ میں یا کلام کے بارہ میں؟ (کلام کے بارہ میں) کلام الٰہی پر انسانی ہاتھ نہیں چل سکتا لیکن کتاب الٰہی کیلئے اس کی ضمانت نہیں...... لا تبدیل لکلمات اللہ......کلام کے متعلق ہے کتاب کے نہیں، قرآن کریم پہلے کلام الٰہی ہے پھر کتاب الٰہی ہے۔

اور تورات ابتداء سے ہی کتاب الٰہی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کتابی شکل میں لیا کتاب کی حفاظت ان کی ذمہ تھی، کتاب کی حفاظت ان کے علماء کے ذمہ ہے۔کلام میں محفوظیت پہلے ہوتی ہے،اور نقوش کتاب بعد میں، یہ فرق کسی نے کیا پہلے، کتاب اور کلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے، تورات اور انجیل کی تنسیخ ان کے بعد ہوئی۔پہلی یہ کتابیں تھی اللہ نے جب ان کے پیچھے سے ہاتھ اٹھالیا پھر ان میں تحریف ہوئی، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہے، ان کتابوں کی تحریف پر داخلی اور خارجی دونوں قسم کی شہادتیں موجود ہیں۔

## عیسائیوں سے مناظرہ:

اب ایک بات آپ ایک واقعہ کے طور پر سمجھیں، اس وقت دنیا میں انجیل موجود ہے، اس کا نام ہے اناجیل، اناجیل اور انجیل میں کیا فرق ہے؟ انجیل کا جمع اناجیل، تو ہمارے سامنے انجیل نہیں۔ہمارے سامنے جو ہے یہ عہدنامہ ہے۔ اناجیل انجیل متی انجیل لوقا مرقد انجیل یوحنا تو چار انجیل ہیں، یہ چاروں انجلیں جو ہیں ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی چڑھنے کا قصہ ہے، تو انجیل مسیح کی اپنی ہوسکتی ہے؟ (نہیں) اس میں وہ واقعہ آگیا۔

تو ایک انجیل وہ تھی کہ جو مسیح کی تھی، تو مسیح کی بھی انجیل تو تھی، تو یہ جو

اناجیل ہے، یہ وہ انجیل نہیں ہے۔

اب عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں فیصل آباد میں ایک جگہ ہے چک جھمرہ کے عیسائیوں نے آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے ایک دفعہ مسلمانوں سے ٹکر لی اور مسلمانوں نے کہا کہ تمہاری انجیل جعلی ہے، ہم اصل انجیل دکھائیں گے انہوں نے کہا کہ تم لکھ دو تو مسلمانوں نے لکھ دیا کہ ہم اصل انجیل دکھائیں گے اور موجودہ اناجیل جعلی ہے، تو مناظرہ طے پا گیا۔

مسلمانوں نے مناظرے کیلئے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو چنا، مولانا کے پاس وہ گئے، مولانا نے خط لکھا میری طرف اور کہا کہ آپ نے مناظرہ کرنا ہے۔

میں تھا اس وقت سیالکوٹ میں نے کہا ٹھیک ہے تو اپنے ساتھ ایک مولوی صاحب تھے اہل حدیث حضرات میں سے مولانا ابراہیم، ان کو میں نے کہا کہ ہم دونوں چلتے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ ٹھیک ہیں انہوں نے کہا کہ شرطیں بھی دیکھی ہیں، مناظرہ کی کیا ہیں؟ تو لکھا ہوا تھا کہ ہم اصل انجیل دکھائیں گے تو مولانا کہنے لگے کہ میں تو نہیں جاتا اگر اصل انجیل کیسی بھی ہو تو وہ کہیں گے یہ اصل ہے، اگر اصل قرآن میں کہیں کوئی لفظ غلط ہو جائے تو وہ قرآن محرف تو نہیں ہو جاتا، اصل موجود ہے، اگر انجیل اصل موجود ہو تو ہم اس کو محرف ہی کہیں گے، اب انہوں نے کہا کہ میں تو نہیں جاتا، بڑے پریشان ہوئے سارے علماء کو دکھایا، اب کوئی بات نہیں سمجھ آ رہی کہ کس طرح مناظرہ کریں، مسلمان بڑے پریشان ہیں، عیسائی بڑے خوش ان کو پتہ تھا کہ اصل انجیل نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ میں حاضر، کہنے لگے ٹھیک ہے، میں نے کہا کہ میں میدان مناظرہ میں اصل چیز دکھا دوں گا، اب سارے حیران کہ کہاں سے دکھائے

گا، سب نے کہا کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں دکھادوں گا۔
کہنے لگے جب کسی کے پاس ہے ہی نہیں تو کہاں سے دکھادے گا؟ میں نے کہا کہ میں اللہ پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ میں میدان مناظرہ میں دکھادوں گا۔
اب مناظرہ شروع ہوا میں نے کہا کہ اس کو کسی مکان میں رکھ لیں مناظرہ کو، میں نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کسی جگہ رہیں، میں مناظرہ کرتا ہوں، اگر ہم جیت گئے تو آپ آجانا، انہوں نے کہا کہ ہاں۔
مناظرہ شروع ہوا تو میں نے یہی انجیل اٹھائی، تو میں نے کہا کہ حضرت یہ میرے ہاتھ میں اناجیل ہے، یہ چار انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعین اور تبعین نے جمع کی ہیں، ایک انجیل متی ہے، ایک انجیل لوقا ہے، ایک مرقد ہے، ایک کا نام ہے یوحنا، تو انجیل ہیں جس پر عیسائی یقین رکھتے ہیں، تو میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ انجیل متی کس نے جمع کی؟ کہا کہ متی نے، انجیل لوقا کس نے جمع کی؟ (لوقا نے) انجیل یوحنا کس نے جمع کی؟ (یوحنا نے) میں نے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے تھے یا بعد کے؟ (بعد کے) تو یہ انجیل تو بعد میں جمع ہوئیں؟
اور ایک انجیل جو یسوع مسیح کے پاس تھی، کہ خدا نے کہا تھا اے مسیح میری انجیل کی منادی کر، تو وہ تو انجیل اس وقت تھی، جب یہ چاروں نہیں تھیں، تو وہ انجیل اس وقت موجود تھی، اس کا ثبوت کیا ہے؟ یہ ہے انجیل۔
میں نے کہا کہ یہ جو انجیل متی ہے اس میں ایک آیت ہے، خدا نے مسیح کو کہا کہ جا میری انجیل کی منادی کر، تو میں نے اس انجیل پر انگلی رکھی، میں نے کہا کہ یہ ہے اصل انجیل، جو اصل انجیل تھی وہ یہ تھی۔
ہم نے جو کہا تھا کہ ہم میدان میں دکھائیں گے یہ اصل انجیل ہے، یہ تم

اب بھی لے آؤ، یہ اصل متی ہے۔

اب جب ہم نے کہا کہ یہ اصل ہے جس کا ذکر اس انجیل میں ہے، جو محرف انجیل ہے اس میں یہ ذکر پایا جاتا ہے، اس کا نام تھا انجیل مسیح اور وہ صحیح تھی اصل تھی۔

تو انجیل متی جن چیزوں کا ذکر اس میں ہے، وہ ان چاروں کے علاوہ تھی یا نہیں، تم بتاؤ؟ کہنے لگے کہ ہاں ان کے علاوہ تھی، تو میں نے کہا کہ وہ اصل تھی، اس کی نشان دہی ہم نے کردی، یہ ہم انجیل دکھائیں گے، علم مناظرہ میں، اس سے مراد یہی تھی۔ جس کی نشان دہی یہ ہے، اس انجیل کی منادی کرو۔

اصل میں یہ آیت پادریوں کو یاد نہیں تھی، انہوں نے کہا اب جب میں نے یہ بات کی مسلمان تو خوشی سے اچھلنے لگے اور اندر والے بھی باہر چلے گئے تو یہ حق کی فتح تھی۔

اب حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کے وقت انجیل موجود تھی یہی اصل انجیل تھی، انجیل مسیح کی، اس کا ذکر اناجیل لوقا میں ہے، انجیل مرقد باب سولہ آیت پندرہ میں ہوتا ہے، اگر آپ نے انجیل کے ساتھ لفظ جوڑنا ہے تو یہاں بھی جوڑیں موقع پر کام آئے گا، پھر اس انجیل میں تحریف ہوئی۔

یہ جو موجودہ اناجیل اربعہ ہے، یہ محرف انجیل نہیں، یہ بالکل جعلی کتابیں ہیں۔ جو انجیل مسیح کے نام پر وضع کی گئیں ہیں، ان کے مصنفین میں کوئی بھی حضرت مسیح کے دور کا نہیں ہے، اب عیسائیت کا باب ختم ہوا۔

## عیسائیت میں یادگار کتب:

ردّ عیسائیت پر یادگار کتابیں، آپ یہ کتابیں پڑھو۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح''، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ہدایۃ الحیاری فی رد النصاریٰ''، حضرت مولانا آل حسن رسول کی کتاب، اس کا نام ہے ''کتاب الاستفسار'' یہ نایاب ہے اتنی موٹی کتاب ہے، میرا ارادہ ہے اس کو شائع کرنے کا، بہت پرانے دور کی ہے، تو کتاب الاستفسار یہ مل گئی ہے یہ بھی اللہ کا انعام ہے۔

اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتابیں، ان کی دو کتابیں ہیں اظہار الحق عربی دو جلدیں، اس کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے ازالۃ الشکوک اردو وہ تین جلدوں میں ہے، ازالہ اوہام یہ مولانا رحمت اللہ کی کتابیں ہیں۔

ایک بہت بڑا محدث ڈاکٹر قدیر علی گزرا ہے، یہ مولانا رحمت علی کا رفیق تھا مناظروں میں، انہوں نے کئی رسالے لکھے ہیں۔

پھر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور ان کے مناظرات، مباحث شاہ جہان پورہ، مفسر تفسیر حقانی، مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی کی تفسیر ''فتح المنان'' اور مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے تفصیلی نوٹ۔

## قرآن کی ترتیب نزولی اور اصولی:

اب ایک موضوع اور ہے، کہ وہ قرآن کریم کے بارہ میں کہ قرآن کریم بدلا ہوا ہے، اس کے بارہ میں کسی کو کوئی بات زبانی یاد ہو، قرآن کریم کی تدوین اور عملی حفاظت، قرآن کریم کی ترتیب اصولی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قرآن مجید پورے کا پورا لوح محفوظ میں موجود ہے وہ لوح وہ ہے جو اولاً محفوظ ہے، تو قرآن پاک اس میں لکھا ہوا تھا، اس ترتیب کے مطابق یہ اب ہمارے سامنے ہے، تو اس ترتیب کا نام رکھتے ہیں اصولی

ترتیب۔ اساسی بنیادی یا اصولی، اس کتاب کو نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا، حسب ضرورت جوں جوں ضرورت پڑتی رہی آیات اترتی رہیں، لیکن جو ضرورتیں نبی پاک ﷺ کے دین میں ٹھہریں ضروری نہیں کہ وہ ضرورتیں دنیا میں اسی ترتیب کے ساتھ آئیں۔

اس وقت حالات کی ترتیب اس طرح بندھی کہ وہ امر اتفاقی تھا، اب ضروری تو نہیں کہ ہر دور میں انسانی ضرورتیں وہی ترتیب اختیار کریں تو نزولی قرآن جب اس وقت کی ترتیب کے مطابق ہوا، تو قرآن پاک اگر اس طرح جمع کرلیا جاتا جس طرح کہ اس وقت نازل ہوا تو آئندہ تو اس ترتیب سے واقعات پیش آنے تھے تو اس ترتیب سے قرآن کا جمع ہونا کوئی مناسب نہ ہوگا، تو حکمت الٰہی کا تقاضہ یہ ہوا کہ جس طرح اوپر یہ اصل ترتیب میں تھا وہ ترتیب حضور کے دل میں اتاردی گئی، اور آپ ﷺ اس ترتیب کے مطابق قرآن پاک لکھواتے رہے اور سناتے رہے۔

تو جو ترتیب نزولی تھی جو ترتیب اصولی تھی وہ اور تھی، اور جو ترتیب نزولی تھی وہ اور تھی، پھر قرآن پاک نے جو ترتیب اختیار کی اس کا نام رکھیں گے ترتیب رسولی۔ تو ترتیب اصولی اور ترتیب رسولی، یہ ایک ہی ہیں اور ترتیب نزولی یہ وقتی ہے اور ہمیشہ اسی ترتیب کا تقاضا ہے یہ ترتیب فضولی ہے ہم کہیں گے کہ اسی ترتیب اصولی ہے وہ ترتیب رسولی ہے، جو ترتیب نزولی ہے، اب وہ ترتیب فضولی ہے۔

جب ترتیب نزولی تھی اس وقت وہ ضرورت تھی، اب اسی ترتیب کو ہمیشہ کیلئے لازم کرنا یہ فضول کوشش ہے۔

## قرآن کی ترتیب پر عجیب نکتہ:

اب میں آپ کے ذہن میں یہ بات اتارنا چاہتا ہوں آپ کو معلوم ہو

جائے کہ جو اوپر ترتیب اصولی تھی وہی ترتیب رسولی ہے، یہ بات سمجھانے کیلئے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا اگر یہ کتاب اللہ کی نہیں اگر تمہارے خیال میں یہ بات پیغمبر کی اپنی بنائی ہے، تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ...... فاتوا بسورۃ من مثلہ...... تم لے آؤ سورۃ من مثلہ اس جیسی ایک سورت، اب یہ چیلنج کہاں، سورۃ البقرہ میں، سورۃ البقرہ کون سی سورۃ ہے؟ (دوسری) تو دوسری سورت میں جب کہا کہ اس جیسی ایک سورت لاؤ، تو ضروری تھا کہ کم ازکم اس وقت تو ایک سورت موجود ہو، تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور ہو کہ یہ سورت ہے اور اگر یہ دوسری سورت نہ ہوئی قرآن شروع ہوتا تو اس میں چیلنج ہوتا کہ اس جیسی ایک سورت بناؤ تو دنیا سوال کرتی کہ قرآن کریم میں ابھی تو سلسلہ جاری ہے ایک سورۃ مکمل نہیں ہوئی تو اس میں جو کہا کہ اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ یہ بے محل ہے کیونکہ نمونہ سورۃ کوئی موجود نہیں۔

ہم نے جب دیکھا کہ سورۃ الفاتحہ پہلے موجود ہے اور وہ ایک ہی سورۃ ہے اور سورۃ میں چیلنج دیا...... فاتوا بسورۃ من مثلہ......

اب دوسری سورۃ میں ہی چیلنج آنا تھا، ہم نے دیکھا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اگر یہ کلام اللہ کا نہیں محمد ﷺ نے خود بنایا ہے...... فاتوا بعشر سور مثلہ...... تو تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور ہم نے دیکھا کہ یہ آیت ہے سورہ ھود میں جو گیارہویں سورت ہے اور گیارہویں سورۃ ھود سے قبل دس سورتیں ہیں۔

اب...... فاتوا بعشر سور مثلہ...... کیا یہ اسی سورۃ میں آیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اصل ترتیب تھی جو اصولی تھی، اور اسی پر نبی پاک نے قرآن پڑھایا لکھوایا اور جمع کروایا۔

تو یہ خود بات بتارہی ہے کہ یہ ترتیب اصولی ہے، میں اس کے لفظ رسولی

پر زور کیوں دیتا ہوں، مقابلہ میں ایک فریق ہے جو اس کو کہتا ہے کہ یہ ترتیب عثمانی ہے، ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کریم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بنایا ہوتو پھر اس میں یہ بات تو نہیں رہتی اور اگر پیغمبر نے یہ ترتیب اختیار کی ہے، تو وہ تو ہر بات میں خدا کا نمائندہ ہے۔

## ہم ترتیب رسولی پر ہیں:

اس لیئے اپنی زبان پر وہ الفاظ لاؤ بلکہ اپنی زبان پر وہ الفاظ پکاؤ، جو عقیدے کی دیوار کو گرنے نہ دیں، اگر ہم اس کو کہیں گے ترتیب عثمانی تو عقیدے کی دیوار تو گر گئی، اس کی بجائے آپ اس کو یہ کہیں گے یہ ترتیب رسولی ہے، تا کہ دنیا کہے ہم اسی ترتیب پر ہیں جو رسول پاک نے صلی اللہ علیہ وسلم اختیار فرمائی۔

اب یہ بات آپ کے سامنے ہے کہ یہ ترتیب رسولی ہے تو دنیا کو کہیں گے ایک ترتیب نزولی ہے ایک ترتیب رسولی ہے، ہم کس ترتیب پر ہیں؟ (ترتیب رسولی پر) اور ترتیب نزولی پر نہیں، کیوں؟ وہ وقتی ضرورت کے مطابق تھی، اب دائمی ترتیب، ترتیب رسولی ہے، اب اس پر دلیل چاہیئے کہ یہ ترتیب رسولی ہے، ہم نے جو بتایا کہ...... **فأتوا بعشر سور مثله......**

تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ترتیب اصولی ہے، لیکن خاص اس عنوان سے کہ یہ ترتیب رسولی ہے، ایک حدیث جس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

وہ کیا ہے...... **لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب......** حدیث پڑھی ہے؟ (جی) اب ہم کہتے ہیں کہ عربی زبان میں فاتحہ الکتاب کس کو کہتے ہیں، فاتحہ الکتاب کہتے ہیں دیباچہ کتاب کو، پورے انسان کے جسم کا دیباچہ کیا ہے؟ (چہرہ) انسان پہنچانا چہرے سے جاتا ہے، بہت سے انسان ایک ہی جگہ جمع ہوں، جب

تک آپ ان کے چہرے کو نہ دیکھیں، پتہ نہیں چلے گا، تو دیباچہ چہرہ ہے۔

اور قرآن کا دیباچہ فاتحہ ہے، اس کو مقدمہ بھی کہتے ہیں، عربی میں اس کو فاتحہ کہتے ہیں، فاتحہ کا معنی ہے فتح، اور فتح کا معنی ایک آدمی سمجھتا ہے، فتح الکتاب، میں نے کتاب کھولی...... واذا کنت بفاتحة الکتاب...... تو میرے سامنے اس کا مقدمہ آیا تو فاتحہ الکتاب کا معنی کیا ہے؟ مقدمہ الکتاب۔

اگر پیغمبر کی نگاہ میں قرآن کریم کی ترتیب، ترتیب نزولی ہی ہوتی تو پیغمبر کی زبان سے فاتحہ الکتاب کی بجائے...... اقراء باسم ربك الذی خلق...... ہوتا، اب حضور ﷺ نے تو...... اقراء باسم ربك الذی خلق...... نہیں کہا فاتحہ الکتاب کس کو کہا؟ الحمد شریف کو۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی نگاہ میں پہلی سورت یہ ہے، وہ نہیں، معلوم ہوا کہ یہ ترتیب اصولی ہے کسی اور نے نہیں بنائی، کسی اور نے بنائی ہوتی تو فاتحہ الکتاب کا لفظ اس سورت کیلئے نہ بولا جاتا۔

اس سے بھی ہمیں یہ پتہ چلا کہ یہ ترتیب اصولی ہے، اب قرآن پاک کی تعریف میں آپ نے کئی دفعہ جانا ہوگا کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... من قراء سورة الکهف کل الجمعه...... جو ہر جمعہ کو سورۃ الکہف پڑھے، اس کیلئے اب حضور ﷺ نے کیا کہا؟ اب جب حضور ﷺ کی زبان سے سورۃ کہف نکلا، معلوم ہوا کہ سورتیں اس وقت ایک صورت میں جمع ہو چکی تھی، اگر یہ آئی نہ ہوتی اور سورتیں بنائی ہوتی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے، تو سورۃ الکہف کا لفظ کسی طرح لسان نبوت پر آیا ہوتا۔

اور آپ نے فرمایا سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران...... بادل بن کر آئیں گی اور سایہ پھیلائیں گی تو لسان نبوت سے سورۃ کا لفظ نکلا۔

آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہے قرآن کا دل سورۃ یٰسین ہے۔

معلوم ہوا کہ سورتیں اس وقت موجود تھیں۔

ابو داؤد میں روایت ہے ایک صحابی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد...... قرأ سورۃ البقرۃ ال عمران ثم المائدۃ...... اب جب آپ نے نماز میں سورتیں اس ترتیب سے پڑھیں، معلوم ہوا کہ ترتیب حضور ﷺ کے زمانے میں طے ہو چکی تھی، اگر کوئی ترتیب نہ ہوئی، قرآن کریم متفرق طور پر لکھے ہوتے، تو اس طرح پڑھتے یہ لمبی سورتیں ہیں، ایک ایک سورۃ کتنی کتنی لمبی ہے۔

ان روایات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ترتیب رسولی ہے اور ترتیب اصولی بھی ہے، جو ترتیب اصولی ہے ترتیب نزولی نہیں، ترتیب نزولی ابدی نہیں ہمیشہ کیلئے نہیں، اس کو ہمیشہ کیلئے لازم کرنا، یہ کوشش فضولی ہے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب:

تو ایک سوال ہے معرکۃ الآراء، علمی دنیا میں اس کیلئے بڑا میدان ہے، وہ یہ کہ قرآن کریم ترتیب نزولی سے ترتیب رسولی میں کیسے منتقل ہوا؟

حضور ﷺ نے اس کو جو ترتیب اور دی۔ نزولی نہیں، وہ اور ترتیب تھی، تو آپ نے وہ کس حکم الٰہی کے ساتھ دی، وہ حکم الٰہی کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ آپ قرآن اس طرح لکھوائیں اس کیلئے کوئی دلیل ملتی ہے، کوئی روایت ملتی ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ آپ کی جو ترتیب تھی آپ کو کیسے اطلاع ملی کہ یہ ترتیب اصولی پر کام ہو رہا ہے، آپ نے نزولی تو چھوڑی اور اختیار کی اور ترتیب، لیکن آپ کو کیسے اطلاع ہوئی کہ یہ ترتیب اصولی ہے وحی خداوندی وہ راہنمائی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہے، فکر

انسانی اس کی تلاش کرتی ہے کہ نہیں، ضرورت ہے کہ وہ راہنمائی ہے؟

## بریلویوں کا استدلال:

ایک جواب جو بریلوی دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مرضی پر تھی، جس طرح مرضی بنتی گئی ترتیب بنتی گئی، یا آپ ﷺ کو علم غیب، ترتیب اصولی پڑھتے تھے، اور اس کے مطابق لکھواتے تھے، تو اگر علم غیب سے یہ ترتیب بنتی، اگر مرضی پر موقوف تھا، تو اسی سے مختار کل ہونے کا عقیدہ بنا، آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

## جواب استدلال:

ہم کہتے ہیں کہ آؤ ہم پہلے اس کو کتاب اللہ میں تلاش کریں، کہ حضور ﷺ کو قرآن کریم میں کسی تبدیلی کا اختیار تھا؟ اب اس واقعہ میں دیکھیں کہ حضور ﷺ کے پاس لوگ آئے اور انہوں نے کہا حضور ﷺ ہم آپ کو تو پیغمبر مان لیں، لیکن یہ قرآن جو ہے یہ ہمارے خلاف ہے، آپ سے عقیدت ہماری زیادہ ہے قرآن سے نہیں، تو یوں کہیں کہ قرآن اور لے آئیں یا اس میں کوئی تبدیلی کر لیں۔ اب اس پر صلح ہو رہی ہے، ایک بہت بڑے فتنے کا خاتمہ ہوتا ہے، تو آپ نے کہا ان کے اس سوال کے جواب میں...... ایتونی بقرآن غیر ھذا...... اور بدل اپنی...... بقرآن غیر ھذا...... یا تو لے آئے اور قرآن اس کے علاوہ...... اوبدله ...... اور اگر یہ ہی رکھا ہے تو کوئی تھوڑی سی تبدیلی کر لیں۔

قل...... آپ میرے محبوب کہہ دیجئے۔...... مایکون لی ان ابدله من تلقاء نفسه...... میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا...... ان اتبع الا ما یوحی الی...... میں تو قرآن کے بارہ میں وہی کچھ کرتا ہوں جو مجھے وحی میں

کہا گیا۔

اس آیت نے بتایا کہ پیغمبر کو تبدیلی کا اختیار نہیں تھا۔ تو مختار کل کا عقیدہ گیا۔ اور قرآن کریم کے بارہ میں آپ وہی راہ چلے جو وحی خداوندی نے بتائی۔ کیوں......ان اتبع......ان نعدیہ ہے......ان اتبع الامایوحی الی.....تو اس کو اس انداز میں لانا، بتانا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی چیز بھی نہیں کرتے جب تک کہ وحی نہ آئے......

اب سوال یہ ہے کہ دعویٰ قرآن تو یہ ہے کہ آپ قرآن کریم میں کوئی بات بھی اپنی مرضی سے نہ کر سکتے تھے۔ ہر بات میں وحی خداوندی کے ساتھ تھے۔ تو پھر اتنی بڑی تبدیلی کہ نزولی ترتیب ہٹا کر ایک اور ترتیب لکھوادی۔ یاد کرادی۔ اتنی بڑی ترتیب پھر اپنی مرضی سے ہوسکتی ہے؟ (نہیں) اور آیت قرآن کوئی ملتی نہیں، جو بتائے کہ اے میرے پیغمبر قرآن یوں لکھوا۔

## وحی کی اقسام اور منکرین ترتیب کو جواب:

اب وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو، اور وحی غیر متلو جو ہے۔ اس میں جو حکم تھا۔ جس کے مطابق آپ نے قرآن کریم لکھوایا۔ تو وحی غیر متلو ماننے سے، حدیث کا ماننا لازم آیا، تو اگر یہ حدیث نہ مانی جائے۔ تو قرآن کریم کی موجودہ ترتیب سے دفاع کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ تو یہ ترتیب مانی تبھی جاتی ہے کہ ہم نے وحی غیر متلو مانی۔

تو گویا اس مسئلے میں تین حل نکلے۔ منکرین حدیث کا جواب ہوا۔ کہ وحی متلو بھی اور وحی غیر متلو بھی اپنی جگہ حقائق ہیں۔ اہل بدعت کا ردّ ہوا کہ پیغمبر مختار کل نہیں اور ان کو قرآن میں تبدیلی کا اختیار نہیں...... ما یکون لی ان ابدلہ من

تلقاء نفسه...... تیسرا قرآن کریم کی جو موجودہ ترتیب ہے۔ اس کے بارہ میں پتہ چل گیا کہ یہ ترتیب رسولی ہے، کسی انسان کی اپنی بنائی ہوئی نہیں۔

اس ترتیب سے مراد کہ نازل ہوا اور ترتیب کے ساتھ، لکھوایا گیا اور ترتیب پر، اور آپ کا بدلنا اس ترتیب کو اس ترتیب کو بدلا یہ تبدیلی ہے۔

وحی غیر متلو ہے، حضور ﷺ کا عمل، یعنی جب حضور ﷺ نے عمل کیا تو یہ دلیل ہے کہ آپ نے جو کیا وہ حکم خداوندی کے ساتھ کیا، جب وحی اترتی تو آپ کہتے، اے لوگو...... ضعوا هذه الاية مكانه...... کہ اس آیت کو فلاں فلاں مقام پر لکھو، یہ آپ کا کہنا کہ فلاں فلاں جگہ، معلوم ہوا کہ اسی وقت سے حضور کہہ رہے تھے کہ یہ ترتیب اترنے کی نہیں بلکہ وہاں وہاں ہونے کی ہے۔

اگر حضور ﷺ کو جبرائیل یہ بات کہیں گے بھی تو بات پھر وہی بنے گی کہ یہ جو جبرائیل علیہ السلام کا کہنا ہے کہ فلاں جگہ لکھو، یہ قرآن کا جزو نہیں، کیونکہ یہ پھر آیت نہ بن جاتی اگر جبرائیل کہتے، پھر وہ حصہ آیت کا بن جاتا اس لیئے وہ آپ کے دل پر اتارا گیا۔

اب ان کے سوال سے ایک بات یوں سمجھیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئیں تو پھر وحی غیر متلو سمجھ آجائے اور اگر جبرائیل علیہ السلام نہ کہیں تو پھر وحی غیر متلو ہوئی نہیں یہ ذہن میں بات گزری، اب اگر یہ گزری، تو پھر یوں سمجھیں کہ جبرائیل علیہ السلام کا آنا دو طرح سے ہے، ایک جبرائیل علیہ السلام کا آنا تسمل انسانی سے ہو کہ وہ آکر کہیں کہ جو کرو، تسمل انسانی میں اور ایک ہے جبرائیل علیہ السلام کا اترنا...... نزل علی روح الامین علی قلبك...... کہ جبرائیل علیہ السلام اتریں حضور ﷺ کی قلب پر اس کا حاصل یہ کہ آنکھوں کے سامنے نہیں ...... علی قلبك...... تو جبرائیل علیہ السلام جب قلب محمدی ﷺ پر اترتے، تو اس وقت وحی غیر متلو کی شکل یہ تھی۔

## ترتیب کی دوقسمیں:

اب ہمیں دوباتوں کا جواب دینا ہے، ایک تو یہ کہ ترتیب دوطرح کی ہے ایک ہے ترتیب الایات ایک ہے ترتیب السورۃ۔

ترتیب الایات بالا جماع توفیقی، اب حضور ﷺ کے سامنے آیات کی باہمی ترتیب وہ طے ہو چکی تھی کسی سورت میں اختلاف نہیں تھا، لیکن یہ بات کہ سورتوں کی باہمی ترتیب یہ توفیقی ہے کہ نہیں؟ (ہے)

سورتوں کی جو ترتیب ہے اس میں حق وہ ہے جو ہمارے پاس ہے، لیکن اس کے منکر کو ہم کافر نہیں کہتے کہ سورتوں کی ترتیب میں یہی ہے، جو صحیح ہے لیکن یہ درجہ واجب میں ہے، اگر اس کے خلاف کوئی بات آئے تو ہم اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔

تو ترتیب سور میں وہ ترتیب قطعیت نہیں نظر آئی کہ جو ترتیب آیات ہے اور ترتیب سور میں جب کچھ ایسے مرحلے آئے کہ آپ سورۃ توبہ سے پہلے بسم اللہ لکھیں یا نہیں؟

تو اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا کہ اس میں وہ قطعیت نہیں رہی تو حق وہی ہے جو ہمارے پاس ہے تو اس میں تھوڑا سا اختلاف ہو تو ہم اسے کافر نہیں کہیں گے، لیکن سورتیں ساری خدا کی طرف سے ......علی وجہ القطع والیقین...... پھر سورت مرتب ترتیب توفیقی سے۔

لیکن سورتوں کی جو باہمی ترتیب ہے اس میں اگر کہیں اختلاف نظر آئے تو حق وہ ہے جو موجود ہے تو اس کو ذرا فائدہ دو کہ اس پر حکم نہیں ہوگا کفر کا،

## قرآن میں رحیم کی تعداد:

بسم اللہ الرحمن الرحیم...... یہ قرآن کریم کی آیت ہے اس میں تو

اختلاف ہوا، کہ یہ سورۃ فاتحہ کا جزو ہے یا نہیں، لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ آیت ہے اور آیت ختم کہاں ہوتی ہے......الرحیم......پر اور ہم نے قرآن پاک میں پورے الرحیم گنے ہیں تو اتفاق یہ وہ نکلے ۱۱۴ اور سورتیں قرآن کی کتنی، ۱۱۴ اب پہلی آیت شروع ہوئی ......بسم اللہ الرحمن الرحیم......تو الرحیم پر اس آیت کا اختتام ہے، تو الرحیم پورے قرآن پاک میں ۱۱۴ ہیں، عجیب شان ہے۔

اب کسی کو کہو کہ کوئی کتاب لکھو اور اس میں الرحیم اتنے ہی ہوں تو یہ جو بات ہے کہ شروع سے ہی یہ ارادہ ہو اور اگر ساتھ ساتھ نزول ہو تو پھر تو وہ منصوبہ ساتھ ساتھ نہیں چلتا۔

## اسم کے الفاظ کی تعداد قرآن میں:

تو......بسم اللہ الرحمن الرحیم ......کہ کتنے حروف ہیں؟ اس کے حروف ہیں ۱۹۔ اور عدد ہیں ۷۸۶، جس کو کہتے ہیں یہ عدد ہیں، حروف نہیں، حروف کتنے ہیں ۱۹ اور اسماء اس کے ہیں، (چار) ......اللہ......اسم...... الرحمن ......الرحیم ......اور اتفاق کی بات یہ کہ ۱۹ کا عدد برابر منقسم ہے، پورے قرآن میں، اسم کا لفظ کتنی دفعہ آیا ہے، جیسے......یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمه یحیٰ ......اس کا نام، لفظ اسم ......اقراء باسم ربك......کیا آیا......اسم......

تو اسم کا لفظ قرآن میں کتنی دفعہ آیا؟ ہم نے اس کو گنا تو ۱۹ ہیں، تو......بسم اللہ الرحمن الرحیم......کہ حرف انیس ہیں، اور اس میں جو اسماء آئے وہ انیس کا برابر منقسم، اسی ترتیب سے پھر انسانی عقل حیران ہوتی ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب ایسی ترتیب نہیں دے سکتا کہ اسم کا لفظ پورے قرآن میں ۱۹ دفعہ آنا تھا کہ......بسم اللہ الرحمن الرحیم......کہ حروف انیس ہیں اور پورے قرآن میں اسم انیس ہیں۔

## لفظ اللہ کی تعداد قرآن میں:

اسی طرح لفظ اللہ دو ہزار سے زیادہ دفعہ قرآن کریم میں آیا اور اس کے بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان میں حروف نکالے ہیں، دو ہزار کچھ اور چھیا نوے ہیں، ہم نے ان کو تقسیم کیا تو وہ انیس پر برابر تقسیم ہو گئے، انیس پر برابر تقسیم ہو گئے، غالبًا دو ہزار آٹھ سو چھیانوے ہیں۔

## لفظ رحمان کی تعداد قرآن میں:

اس کے بعد ہم نے......الرحمان......دیکھا تو یہ پورے قرآن میں ۵۷ دفعہ ہے اور یہ اس پر برابر تقسیم ہوا، اور......الرحیم......۱۱۴ دفعہ آیا ہے اور یہ بھی اس پر برابر تقسیم ہوا ہے۔

اور جس طرح......الرحمان......وہ رحمت ہے جو سب کیلئے عام ہے۔ اور......الرحیم وہ رحمت ہے جو مومنین کیلئے خاص ہے، تو جب اس کا فرق ہم نے دیکھا، جب الرحمان اور الرحیم تو اس کے اعداد ۵۷ دفعہ یہ اور اس کا ڈبل کیا بنا؟ (۱۱۴) اس پر بھی ہم حیران ہوئے۔

## عجیب نکتے:

اور پھر ایک مقام پر ہم نے دیکھا کہ یہ سورۃ "قٓ" یہ دیکھیں کہ قرآن کی سورۃ "قٓ" میں ہے......واخوان لوط......اب ہم یہاں سوچتے رہے کہ یہ سورۃ ہے "قٓ" اس میں اس مقام پر ذکر ہے......اخوان لوط......تو اب پہلے قوم اصحاب، قوم ثمود......اصحاب الرس، تو پیغمبروں کی طرف یا اصحاب کا لفظ ہوا یا قوم کا لفظ ہوا۔

یہاں آ کر اخوان کا لفظ کیوں ہوا؟ یہاں یہ لفظ کیوں آیا؟ (اخوان) اور

قوم کالفظ نہیں آیا تو وجہ یہ تھی اگرقوم کا لفظ آتا تو اس سورۃ میں "ق" اٹھاون ہو جاتے، سورۃ ہے......ق...... والقرآن المجید......اورقوم کے لفظ میں قاف آتا تو قاف کتنے ہو جاتے؟ (اٹھاون) اوراس پر قاعدہ ہے کہ ہر سورت سے پہلے جو حروف مقطعات آئے وہ اس سورت کے انیس پر برابر منقسم ہیں۔

اب البقرۃ اتنی بڑی سورت ہے اس میں الم الف کوبھی گن لو، لام کوبھی گن لواور میم کوبھی گن لو، تو الف اتنے ہوں گے جو ۱۹ پر برابر تقسیم، لام اتنے ہوں گے، جو ۱۹ پر برابر تقسیم، اورمیم اتنے ہوں گے جو ۱۹ پر برابر منقسم ہیں۔

اب سورۃ ............نٓ والقلم ومایسطرون ......اس پوری سورت میں......"نٓ"......اتنے ہوں گے جوانیس پر برابر تقسیم ہوں گے۔

اب......قٓ و القرآن المجید......میں ......"قٓ"......اتنے ہیں جوانیس پر برابر تقسیم ہوں گے، اگرآ جاتا قوم لوط تواتنے قاف ہوتے جوانیس پر برابر تقسیم نہیں......اللہ کی حکمت پرقربان جائیں وہاں کہہ دیا......اخوان لوط ......

تو ایسی کتاب ترتیب دینا جس میں ایک ایسا عجیب رنگ ہر جگہ اترا ہے اور کتاب چھوٹی نہیں اتنی بڑی کہ جہاں دیکھو بات پوری، میں نے الحمدللہ ایک انگریز کو یہ بات دکھائی جو حضورﷺ کو جانتا تھا، پہچانتا تھا اور یہ بات اس کوسمجھائی اسی پر وہ مسلمان ہوگیا کہ انسان ایسا کلام مرتب نہیں کرسکتا۔

توہم نے جواس کی وضاحت کی وہ تو ایک عقیدت کے ساتھ کی، تو ایک عجیب وغریب سوال ذہن میں آیا اوراس کا جواب یہ ہے۔

## قرآن معجزہ ہے:

اب سوال دوبارہ سن لیں کہ اگر حضورﷺ نے خودقرآن لکھا ہوتا اور اتنی باریک بینی سے لکھا ہوتا کہ بسم اللہ الرحمان الرحیم کے حروف ہیں انیس،

قرآن کی ہر صورت میں بسم اللہ کی بہاریں ہیں۔

اگر آپ نے جو لکھا ہوتا تو آپ اس کو کبھی ظاہر نہ کرتے، یہ انیس والی بات ظاہر بہت بعد میں ہوئی، اب آ کر کسی حدیث میں نہیں، کسی روایت میں نہیں، کسی صحابی نے انیس کا یہ نکتہ کھولا ہو (نہیں) تو اگر حضور ﷺ نے اس انیس والا عدد کیا ہوتا تو کیا کبھی ظاہر نہ کرتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان نہ کرتے کہ قرآن کی یہ شان دیکھو جب آپ نے اس کو بیان نہیں کیا تو معلوم کیا ہوا؟

یہ قرآن ان عجائبات میں سے ہے، زمانہ گزرتا جائے گا، ہم اس کو سنتے جائیں گے تو آپ نے علماء سے سنا ہوگا......لا تنقذ عجائبه......تو یہ ایک عجیب بات ہے۔

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ قرآن کریم معجزہ ہے اور اس کے عجائب بہت ہیں، لیکن انیس کے متعلق آپ کو اور پتہ ہے کیا۔ اس وقت ایک بہت بڑا فتنہ بہائیت کے نام پر، ہے جس طرح قادیانیت کا فتنہ غلام احمد کے نام پر، تو بہائیت کا فتنہ بہاؤ اللہ کے نام پر ہے۔

## بہاؤ اللہ اور غلام اللہ میں فرق:

ایک شخص بہاؤ اللہ ہوا ہے ایران میں اس نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور اس کے پیرو کہلاتے ہیں بہائی، اور غلام احمد کے پیرو کہلاتے ہیں قادیانی، تو بہاؤ اللہ اور غلام اللہ میں کیا فرق ہے، غلام احمد کہتا ہے کہ میں نے قرآن کو منسوخ نہیں کیا، میں کوئی نئی کتاب کا مدعی نہیں اور بہاؤ اللہ کہتا ہے کہ نیا پیغمبر ہوں، شریعت نئی، قانون نیا، قرآن نیا، قرآن پہلا منسوخ، جس طرح تورات انجیل منسوخ۔

تو بہاؤ اللہ پر ایک اتری اس کے قول کے مطابق، اس کتاب کا نام کیا ہے؟ الایقان، اس کے انیس باب ہیں اور اس کتاب کے ۱۹ باب کے ساتھ ۱۹

فصلیں ہیں، اور لکھی اس طرح کہ ہر صفحے کی ۱۹ سطریں ہیں اور ہر سطر کے ۱۹ لفظ، اس نے اپنا مہینہ بنایا تیس دن کا نہیں، بلکہ ۱۹ دن کا اور سال کے مہینے بارہ نہیں، بلکہ ۱۹ بنائے اور سال کے مہینے کے دن بھی انیس، کتاب کے باب انیس، ہر صفحے کی سطریں انیس، ہر سطر کے لفظ انیس۔

تو اس کو کہتے ہیں انیس کا فتنہ، ان کی ساری تحریک انیس پر ہوئی اور بھی چیزیں ہیں جو انیس کے عدد پر ہیں۔

## فتنہ بہائیت:

لیکن اس وقت ہم اتنی بات کرتے ہیں کہ ان کا دعویٰ کیا ہے؟ دعویٰ سنا دوں؟ (جی) اس طرح ہمیں بہائیت کو بھی داخل نصاب کرنا پڑے گا، لیکن رد اس کا ابھی پیش نظر نہیں، صرف اتنی بات یاد رکھیں کہ ان کا شعار ہے اسلام کا دور ختم ہو چکا اب دور ہے بہاؤ اللہ کا۔

## بہاؤ اللہ کے ماننے والے سے گفتگو:

تو میں اب آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں کہ ایک دفعہ میں برمنگھم شہر میں تھا، ایک شخص ملنے آیا میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں پندرہ بیس سال پہلے انجمن جمعیت المسلمین کا جنرل سیکرٹری تھا، میں نے کہا کہ تمہیں کبھی دیکھا نہیں، کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں اب مسلمان نہیں میں نے کہا کہ پہلے تیرا اتنا کام اور اب تو مسلمان ہی نہیں کیا ہوا؟ کہنے لگا میں بہاؤ اللہ پر ایمان لے آیا میں نے کہا کہ تو نے اسلام کو کیوں چھوڑا، اس نے عجیب جواب دیا۔

وہ بات آپ کو سمجھاتا ہوں، اس نے کہا کہ اسلام میں بڑے بڑے عظیم انسان پیدا ہوئے، جیسا کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابو الکلام

آزاد رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے بڑے آدمی جو شعلہ بیان مقرر اور خطیب العصر تھے۔ انہوں نے اپنے وقت میں اسلام کو سہارا دینے کی بڑی کوشش کی لیکن اسلام اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا نہیں جو دن بھی آتا ہے کہ وہ مصیبت لاتا ہے اور مسلمانوں نے پاکستان بنایا کہ ہم اسلام کے مطابق کام کریں لیکن کتنے سال گزر گئے ان کو وہ موقع ملا نہیں، تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں کوئی پروگرام کامیاب نہیں ہوتا، کیا لوگوں کے خلوص کی کمی؟ (نہیں) مفکرین کی کمی؟ (نہیں) لیڈروں کی کمی؟ (نہیں) قربانی کرنے والوں کی کمی؟ (نہیں) پھر کیا وجہ ہے کہ اسلام کی بہار نہیں آئی، تو مجھے یوں سمجھ آیا کہ اسلام جتنے وقت کیلئے تھا وہ وقت ختم ہو چکا ہے، ٹہنی مرجھائی ہو تو پھر ہری ہوسکتی ہے اور جل گئی ہو تو پھر ہری نہیں ہوسکتی۔

تو مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام کی ٹہنی جل چکی ہے کہ جس کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت بھی زندہ نہ کرسکی، ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا فن تقریر بھی اس کو زندہ نہ کرسکا اور مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیاں بھی جس کو زندہ نہ کرسکیں، وہ اسلام اصل میں ختم ہو چکا اب وہ چلنے کے لائق نہیں رہا، جب ٹہنی جل جائے تو پھر وہ زندہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیئے میں بہائی ہوگیا، اب میں نے جماعت چھوڑ دی۔ میں نے اس کو کہا کہ بیٹھ جاؤ اور میں نے شعر پڑھا۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر مگر بجھی تو نہیں

پوری طرح سے ٹہنی جل چکی ہے کہ نہیں، میں نے کہا کہ تم بتاؤ کہ دہلی میں، ہندوستان میں شاہ نظام الدین کے قریب ایک شخص اٹھا اس کا نام تھا مولوی محمد الیاس، اس نے تبلیغی محنت کر کے کئی جنگلوں میں کلمہ اور نماز پہنچائی، جہاں

اسلام کا نام بھی نہیں تھا، مسلمان تھے، لیکن اسلام کا نام نہیں تھا، وہ تحریک کب چلی؟ پاکستان بننے سے چند سال پہلے، لیکن آج اس کی بہاریں ہیں کہ خود یورپ اور امریکہ میں اجتماعات ہوتے ہیں، اگر اسلام کی ٹہنی جل چکی تھی تو یہ کامیابی تبلیغی جماعت کے ایک مردِ مؤمن کی محنت پر ہوئی، یہ کیوں؟ اگر ٹہنی جلی ہوئی تھی تو یہ ہری کیسے ہوئی؟

تو ہمارا اس وقت تبلیغی جماعت کے اس کام نے ساتھ دیا اور میں نے اس کو بطور دلیل پیش کیا کہ یہ ٹہنی ہری ہوئی اور جن ملکوں میں تبلیغی محنت پہنچی ہے، وہاں خاندانوں کے خاندانوں کی قسمتیں بدل گئیں، مستقبل بدل گئے، تو اگر ٹہنی جل گئی ہو تو ہوسکتا ہے اگر ایک کوشش کامیاب نہیں تو دوسری سہی۔

میں نے اس کو کہا کہ بیٹھو، وہ بیٹھ گیا، میں نے کہا کہ پاکستان مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی نقشے کے خلاف بنا اور جب پاکستان بنا تو جو پاکستان کے حامی مسلمان تھے ان کے بارہ میں عام مسلمان کی دل میں بہت سی نفرت اور عداوت تھی؟ کہنے لگا کہ ہاں تھی، حکومت ان کو برداشت کرتی تھی (نہیں) قادیانیت کی یہ لوگ مخالفت کرتے تو حکومت ان کی بات سنتی تھی۔ (نہیں)

میں نے کہا کہ پاکستان بننے کے اتنے سال بعد قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور وہی احراری جن کو بدنام کیا تھا۔ وہ حکومت کے ساتھ ہیں، اور حکومت ان کی جہاں بھی ہو، حمایت کرتی ہے اور جو قادیانی اپنے آپ کو کہتے تھے کہ ہم پاکستان کے حامی ہیں، اور جو مسلم لیگ کے حامی تھے۔ وہ اب ہیں کہ ان کو بھاگ کر پناہ لینی پڑی۔ گویہ جملہ وہاں نہیں کرنا، لیکن آپ کو کہتا ہوں تو اس سے پتہ چلا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جو محنت ہے۔ اس پر رنگ آیا ہے سالوں بعد، محنت قبول ہوئی ہے سالوں بعد؟ کہنے لگا ہاں۔

میں نے کہا کہ ہر ٹہنی جلی نہیں تھی دبی تھی، تو میں نے شاہ صاحب کے بارہ میں بتایا کہ ٹہنی جلی نہیں تھی۔ وہ مرجھائی تھی، ہاں پھر میں نے اور بھی مثالیں دیں۔ اس کا بھائی تھا اس کے پاس، وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا، وہ کہنے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ اسلام کی ٹہنی جل چکی، تو آپ کی مثالوں سے ثابت ہوا کہ جلی نہیں اور یہ بھائی ہمیں غیر مسلم بناتا رہا تھا، وہ اسی عنوان پر بناتا رہا۔

یہ باتیں آپ کو پڑھنے سے نہیں ملیں گی، یہ سچائیاں ہیں، انہیں کہتے ہیں حقائق، یہ کچھ ایسی سچائیاں ہیں کہ جن کا تعلق احساسات اور روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اگر کوئی انسان نہ ماننے پر آئے تو ہزاروں حجتیں کر سکتا ہے، یہ بھی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ (کر سکتا ہے) لیکن اگر سوچنے پر آئے تو اس میں صداقت کے پھول ہیں۔

## قرآن کی سات قرآئتیں:

اب قرآن کریم کی جو ترتیب ہے اس بحث میں، ایمان کے ساتھ کہ یہ وہی ترتیب ہے جو لوح محفوظ میں اور وہی ترتیب ہے جو لسانِ رسول میں ہے اور یہ ترتیب سماوی ہے، اللہ کی طرف سے ہے، اس پر دو سوال ہیں کہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کیوں کہتے ہیں؟ اس کا جواب آپ نے پڑھا ہو گا کیونکہ آپ تحریف قرآن کا عنوان پڑھ رہے تھے۔

آپ اس کو یوں سمجھو کہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ جمع ہوا سات قرائتوں میں، گو شیعہ اس کو نہیں مانتے، لیکن ہمارے ہاں روایت معتمد اور جید درجہ کی ہے کہ ......انزل القرآن علی سبعة احرف..... کہ قرآن کریم سات قرأت پر اترا تو کس طرح۔ ایک منٹ میں ایک مشکل مسئلہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

وہ یہ کہ عرب کے قبائل مختلف تھے اور ان کی زبانیں مختلف تھیں اور ان کی

سمجھ مختلف تھی، بعض پڑھتے یوں تھے ......نَضْرِبُ...... کہتے تھے......نَضْرِبُ......
اور......نِعْبُدُ...... ہم عبادت کرتے ہیں، تو یہ لفظ ہے اور قبائل مختلف، تو قرآن
جب پڑھا جائے تو نئے لفظوں والے، اسے اپنا سکیں گے؟ بالخصوص جبکہ وہ بدّو
ہوں، اور ان کی تہذیب صحرائی ہو، جب عرب میں کوئی مدارس نہ تھے، تہذیب
صحرائی تھی، تو لوگوں کو اس وقت سکھانا کہ ......نِعْبُدُ ......نہ کہو، بلکہ ......
نَعْبُدُ...... کہو، یہ بات آسان نہ لگی، تو حضور ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے جبرائیل کو کہا
کہ میری قوم قرآن کریم پڑھنے پر کیسے قادر ہوگی، تو جبرائیل جب لاتے رہے
...... و کنت استزید...... میں ان کو اور کہتا رہا کہ اس طرح کا مزاج آئے کہ اور
بھی پڑھ سکیں، تو پھر جبرائیل نے اس کو دوسری دفعہ پڑھنا ......نَعْبُدُ...... پھر تیسری
ترتیب سے پڑھنا، پھر کوئی اور ترتیب ہو تو اس سے پڑھنا۔

تو پورے قرآن میں ایک آیت پر تو سات ادائیں نہیں، لیکن وہ مختلف
ادائیں پورے قرآن پاک میں پھیلی ہوئی ہیں، ان کو اگر جمع کیا جائے تو کسی
ضابطے کے ماتحت وہ انواع سات بن گئیں، کسی ایک مقام پر تین ہیں، کسی ایک
مقام پر دو ہیں، کسی اور مقام پر نئی قسم کی تین ہیں، تو تین جمع تین چھ اور ایک وہ ہو
گی جو پہلے اور دوسری میں مشترک ہے۔

تو کوئی ایک مقام پر تو سات نہیں بلکہ قواعد کے ساتھ پوری کتاب میں
ایسے مقامات کتنے نکلے (سات) اور اس میں حضور ﷺ نے اپنی طرف سے نہیں
کیا، بلکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو کہتے ہیں اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر وہ
قرأت لاتے رہے۔

تو آپ نے پھر اتنا فرمایا کہ اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ آیت سات اداؤں پر
اتری کسی آیت پر دو ادائیں، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر ایک، پھر کسی پر اور ایک،

کسی کا پھر نئ، اور ان تمام کو اگر جمع کیا تو سات ہوئیں، ان میں ایک لغت تھی، جس کو کہتے ہیں قریش۔

تو حضرت ﷺ نے جب قرآن کریم پہنچا دیا، اس کے بعد آپ نے کہا اصل میں پہلے جو نازل ہوا تو لغت قریش میں تھا اور مکہ والوں کی زبان منجھی ہوئی تھی، کس طرح؟ مکہ شہر تھا جس میں لوگ ادھر سے ادھر سے آتے جاتے، تو اگر کوئی مرکز ہو تو لوگ ہر علاقے سے اور گاؤں سے آتے، تو وہاں منڈی تھی، کاروبار تھا، بازار لگتا، مارکیٹ لگتی، تو لوگوں کی زبان آپس میں ملتی، تبادلہ ہوتا الفاظ کا اور سال ہا سال گزرتے تو مکے والوں کی زبان بلیغ چلی گئی، ایسی صاف کہ باہر کی زبانوں کا ہر اچھا لفظ اس میں آ گیا اور ہر ثقیل لفظ کی ثقالت اٹھ گئی، اس کا بوجھ اٹھ گیا۔

جب مکہ والوں کی زبان اتنی صاف ہوئی تو اس وقت اللہ کا قرآن نازل ہوا تو اب یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ کا قرآن مکہ میں کیوں نازل ہوا، اس لیئے کہ انہی کی تو زبان خالص ہو چکی تھی۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سعی:

تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں کیا کیا کہ قرآن کریم لکھا ہوا تھا مختلف قرأت میں، آپ نے ان سب قرأت کو چھوڑ کر ایک لغت قریش پر جمع کر دیا، یہ تو اب ہمارے پاس قرآن ہے یہ کون سی لغت پر ہے؟ (لغت قریش پر) تو یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا احسان ہے کہ نہیں؟ (ہے) یہ ان کا احسان ہے کہ قرآن کریم لغت قریش پر آیا اور کبھی نِعبُدُ اور نعبد کا اختلاف دیکھا ہے؟ (نہیں) یعنی وہ اختلاف جو ایک وقت کی ضرورت تھے، اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی دور ہو گئے، اختلافات۔

تو جو قرآن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا وہ یہ تھا کہ مختلف صحائف کو

ایک جگہ کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن لکھا تھا، اونٹ کی چوڑی چوڑی ہڈیوں پر سنگ مرمر کی پلیٹوں پر کچھ کھجور کے پتوں پر، کھجور کے پتے لمبے لمبے ہوتے اس پر عرب کیا کرتے کوئی مل لیتے اور وہ تختیاں بن جاتیں، تو قرآن کریم ان کھجور کے پتوں پر لکھا گیا، کچھ مرمر کی سلوں پر لکھا گیا، کچھ اونٹ کی چوڑی چوڑی ہڈیوں پر لکھا گیا اور کچھ کاغذ بھی شروع ہو چکا تھا، رائج ہو چکا تھا، دیسی کاغذ کچھ وہاں لکھا ہوا تو چمڑے پر لکھا ہوا تھا۔

تو فرماتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ جب مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ آپ قرآن لکھو، تو فرماتے ہیں...... کنت اجمع القرآن ......میں مختلف جگہوں پر لکھا ہوا، قرآن کو جمع کرتا رہا۔

اور فرماتے ہیں، واللہ، خدا کی قسم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر مجھے حکم دیتے کہ میں پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردوں یہ مجھ پہ اتنا بوجھ نہ ہوتا، جتنا یہ بوجھ تھا کہ میں اللہ کی کتاب کو جمع کروں ...... فواللہ لو کفلنی بنقل جبل من الجبال لما کان اثقل علی من ماء امرنی به ابوبکر......تو قرآن کریم کو جمع کرنا یہ معمولی بات نہ تھی۔

قرآن کریم کی ترتیب اصولی ہے وہی ترتیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن قبائل کے اختلاف کے بعد قرآن پاک اترا ......علی سبعة احرف......ہاں لکھا مختلف جگہوں میں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو یکجا کیا، ایک کتابی شکل میں، لیکن اس پر قبیلوں کی قرأت تھیں، کچھ تفصیلی جملے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان تمام صحائف کو علیحدہ کر دیا اور قرآن لغت قریش میں پیش کیا اور یہ وہی قرآن ہے جو آج ہمارے پاس ہے، تو یہ قرآن پاک کی تاریخ آپ کو معلوم ہوگئی۔

## یہود و نصاریٰ کی تاریخ:

اب ہم اپنے موضوع پر آتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور ہوا کہ پہلے مسلمان قوم یہود و نصاریٰ کی تاریخ سمجھیں، اور ان کے عروج وزوال کی داستان ان کے سامنے ہو، ان کی شخصیت جمع کس کے گرد ہوئی؟ (گائے کے) گائے کے گرد ان کی شخصیت جمع ہوئی، اور حکم ہوا کہ اس بچھڑے کو تم ذبح کرو، اس کیلئے ظاہری صورت پر ایک واقعہ عمل میں آیا اور وہ بالکل صحیح ہے۔

اب اللہ کو منظور ہوا کہ مسلمانوں کو جب کتاب دی گئی، کتاب ہدایت، یعنی قرآن کریم تو اللہ کو منظور ہوا کہ اس کی پہلی بڑی سورت۔ اس کا نام ہے البقرۃ اور گائے کا جو فتنہ ہے اس قوم کا پھیلایا ہوا، یہود و نصاری کا پھیلایا ہوا اس پر پوری بحث کرلی جائے، اور یہ واقعہ......ان اللہ یأ مر کم ان تذبحوا بقرۃ......اور یہ واقعہ کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی، تو یہ واقعہ ذکر کیا۔

تو سورۃ البقرہ کیا ہے، قوم یہود کے عروج وزوال کی داستان ہے، اس کی گمراہی کے اسباب ہیں تاکہ مسلمانو تم اپنے دین پر چل سکو، جب تک پہلے ان کو نہ سمجھو تو دنیا میں دو ہی بڑی قومیں ہیں ایک یہود اور ایک نصاری، جس طرح یہود کی تاریخ گائے کے گرد جمع ہوگئی، عیسائیوں کی تاریخ حضرت مریم علیہا السلام کے گرد جمع ہوگئی، تو حضرت مریم علیہا السلام کا خاندان تو حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام تھا عمران اور عمران کا خاندان کہلایا آل عمران تو سورۃ آل عمران میں عیسائیوں کے عروج وزوال کی داستان ہے، جس طرح کہ البقرہ میں یہود کے عروج وزوال کی داستان ہے، ان دونوں قوموں کو سمجھنے کیلئے سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کا مطالعہ ضروری ہے، جب تم نے ان کا مطالعہ کرلیا تو سمجھو کہ یہود اور عیسائیت سے تم واقف ہوگئے۔

مسلمانوں کو قرآن پر چلانے کیلئے بتایا گیا کہ تم یہود و نصاریٰ کو سمجھو۔ یعنی البقرہ اور آل عمران کا مطالعہ کرو، اس سے پتہ چلا کہ پہلے اپنے دشمنوں کو جاننا ضروری ہے، اب معنی کیا ہوا کہ البقرہ اور آل عمران کا پڑھنا ضروری ہے۔

آپ نے سنا کہ قرب قیامت میں یہ دونوں سورتیں بادل بن کر آئیں گی۔ البقرہ اور آل عمران، اس میں میں نے اشارہ محسوس کیا کہ دنیا کے آخر سے پہلے یہود و نصاریٰ کا فتنہ ایک بہت بڑی بہار پر آئے گا اور اس مقابلے میں پناہ انہیں کو ملے گی جو سورۃ البقرہ اور آل عمران کو جانتے ہوں گے، اس دن یہ بادل بن کر سایہ بنیں گی، جب سایہ بنیں گی تو ان کو پناہ ملے گی جو اس فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

اب آپ بتائیں کہ قرآن پاک میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ کیوں ہے؟ لوگ کہیں گے کہ قرآن میں کہا ہے تمہاری کتاب ہدایت۔ وہ کہیں گے یہ ہے، پہلا باب اور پہلی بڑی سورۃ، پھر ہم کہیں گے کہ گائے، وہ کہیں گے کہ یہ کتاب ہے انقلاب کی، جس کی پہلی سورت ہے گائے، تم گائے کو گائے نہ سمجھو، گائے میں ساری قوم کی بیٹی لپٹی ہوئی ہے، اس لیئے وہ قوم جمع ہوئی ہے، گائے پر یہود، اور گمراہ کون سی قوم ہوئی تھی؟ (نصاریٰ)۔

آپ نے الحمد شریف کے آخر میں کہا تھا...... غیر المغضوب علیھم ولا الضالین...... اب ترتیب قائم ہوگئی کہ پہلے مغضوب قوم کا تذکرہ ہوگا پھر ضالین کا تذکرہ ہوگا، مغضوب کیلئے البقرۃ اور ضالین کیلئے آل عمران، تو تینوں سورتوں میں ربط معلوم ہو گیا؟ (جی)

کہ الحمد کے آخر میں کیا ہے؟...... غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

...... اب وہ غیر المغضوب ہیں کون؟...... الم، ذلك الكتاب لاريب فيه هدى

للمتقین ......اب کہانی شروع ہوگئی۔

## ضالین کون ہیں؟

اور ضالین کون ہے ......الم، اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم......یہ گمراہ کیسے ہوئے؟......نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التوراۃ والانجیل من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان ان الذین کفروا بایت اللہ لھم عذاب شدید واللہ عزیز ذوالنتقام ان اللہ لا یخفی علیہ شئ فی الارض ولا فی السماء ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء ......اب بتایا اگر مریم کے پیٹ میں بغیر مرد کے یہ بچہ چلے گا، تو تمہارا عقیدہ پہلے سے ہونا چاہئے کہ......ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لا الہ الا ھو العزیز الحکیم ......ابھی مریم کا تذکرہ شروع نہیں ہوا، پہلے ہی اشارہ کر دیا۔

ہاں تمہیں مغالطہ کہاں سے لگے گا کہ جب تم سوچو گے کہ جب عیسائیوں نے سوچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپؑ کے پیدا ہوئے تو یہ کیا ہیں، تو فرمایا، نہ، کچھ واقعات بھی ہیں جو متشبہات کی صورت میں آتے ہیں، تمہیں عقیدہ اس پر نہیں رکھنا ......ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشبھات ......تو وہ ساری تمہید باندھی گئی، کہنے لگے کہ بچہ پیدا ہو گیا بغیر باپ کے، تو یہ نہ سمجھو کہ کوئی خدائی شریک ہے ......متشبھات ......اسے کہہ رہے ہیں محکمات پر عقیدے کی بنیاد رکھی۔

تو اب روانی کے ساتھ مضمون چل رہا ہے کن کے بارہ میں؟ (ضالین کے بارہ میں)۔

## یہود میں عیب کیا ہے؟

اب یہود میں عیب کیا تھا کہ ان کی تاریخ جمع ہوئی ہے گائے کے گرداب

سنو ہمارے ہاں عقائد میں ہمارے لیئے سب سے بڑا فتنہ کون ہے؟(گائے والے اور عمران کا خاندان) آزمائش کا سبب بن گیا،لیکن ہمارا جو سماج ہے، سماج کا معنی، رہن سہن میں مسلمانوں کیلیئے یا عام انسانوں کیلیئے سب سے بڑا فتنہ ہے، عورت اور دولت یہ عدالتوں میں جتنے مقدمے ہیں یہ کس پر ہیں،عورت پر یا دولت پر؟ اور یہ دولت ہے جس کی وجہ سے لوگ چائے کی پیالی پر ایمان الٹتے ہیں۔

## ترتیب قرآن:

فرمایا جب تم نے عقائد میں البقرۃ اور آل عمران کو عبور کر لیا تو اپنے معاشرے کی اصلاح کیلیئے یہ تمہیں النساء اور المائدۃ، النساء عورت ہے المائدۃ دولت ہے، جس دستر خوان پر لوگ ایمان پلٹتے ہیں، تو ان کو سمجھو تو جب ان کو سمجھو گے تو تمہارا اب مزاج معاشرہ اور سماج درست ہو جائے گا۔

عقائد میں اپنے آپ کو درست کرنے کیلیئے کن کو سمجھو البقرۃ اور آل عمران اور اپنے سماج کو سمجھنے کیلیئے عورت اور دولت کے مسئلے کو سمجھو النساء اور المائدۃ۔

دولت کی دو صورتیں ہیں، ایک ہے کھانا پینا ،ایک ہے جائیداد، کھانے پینے کی شکل ہو تو المائدۃ اور جائیداد کی شکل ہو تو الانعام، یہی ان لوگوں کی کھیتی باڑی کا سلسلہ ہے۔

اب آپ نے عقائد کو بھی جان لیا اور اپنے سماج اور معاشرے کو بھی جان لیا، اب قوم کھڑی ہوا اپنے پاؤں پر اور جب قوم اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی ہے تو وہ جہاد کے نام سے کھڑی ہوتی ہے،تو جہاد کیلیئے دو بنیادی سورتیں ہیں انفال اور التوبہ، انفال اور التوبہ کے ساتھ مسلمانو تمہاری زندگی کا تمہارے دین کا کام شروع

ہو گیا، اور پہلوں کی تاریخ آپ نے سمجھی، تو ان دونوں کے درمیان مقام اعراف ہے مقام اعراف سے گزر کر تم اپنی تاریخ میں داخل ہوئے اور تمہاری تاریخ ......یسئلو نك عن الا نفال......تو جب تمہاری تاریخ شروع ہوئی تو پھر وہ اس سے جڑ کر شروع ہو گی کہ پہلی سورت تمہاری تاریخ کو لے کر چلنے والی، انفال سے جب تم توبہ میں داخل ہو تو تم بسم اللہ کے بغیر داخل ہو، یہ تمہاری قوم کا جوڑ ہے، تو یہ عجیب وغریب جوڑ ہے تمہاری قوم کا۔

اچھا میں نے آپ کے سامنے ایک نقشہ ابتداء کا بیان کر دیا ہے، اب آپ سارے قرآن پر غور کرتے کرتے ساری منزلوں سے گزریں گے تو آخر میں آپ اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ ہمارا کافروں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ ہے، جب کافرو ں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا تو پھر کیا کہنا پڑے گا کہ علیحدہ ہو جاؤ، ہمیں اپنا ایک پاکستان بنانا پڑا کہ کافروں سے علیحدہ ہوں۔

اور جب ان سے علیحدگی کا اعلان ہو، تو کہو......قل یایھا الکفرون ...... اے کافرو......لا اعبد ما تعبدون......اور ان کو کہہ دو تمہارا دین اور میرا دین اور۔

تو قرآن میں کہیں اس قوم کو مخاطب نہیں کیا گیا اے کافرو، قرآن کہتا ہے......یایھا الناس......اے لوگو، لیکن یہاں کہا اے کافرو، یہ تو لڑائی ہے کہ نہیں ہے، یہ تو کھل کر لڑائی ہے اور جب لڑائی ہو اعلان جنگ ہو، تو اعلان جنگ کے بعد یا فتح ہوتی ہے یا شکست، تو تمہیں بتایا گیا تمہیں شکست نہیں، بلکہ...... اذاجاء نصر اللہ والفتح......کہ تمہیں فتح ہو گی، اشارہ کر دیا کہ تمہیں فتح ہو گی، اشارہ کر دیا کہ کہیں فتح ہو گی تم ایک دفعہ کہہ دو ......یا یھا الکافرون لا اعبد ماتعبدون......پھر ہماری قدرت کے جلوے دیکھو کہ فتح ہو گی۔

اور جب فتح ہوتی تو پھر دشمن سرنگوں ہوتے ہیں ......تبت یدا ابی لھب

وتب ......اور جب سرنگوں ہو، توحید کا جھنڈا اونچا ہوتا ہے ......قل ھو اللہ احد
......اب پھر دعائیں ہوتی ہیں، یا اللہ ہمارا جھنڈا لہرا گیا، اب اس کو نظر نہ لگے......
قل اعوذ برب الفلق ...... بھی پڑھو......قل اعوذ برب الناس......بھی پڑھو۔

تو ہم چلے کہاں سے تھے یہودیوں کی تاریخ سے، یہودیوں سے شروع ہو کر ہم نے اپنے مقام تک پہنچے کیلئے ایک سنگ میل سامنے کرلیا۔

اب دو قوموں کی تاریخ میں آپ کے سامنے پڑھتا ہوں اور آپ سنیں جو چیز تشریح کے لائق ہوگی وہ تشریح کردی جائے گی، لیکن البقرۃ پر تو ہم نے کچھ وقت لگایا، آل عمران پر تو وقت نہیں لگایا۔

تو میں پہلے آپ کو یہ بتاؤں گا کہ عیسائیت کیا ہے؟ اس کے ساتھ یہ بتاؤں گا کہ عیسائیوں اور ہمارے درمیان اختلافی مسئلے ہیں آٹھ، وہ آٹھ مسئلے آپ کو یاد کرنے ہوں گے، ان آٹھ میں سے دو چن کر اس پر ہم آگے چلیں گے آغاز کریں گے کیونکہ آٹھ میں سے چھ کے بارہ میں آپ کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔ لیکن گہرائی کے ساتھ آپ نے سمجھنا ہے، وہ مسئلے ان دو مسئلوں کے ساتھ ہم ان شاء اللہ مسئلہ عصمت انبیاء یہ ہمارا پہلا بڑا نشان ہے، مسئلہ عصمت انبیاء تو اب میں نے آپ کو بتادیا کہ ہم کیسے چلیں گے؟

## اہل اسلام کا عقیدہ:

جملہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ چلا آرہا ہے اور یہ عقیدہ ایمانیات میں سے ہے کہ اس کی تائید میں کتاب وسنت کے روشن دلائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے، وہی قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے اور ابھی وہ مرگ آشنا نہیں ہوئے، انہوں نے موت کا پیالہ نہیں پیا، ہر مخلوق جس کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی، اس نے ایک نہ ایک دفعہ موت کا پیالہ پینا ہے، یہ برحق

ہے، لیکن اللہ کی حکمت کے ساتھ کسی کا پیالہ مؤخر ہو جائے موت مؤخر ہو، تو خدا تعالیٰ کو کوئی روکنے والانہیں۔

آپ کو پتہ ہے کہ اصحاب کہف غار میں سال ہا سال تک سوئے رہے اور پھر جا کر اللہ نے ان کی نیند لمبی کردی، تو اگر خدا کسی کی نیند لمبی کردے یا کسی کی زندگی لمبی کردے تو اس کو کوئی روکنے والا ہے؟ (نہیں)

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے ان کی زندگی اللہ تعالیٰ نے اتنی لمبی کردی اور ان کو ملائکہ کے ساتھ آسمانوں پر اس طرح رکھا اور ان کو زندگی عطا کی اور اللہ کو کوئی روکنے والانہیں اور قیامت سے پہلے وہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آئیں گے اور وہ رہیں گے اور فوت ہوں گے، دفن ہوں گے اور ان کا جنازہ پڑھا جائے گا اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گنبد خضریٰ میں ان کو جگہ ملے گی۔

# قادیانیت اور عقیدہ نزول مسیح

اب جب ہم لفظ بولتے ہیں کہ مسیح نے آنا ہے تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ ابن مریم جو ہے اس نے آنا ہے، یہ جو عقیدہ بنایا مثیل مسیح کہ مثال کوئی شخص آئے گا۔ تو یہ غلط عقیدہ ہے، قادیانیوں نے کہا کہ مثیل مسیح آئے گا، وہ معمور کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب معمور نے آنا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ساری بنیاد ہی غلط ہے اور دیوار بھی غلط ہے کہ نہ تو حضرت عیسیٰ ابن مریم فوت ہوئے۔ نہ ہی مثیل مسیح کوئی اور پیدا ہوا، نہ ہی اسلام میں دو مسیح ہیں، ایک ہی مسیح ہے، اُسی نے آنا ہے، وہی گیا اور وہی مسیح ناصری ہے، وہی ابن مریم ہے یہ جو دو کا تم نے تصور پیش کرلیا، یہ بالکل غلط ہے۔

## حضرت عیسیٰ جلالی شان سے اتریں گے:

اب ایک اور بات کہ اس وقت دنیا اپنے معمول کے مطابق جاری ہے۔ کہ دنیا کا نظام چل رہا ہے، دنیا کی گاڑی چل رہی ہے، تو یہ گاڑی معمول کے مطابق ہے یا غیر معمول کے مطابق؟ (معمول کے مطابق) اور جب قیامت کی علامات بڑی ظاہر ہوں گی تو پھر یہ گاڑی غیر معمولی طور پر چلے گی، آپ نے سنا ہوگا کہ قیامت کے قریب مغرب سے سورج نکلے گا، ایک زلزلہ آئے گا، سمندر ابلیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے، سورج لپیٹ دیا جائے گا، ......اذا الشمس كورت واذا النجوم انكدرت واذا الجبال سيرت واذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت ......ہوگا کہ نہیں؟ (ہوگا)

تو اس وقت کے نقشوں میں اور ان نقشوں میں فرق کیا ہے؟ اس وقت جس دنیا میں ہم رہتے ہیں، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ جمال کا اظہار ہے۔

اللہ کی طرف سے مہلت ہے گناہ کرو پردہ پوشی ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں جب ہم پیش ہوتے ہیں، تو اس معمول کے مطابق، تو یہ بجالاتے ہیں جو اس سے قبل اسلام کی میراث تھی۔

لیکن جب قیامت کی علامات کبریٰ ظاہر ہوں گی تو وہ دور اللہ تعالیٰ کے جلال کا دور ہوگا اور جلال کا معنی اب سے زیادہ گاڑی تیز ہو جائے گی۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خدا کے جتنے پیغمبر آئے ان کو لوگوں کے سامنے تبلیغ کر کے اپنا آپ منوانا پڑا دلائل دے کر، تبلیغ کر کے، اخلاق کے ساتھ، محنت کر کے، اپیل کر کے منوانا پڑا کہ اللہ کا راستہ یہ ہے، کسی جگہ بھی ایسا ہوا کہ وہ عقیل اور دلیل کے بغیر منوانا پڑے؟ (نہیں) اسی طرح منوانا پڑا جس طرح منوانا ہوتا ہے۔

لیکن قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منوانا پڑے گا کہ میں مسیح ہوں مجھے مانو (نہیں) قرآن وحدیث سے یہ کہیں پتہ نہیں چلتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو انہیں اپنا آپ منوانا پڑے گا دلائل دے کر، اپیل کر کے، خطاب کر کے، دعوت دے کر، تو ایک ہے مقام دعوت، جب لوگوں کو کہا جائے کہ آؤ ہماری بات مانو، ہمارے ساتھ چلو، یہ ہے مقام دعوت اور ایک ہے مقام جلال کہ عیسیٰ ابن مریم جب آئیں تو جلال شان کے ساتھ آئیں اور بات بھی عجیب وغریب کی کہ آسمانوں سے اترتا دیکھو، پیدا نہیں ہوا، والدین اس کے یہاں نہیں اور آسمانوں سے اترا اور عجیب شان کے ساتھ اترا اور اس کو اترتے ہوئے سینکڑوں آدمیوں نے دیکھا اور اس میں کمال کی ایک عجیب شان تھی، جب اس طور پر وہ آئے تو اس کو اپنا آپ منوانے کیلئے لوگوں کے سامنے اپیل کرنے کیلئے دلیل پیش کرنے کیلئے کوئی ضرورت پڑ جاتی ہے، تو کیا ہوگا، یہ اللہ تعالیٰ کا جلال ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اب اپنے جلال سے ظاہر ہو رہے ہیں اور جو

علامات ہیں، ظاہر ہو رہی ہیں۔ ان میں جلالی شان ہو گی یا جمالی۔ (جلالی)

## قادیانیوں سے پوچھو:

اب جب یہ بات ہوئی تو میں اب آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں مفروضے کے طور پر، فرض کے طور پر، کہ اگر قرب قیامت میں مسیح ناصری نے نہیں آنا اور کوئی اور شخص ان کی جگہ کھڑا ہو گا، تو وہ مثیل مسیح ہے، تو اس کو شان جمالی چاہئے یا جلالی (جلالی) کیوں؟ عیسیٰ کا وجود، مسیح کا وجود، قیامت کی علامات میں سے ہے، اگر وہ مسیح ناصری نہیں اور تمہارے کہنے پر مانا جائے وہ مسیح مثیل ہے، لیکن شان تو اس کو جلالی چاہئے مسیح ناصری کو جلال سے پیدا ہونا ہے، اب وہ مسیح کیا ہے کہ جو دنیا میں آئے اور انگریزوں کا غلام بن کر رہے۔

ہندوستان میں انگریزی سلطنت ہے اور اسے ان کے ماتحت زندگی بسر کرنی پڑے، جس کی زندگی پر آزاد ملک کا ایک جھونکا بھی ہوا کا نہ آیا ہو، جس نے آزاد ملک میں سانس بھی نہ لیا، ایک لمحہ بھی سانس نہ لے سکا اور وہ ماتحت ہی رہا اس میں کوئی جلالی شان ہو سکتی ہے؟ (نہیں) اور جو جلالی طور پر آئے اس کے لہجے بھی جلالی ہوتے ہیں کہ نہیں؟ (ہوتے ہیں)

مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے جو حال عیسائیوں کا تھا، آج بھی وہی ہے کہ نہیں؟ (ہے) جو یہودیوں کا تھا آج بھی وہی ہے کہ نہیں؟ (ہے) اور جو مسلمانوں کا تھا وہی آج ہے کہ نہیں؟ (ہے) مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے کوئی حیرت انگیز تبدیلی دنیا میں آئی ہو، یہود و نصاریٰ کا اقتدار ختم ہوا ہو، مسلمان عروج پر آئے ہوں، یا مرزا غلام احمد کی وجہ سے کوئی ایسا انقلاب آیا ہو کہ دنیا نے پلٹا کھایا ہو اور معلوم ہوا ہو کہ کوئی جلالی انسان ظاہر ہوا ہے اور اگر دنیا اسی طرح پڑی سوتی ہے جس طرح پہلے تھی۔ کائنات کی رفتار وہی تھی جو اب ہے۔ غریب کا

خون اسی طرح چوسا جا رہا ہے جس طرح پہلے تھا۔ یہود و نصاریٰ اسی طرح دنیا میں دندنا رہے ہیں جس طرح پہلے تھے، تو اب آپ ہی بتائیں کہ ان حالات میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی؟ (نہیں)

اب آپ قرآن کریم کی طرف توجہ کریں کہ قرآن کریم میں اس کا آنا کیا اس کو کسی جلال کے ساتھ ظاہر کرتا ہے اور اس کے آنے کی خبر کس طرح دیتا ہے اور جس کو علامات قیامت کہتے ہیں اور علامات قیامت میں سے کیا ہے، یہ دو تین باتیں آپ کے سمجھنے کی ہیں، بات ان شاء اللہ آگے چل پڑے گی، یہ میں نے تمہید بنائی اور بتائی، آپ کی سمجھ میں آ گئی؟ (جی)

## منبع خیر و شر:

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات اور سمجھو پھر ہم اپنے موضوع کو شروع کریں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کو اس طرح وجود بخشا اور اللہ نے دنیا کا مزاج اس طرح بنایا کہ اس کائنات میں اور اس دنیا میں کچھ مناب خیر ہیں۔ کچھ مناب شر ہیں۔

مناب جمع منبع، تو کچھ مناب خیر ہیں اور کچھ مناب شر ہیں، کچھ ایسے وجود ہیں جن سے شر پھوٹتا ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ جن سے ھدایت پھوٹتی ہے۔ اب میں نام لیتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کو اس طرح وجود بخشا کہ کچھ چیزیں بنائیں، پیدا کیں جو کہ برائی کی جڑ ہیں۔ اور کچھ چیزیں پیدا کیں، جو اچھائی کی جڑ ہیں۔ جن چیزوں کو برائی کی جڑ بنایا ان میں بھی کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو ہے۔ لیکن جو خیر ہیں وہ محض خیر ہیں۔ تو خدا خالق خیر ہے۔ اور شر کا بھی خالق وہی ہے۔

اب غور کرو، میں ایک نام لیتا ہوں منبع شر کا، تو پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟ تو کہنا ہے کہ منبع شر، پھر خیر کا نام لوں گا، تو کہنا ہے منبع خیر،

نمرود منبع شر اور ابراہیم منبع خیر
فرعون منبع شر اور موسیٰ منبع خیر
ابلیس منبع شر اور آدم منبع خیر

اس دنیا میں ادھر آدم آیا اور ادھر ابلیس آیا، تو دنیا آباد ہوئی، منبع خیر اور منبع شر دونوں سے، آدم نے دنیا میں خیر پھیلانے کا عزم کیا اور ابلیس دنیا میں شر پھیلاتا رہا، تو دنیا کیا ہے، ایک کھیل کا میدان، ایک کشتی کا میدان، جس میں خیر اور شر کے لشکر لڑ رہے ہیں۔

## دنیا کیا ہے؟

حقیقت سمجھو کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا ایک جنگ کا میدان ہے جس میں خیر اور شر کے لشکر نبرد آزما ہیں، کچھ خیر بھی تو ہوتے ہیں اور کچھ شر بھی ہوتے ہیں، تو دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں، اب جو جماعت تیار ہو رہی ہے یہ جو فوج تیار ہو رہی ہے۔ یہ منبع خیر کی ہے اور خیر کی قوت اس لیے بنا رہے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف شر کی قوتیں پھیلی ہیں۔ کہ ان کا مقابلہ ہو سکے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

مصطفیٰ کا چراغ یہ منبع خیر کا نام ہے اور شرار بولہبی جو ہے وہ شر کا نام ہے۔ تو خیر اور شر کے لشکر اس میں ٹکرا رہے ہیں، میں نے آپ کو منبع شر بھی بتائے اور منبع خیر بھی بتائے، لیکن ایک بات کہتا ہوں کہ منبع شر سب سے بڑا کون سا ہے؟

نمرود ہے، فرعون ہے، مرزا غلام احمد ہے، ابلیس ہے، شداد ہے، قارون ہے، پرویز ہے، تو شر کا سب سے بڑا منبع کون ہے؟ کتاب وسنت پر غور کرنے سے پتہ چلا کہ شر کا سب سے بڑا منبع جو ہے وہ دجال اکبر ہے، جس کا قیامت سے پہلے ظہور ہوگا، تمام شریروں کا شر ایک طرف، وہ مرتکز ہو جائے گا دجال۔

## فتنہ دجال سے ڈرایا گیا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخاری شریف کی روایت ہے کہ جتنے پیغمبر آئے وہ قوموں کو دجال کے فتنہ سے ڈراتے گئے اور میں بھی تمہیں ڈرا رہا ہوں، انہوں نے صرف ڈرایا لیکن میں اس کی علامات بھی بتاؤں گا، کیوں؟ میری امت نے اس کا سامنا کرنا ہے، تو جب میری امت نے اس کا سامنا کرنا ہے تو میں اس کا نشان بھی بتاؤں گا۔

اور آپ نے یہ بھی بتایا کہ دجال دنیا میں سفر کرے گا، مدینہ منورہ نہیں آسکے گا ......ان الله جعل الملائكة على الرقاب المدينة......اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے، مدینہ کے اطراف پر، وہاں دجال داخل نہیں ہو سکتا اور جب داخل ہو گا......يذوب كما يذوب الملح......تو اس طرح پگھلے گا، جس طرح نمک پگھلتا ہے۔

تو اب مجھے بتاؤ کہ جو شر کے منادے ہیں، جو شر کے مراکز ہیں، ان میں سب سے بڑا مرکز کون سا ہے؟ دجال اکبر۔

اس کے ضمن میں ایک مثال دیتا ہوں، وہ مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص میں بد بختی کی انتہا ہو جائے تو اس کی باطنی بد بختی کے آثار اس کے ظاہر چہرے پر بھی آنے لگتے ہیں۔

جب آپ کسی مرتد کو دیکھیں، ملحد کو دیکھیں، آپ کو یوں معلوم ہوگا کہ چہرے پر ایک لعنت پھیلی ہوئی ہے، لعنت کے سیاہ سائے اس کے چہرے پر محسوس ہوتے ہیں، کب جب خباثت انتہا کو آئے، تو ظاہر میں بھی وہ اپنی جگہ پکڑتی ہے، اس طرح نیکی نے جب کسی کے اندر قرار پکڑا ہو، وہ پھر ظاہر میں اس طرح ہوتی ہے کہ دیکھنے سے بعض اوقات معلوم ہوتا ہے کہ چہرے پر ایک آفتاب ہے، نور ہے، ایک چمک ہے، کہتے ہیں، اس کے چہرے پر نور ہے۔

بعض لوگ رنگت کو نور سمجھتے ہیں۔ایک آدمی یہاں سے گیا انگلینڈ تو وہاں کے لوگوں کا رنگ سفید ہے تو کہنے لگے کہ یہاں ہر چہرے پر نور ہی نور ہے۔

میں نے کہا کہ نور سفید رنگت کا نام نہیں، نور کوئی اور چیز ہے، ذرا ان کے قریب ہو کر دیکھو، جتنا آپ دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، اتنا انگریز ایک دوسرے کے قریب نہیں بیٹھ سکتے، پتہ ہے آپ کو؟ جتنا آپ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں اتنا ہم انگریزوں کے قریب بیٹھیں تو ان سے بو آتی ہے۔ ان کا سفید چمڑا بدبودار ہے، اتنی بدبو آتی ہے، قریب بیٹھنا مشکل ہے، تو اب جب بدبو آئے گی اور چہرے کو ذرا دور سے دیکھیں تو چہرہ خوبصورت ہے اور ذرا قریب ہو کر دیکھیں تو چہرے پر کفر کی لعنت صاف نظر آتی ہے، کفر کی لعنت کے نشان دھبے، داغ اس طرح صاف نظر آئیں گے اور یہاں کالی رنگت کا جو مسلمان ہے اس سے بھی ایمان کا نور کہیں نہ کہیں سے محسوس ہو جائے گا کہ یہ مسلمان ہے اور نہایا دھویا مسلمان ہو اس کے بالکل قریب بھی ہوں تو بو نہیں آئے گی۔

میں نے آپ کو بات کیا بتائی کہ جب کسی کے اندر خباثت اپنی انتہا کو پہنچ جائے، تو اس کے آثار نظر آجاتے ہیں اور جب کسی کا کمال باطنی اور روحانی وہ انتہا کو پہنچے تو بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے آپ نے علماء سے سنا ہوگا، پڑھنے والوں نے پڑھا ہوگا، کہ دجال کے ماتھے پر لکھا ہوگا ......ك اف ر......وہ کہاں سے آ گیا، خباثت اور کفر اندرونی ہے، اندرونی خیانت اور کفر جو تھا وہ اب نمایاں ہو کر اس کے ماتھے پر آ گیا، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ خباثت فرعون سے بھی، نمرود سے بھی، شداد سے بھی، قارون سے بھی، مرزا غلام احمد سے بھی اور پرویز سے بھی، سب سے زیادہ خباثت کس پر آئی؟ (دجال اکبر پر)

## اللہ کا فضل و کرم:

اب یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا کرم اللہ کا فضل اور اللہ کی عنایات سب سے زیادہ کس پر برسیں، (نبی پاک ﷺ پر) اور نبی پاک ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور فضل اس طرح آئے اور اندرونی کمال اور کمال باطنی بعض اوقات یوں ہوتا کہ ام المومنین روایت کرتی ہیں۔

کہ بعض اوقات حضور کلام کر رہے ہوتے تو آپ کا جب منہ کھلتا تو دو دانتوں کے اندر سے ایک سفید نور دوڑتا ہوا ہمیں دکھائی دیتا، اس طرح بعض اوقات آپ کی پیشانی سے نور شعلے مارتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ...... کانھا قطعة قمر...... کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بعض ایسے لمحے بھی آئے کہ میں چاند کو دیکھ کر اور چہرے کو دیکھ کر موازنہ کرتی، وہ یک دم نور کہاں سے آ جاتا؟ وہ اندر کا نور تھا۔

اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا بھی نہیں، تھے صحابی، لیکن حضور کے چہرے پر جمال و جلال کی لہریں یوں دوڑتی

تھیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم آئے تو نظر نیچے، تو شاعر کہتا ہے کہ میں اپنے محبوب کو دیکھنے کے لئے تمنا تو کرتا، میری آنکھیں طلب گار تو ہوتیں۔ لیکن جو میں دیکھتا تو میں اس کے سامنے آنا، جلال میں یہ شان تھیں کہ میری نظر نیچے، تو شاعر کہتا ہے۔

اشتاته فاذا بدا......

میں اس کا مشتاق ہوں، دیکھنے کا شائق ہوں کہ کسی طرح میری آنکھیں دولت ایمان سے منور ہوں......

جب وہ محبوب ظاہر ہو...... افرقته من اجلاله......

تو اس کے اجلال کی شان یہ کہ...... افرقته...... کہ میرا سر نیچا، تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تو میں مدت تک دیکھ ہی نہیں سکا۔ اتنا مجھے یاد ہے کہ جب آپ جا رہے ہوتے تو آپ کے گردن کے پیچھے بدن کی سفید رنگت کو محسوس کرتا، لیکن کس قدر، ہستی کریم جاہ وجلال کا پیکر تھی کہ......

افرقته فاذا بدا

افر تته من اجلاله

تو میری آنکھ ٹھہر نہ سکتی، تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ حضور کے باطنی کمال اتنے ابھر آئے کہ جس طرح دجال کے ماتھے پر...... ک، ا، ف، ر...... لکھی گئی، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر نمایاں ہوگئی وہ ختم نبوت کی مہر اس طرح نمایاں ہوئی ایک نور کا جگمگاتا قطعہ اور نقشہ تھا جس کے اوپر کپڑا تھا۔

## شر کا منبع اکبر:

اب جب ہم نے دونوں پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو شر کے مبادے

ہیں، ان میں سب سے بڑا منبع دجال اکبر ہے اور سب سے بڑا خیر کا منبع حضور ﷺ ہیں۔ اب آخری معرکہ خیر اور شر کا کن کے درمیان میں چاہیے تھا؟ (حضور ﷺ اور دجال اکبر کے درمیان) لیکن اگر اس طرح ہو، تو شر اور خیر کا پہلو ایک طرف رکھیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مثیل کون ہے شر میں؟ (نمرود)، حضرت موسیٰ علیہ السلام خیر کا منبع، لیکن اس کا مثیل شر میں کون ہے؟ (فرعون)، اگر حضور ﷺ خیر کا منبع ہیں تو آپ کا مثیل شر میں اگر دجال ہو تو پھر حضور ﷺ کا مثیل شر میں کوئی نہ کوئی ہو گیا، لیکن آپ اتنے خیر کے منبع ہیں، محض خیر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی منظور نہیں کیا کہ آخری معرکہ ان کا اور دجال کا ہو، تو اللہ کی حکمت کا تقاضہ ہوا کہ پہلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کو بچا کر آسمانوں پر محفوظ رکھ لیا، تاکہ جب آخری وقت میں معرکہ ہو تو حضور خود نہیں، آپ کے پہلے درجے کا پیغمبر جو ہے، وہ حضور ﷺ کی نیابت میں دجال کے ساتھ نبرد آزما ہو اور آخری معرکہ کہ دجال اور عیسیٰ ابن مریم کے درمیان ہو اور آخری فتح خیر کی ہو، یہ اللہ کا آخری پیغمبر جس طرح خیر میں بے مثال اور اس طرح شر میں بے مثال اس کے پائے کا نہیں، اللہ نے اس کو بالکل محفوظ اور علیحدہ رکھا اور کہا کہ شر کے مقابلہ کیلئے ایک پہلا پیغمبر رکھا جائے گا جو آپ کا امتی بن کر آئے گا آپ کی نیابت میں دجال سے مقابلہ ہوگا اور کہے گا کہ اے کم بخت جو آخری منبع خیر ہے وہ تو درکنار میں تو اس کا ماقبل ہوں، میں آتا ہوں تیرے سامنے۔

## منبع خیر کے منادے:

اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح معجزے عطا کیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اسی طرح کے جادو اور استدراج دیئے، دجال مردوں کو زندہ کرے گا اور عیسیٰ بن مریم

بھی مردوں کو زندہ کرتے رہے، دجال کہے گا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں تو میں خدا ہوں، تو عیسیٰ ابن مریم کہیں گے کہ میں بھی مردوں کو زندہ کرتا ہوں مگر میں خدا کا بندہ ہوں، معبود وہی ایک ہے، عبادت کے لائق اور کوئی نہیں، تو جس چیز پر خدا کی علامت بتاتا ہے میں اس کو نبوت کا معجزہ کہتا ہوں۔

اب بتائیے کہ جو خاتم الانبیاء منبع خیر ہیں وہ پیش کئے جائیں دجال کے مقابلہ میں، یا ان کا ماقبل پیش کیا جائے؟ (ماقبل) تو حضور اکرم ﷺ کے ماقبل پیش ہوں گے۔

## فتح عیسیٰ، فتح حضور ﷺ کی:

اب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مقابلہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے اپنے بل بوتے پر کیا یا حضور ﷺ کا دور پا کر؟ (حضور کا دور پا کر) اس لحاظ سے یہ فتح کس کی؟ (حضور ﷺ کی) یہ فتح حضور ﷺ کی، یہ فتح حضور ﷺ کی امت کی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کی جو فتح ہے، یہ عنوانا ہے، حقیقت میں یہ فتح حضور ﷺ کی ہے، اس لئے حکم ہوا اب جب یہ دجال کے مقابلے میں عیسیٰ ابن مریم کامیاب ہوں تو ان کو آخری جگہ کہاں ملے؟ (روضہ رسول میں) کیوں؟ نائب ان کے تھے جس طرح خادم جو ہیں وہ فتح پا کر آقا کے حضور میں حاضری دیتے ہیں کہ آقا تیرے حکم کے مطابق میں کام کر رہا ہوں، تو عیسیٰ ابن مریم کی آخری حاضری روضہ رسول ﷺ میں ہوگی۔

تو اس سے پتہ چلا کہ دجال کے مقابلہ کیلئے پہلے میں سے کسی کو رکھنا یہ مناسب تھا یا نہیں؟ (تھا) اگر پہلے کوئی پیغمبر اس طرح اونچا کر کے بنا کر نہ رکھا جاتا تو پھر مقابلہ کسی طرح پڑتا رسول اللہ ﷺ کا، تو کیا حضور ﷺ کی شان کے لائق

تھا؟ (نہیں) یہ مناسب نہیں تھا، تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ ابن مریم کا وجود اس اعتبار سے ہونا ضروری تھا۔

مرزا بشیر الدین محمود جو غلام احمد کا لڑکا تھا، یہ بڑا جھوم جھوم کر یہ کہا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو کہا کرتا تھا مسلمانو!

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں پر شاہ جہاں ہمارا

کہ نبی ہمارے تو زمین پر دفن اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر، یہ تو بات ٹھیک نہیں۔ میں نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ غیرت کی جا نہیں کہ شان اگر روضہ کی زیادہ نہ ہوتی تو وہ آسمانوں والا یہیں آتا؟ تو ہمارے لئے تو یہ عزت ہے۔

عزت کی جا ہے عیسیٰ اس سرزمیں پر اترے
مدفون ہے جہاں پہ شاہ جہاں ہمارا

تو ہم نے اس کا شعر اس کو لٹا کر سنایا۔

## ایک عیسائی پادری سے مباحثہ:

ایک جگہ ان کا ایک پادری تھا جو ہمارے طالب علموں کو بہت تنگ کیا کرتا، اور تقریر کرتا خفیہ، جب وہ خفیہ تقریر کرتا، تو وہ مجھے کہتے کہ پادری بار بار کہتا ہے عیسیٰ ابن مریم اوپر اور نبی نیچے۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ آسمان پر

تو سنا سنا کر اس نے مجھے تنگ کر دیا میں نے کہا، میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں تم اس کے مطابق چلو، اب تم کہنا کہ ہم تو طالب ہیں، ہمارے پاس تو

اتنا ٹائم نہیں کہ ہم تیری بات سمجھ سکیں، تو تم گھر آنا۔ خیر ایسا ہوا، وہ گھر آیا، جب وہ پادری اور مولوی گھر آیا تو اس نے دروازہ کھولا تو اس کو نیچے بیٹھک میں نہیں بٹھایا اس کو اوپر سیڑھیوں پر لے گیا، کہا کہ اوپر آجائیں یہ بوڑھا آدمی تھا، مشکل سے چند سیڑھیاں عبور کیں، تو جب آیا تو خیال تھا کہ میں یہاں بیٹھوں گا، کہنے لگا کہ نہیں جناب یہاں نہیں ابھی اوپر، وہ اور اوپر گیا، پھر بھی اس کو نہیں بٹھایا، پھر کہا ابھی اور اوپر، تو تیسری منزل کے اوپر لے گیا اور کہا کہ یہاں بیٹھو۔

تو تیسری منزل میں پرانے دور میں بیت الخلاء ہوتا تھا، تو اس کے قریب جا کر بٹھا دیا اور کہنے لگا کہ یہاں بیٹھنے کی جگہ ہے یہ کہنے لگا کہ ہمارے بچے یہاں روز بیٹھتے ہیں، تو کہنے لگا کہ یہ کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے، اس نے کہا کہ آپ ہیں معزز مہمان اور جو شان اوپر ہے وہ نیچے تو نہیں، میں نے بیٹھک میں اس لئے نہیں بٹھایا، اور اوپر لایا ہوں، آپ کہا کرتے ہیں کہ جو اوپر شان ہے وہ نیچے نہیں ہے شان اوپر ہی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ نہیں بھائی تم نے میری بات غلط سمجھی، میں نے یہ کہا وہ کہا، جو نیچے شان ہے، وہ نیچے ہی ہے۔

اب دوسری منزل تھی اس کو اتارا، ایک منزل نیچے، جب ایک منزل اتارا، تو مہمان تھا، تو مہمان کو مہمان نوازی کے لئے کچھ کھانے پینے کا سامان بھی چاہیے۔

اب اس کا بھائی لے آیا دو آم، ایک آم اتنا، اور ایک آم ذرا چھوٹا اور دونوں تھے بڑے بڑے، اور کہا کہ کھائیں، یہ بات شان کی بات ہے، اب دو آم آ گئے، ایک بڑا اور ایک چھوٹا جب اس نے آموں کو دیکھا تو پانی آ گیا، اس نے

کہا کہ اب یہ آم کھائیں گے، تو ایک ٹکڑا کھالیں گے، اتنا بڑا آم تو ادھر ہی رہ جائے گا تو یہ نذر تو میرے نام چڑھی ہے اور کھائی دوسروں نے، تو اتنے میں اس کا بھائی بولا، کہنے لگا، کہ ضروری نہیں کہ یہاں کھائیں ایک آم بھائی جان آپ کا، ایک ان کا، لیکن یہ گھر جا کر بچوں میں کھائیں، اب اس کی جان میں جان آئی کہ گھر لے جاؤں گا، اب کون سا بھائی لے اور کون دوسرا لے؟ تو چھوٹا بھائی ایک ترازو لے آیا اس نے ایک ترازو میں رکھا آم بڑا ایک میں رکھا چھوٹا۔

اور کہا اس کو جناب اوپر کا بڑا ہے، آپ اٹھالیں جو اوپر والے کی شان ہے وہ نیچے والے کی نہیں، جو اوپر کا بڑا ہے وہ آپ اٹھائیں، تو اس نے کہا کہ بھائی میں تو توبہ کر چکا کہ میری بات جھوٹ تھی، اس نے کہا کہ نہیں جو اوپر والے کی شان ہے وہ اوپر والے کی ہے، اس نے جو اوپر والا اٹھایا اب وہ بہت شرمندہ، اب کہنے لگا میں آپ کو جانے تب دوں گا اگر ایک موقع اور بتا جاؤ، کہ تم نے دریا میں بلبلوں کو کہاں دیکھا اور موتیوں کو کہاں دیکھا؟

دریا اور سمندر میں موتی کہاں ہوتے ہیں اور بلبلے کہاں ہوتے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ بلبلے تو اوپر ہوتے ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں نہیں جو اوپر کی شان ہے وہ نیچے کی کہاں؟

وہ بھاگ کر گیا، کہنے لگا کہ آئندہ میں یہاں تقریر نہیں کروں گا، تو جو انہوں نے کلیہ بنایا ہوا تھا کہ جو اوپر والے کی شان ہے وہ نیچے والے کی کہاں؟

یہ میں نے اس کو سبق پڑھایا تھا، اس کے مطابق انہوں نے ڈرامہ کیا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں:

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچا کر جو آسمانوں پر رکھ لیا تو ان کا آسمانوں پر جانا یہ کیسے؟

بھائی آپ نے ایک بات عام طور پر سنی ہوگی۔ کہ کلمہ کیا ہے؟ کلمہ شریف کیا ہے؟ ...... لا اله الا الله محمد رسول الله......تو کلمے کا وزن ہوتا ہے؟ کلمے کا وزن نہیں ہوتا، تو بھاری چیز زمین کی طرف آتی ہے یا جس کا وزن ہو بھاری چیز کا،

اب یہ ایک چیز میرے ہاتھ میں ہے، اس کا وزن ہے، اس کو اگر میں چھوڑوں تو یہ اوپر جائے گی یا نیچے؟ (نیچے) وزنی چیز نیچے آتی ہے۔

اب آپ ذرا غور کریں کہ عیسیٰ ابن مریم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے کہہ دیا اے مریم...... ان الله يبشرك بكلمة منه......فرشتے نے کہا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے بشارت دیتے ہیں ...... بكلمة منه ......اپنی طرف سے کلمے کی ...... اسمه المسيح ......عیسیٰ ابن مریم ......تو اس کا نام ہوگا مسیح، بیٹا مریم کا، تو اس کو بندہ نہیں کہا، انسان نہیں کہا......ان الله يبشرك بكلمة منه اسمه المسيح عيسى ابن مريم ...... و جيها فى الدنيا والاخرة و من المقربين و يكلم الناس فى المهد و كهلا و من الصالحين......

اب جو بشارت دی گئی تو کیا بتایا گیا کہ...... كلمة......تو معلوم ہوا کہ یہ جو بیٹا ہوگا وہ مریم کا بیٹا ہوگا، اس کی صفت کیا ہوگی؟...... كلمة ...... ہوگا، اللہ کا بندہ ...... انى عبد الله اتانى الكتاب و جعلنى نبيا و جعلنى مبٰركا اين ما كنت و اوصانى بالصلوٰة و الزكوٰة مادمت حيا و برا بو الدتى و لم يجعلنى جبارا شقيا ......لیکن اس کی صفت کیا ہوگی؟ (كلمة) ......ان الله يبشرك بكلمة منه ......اور کلمے کی شان کیا بیان فرمائی ...... طیب کلمے اوپر چڑھتے ہیں۔

## کلمہ کی فطرت:

اب آپ کے جو نیک اعمال ہیں وہ کدھر جاتے ہیں؟ (اوپر) تو کلمہ کی

فطرت یہ بیان کی گئی کہ کلمہ کی فطرت یہ ہے کہ اوپر چڑھے۔

اب جب کلمہ کی فطرت ہے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اگر آسمان پر نہ جاتے، تو یہ ہوتا خلاف فطرت اور اگر آسمان پر گئے ہیں، تو ہے فطرت، کیونکہ جب ان کو کلمہ کہہ دیا گیا، تو کلمہ کی فطرت ہے اوپر چڑھنا، تو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ جاتے پھر کلمہ مین کلام ہوتا کہ کلمہ کے معنی کیا ہیں، اور اگر گئے تو کلمہ ظاہری معنی میں ہے۔

تو مریم کو جو بشارت دی گئی فطرت کی...... ان اللہ یبشرك بكلمة منه ...... کہ کلمہ ہے کس کی طرف سے؟ (خدا کی طرف سے) اب آپ یاد رکھیں کہ حضرت مریم کو خبر کس نے دی؟ (فرشتوں نے) اللہ کی طرف سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر لانے والے جبرائیل علیہ السلام اور پیدا کس کے ہاں ہوا، حضرت مریم کے، جنم کس نے بخشا، (مریم نے) تو عیسیٰ علیہ السلام کو جنم ملا مریم سے، اور خبر ملی فرشتے سے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق دونوں جگہ قائم ہوا، جس طرح کوئی بچہ پیدا ہو، ایک ددھیال سے رشتہ ہوتا ہے، ایک ننھیال سے، وہ رہے اپنی جگہ ہی لیکن کبھی کبھی سفر کرتا ہے جہاں سے بشارت آئی تھی، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کچھ وقت کے لئے ددھیال ٹھہرنا ہوا، جہاں سے بشارت جبرائیل علیہ السلام لائے تھے، تو ان کا باپ نہیں، لیکن باپ کی جگہ سرپرست جبرائیل امین علیہ السلام، تو اپنے سرپرست کے ہاں جا کر ٹھہرنا اور کچھ عرصہ قیام کرنا ان کے لئے بالکل مناسب تھا۔

اب یہ بچہ ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا تھا، حضرت مریم علیہا السلام کے، تو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں جب انہوں نے پرورش پائی تو یہ اس طرح نہیں بڑھے، جس طرح ہمارے ہاں بچے پلتے ہیں، بلکہ جلدی جلدی، آپ نے مریم کے بارہ میں سنا ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام جب بیت المقدس میں گئیں تو وہ ایک

دن میں اتنا بڑھتی تھیں۔ جتنا ایک مہینے میں یا سال میں،

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ...... فتقبلها ربها بقبول حسن و انبتها نباتا حسنا...... کہ اللہ تعالیٰ نے بڑھایا مریم کو...... انبتها نباتا حسنا و کفلها زکریا ...... کلما دخل علیها زکریا المحراب و جد عند ها رزقا...... کیا شان اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تو ...... انبتها نباتا حسنا...... تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ماں کے پیٹ میں جلدی جلدی بڑھے، اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی پیدائش کی بھی ایک نرالی شان ہے، میں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت بتلا رہی ہے کہ ...... کلمة ...... بغیر باپ کے آئے جبرائیل علیہ السلام تو کچھ وقت اپنے سرپرست کے پاس چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مریم، یہ بچہ جو ہوگا ......و رسولا الی بنی اسرائیل...... یہ رسول ہوگا کس کی طرف؟ (بنی اسرائیل کی طرف)

لیکن اس سے پہلے ایک بات کہی، فرمایا...... و یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة والانجیل...... ورسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم فاتقوا الله و اطیعون ...... ان الله ربی وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم......اس قسم کے مضامین سامنے آئے ہیں۔

## کتاب وحکمت سے مراد کیا ہے؟

اب فرمایا...... و یعلمه ...... اللہ اس کو سکھائے گا؟ کیا سکھائے گا ...... الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل...... تو کتاب وحکمت کسے کہتے ہیں؟ قرآن کی اصطلاح میں کتاب وحکمت کہتے ہیں قرآن اور حدیث کو، تو قرآن اور حدیث سکھائے گا اللہ اس بچے کو، اب کتاب سے مراد کیا ہے؟ تورات اور انجیل

نہیں ہوسکتی، کیونکہ فرمایا...... و یعلمه الکتاب والحمکة و التوراة والانجیل......
سکھائے گا ان کو کتاب ،اب ہم کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دور
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پانا تو قرآن اور سنت سیکھنے سکھانے کا کوئی فائدہ ہے؟ اور کسی پیغمبر
کو اللہ نے قرآن کیوں نہیں سکھایا، اور کسی پیغمبر کو کیوں نہیں بتائی؟ انہوں نے ان
کا دور نہیں پانا، اور عیسیٰ ابن مریم نے دور پانا ہے اس لئے ان کو ماخذ علم دیئے
گئے...... و یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة والانجیل ...... لیکن رسولوں میں
...... و رسولا الی بنی اسرائیل...... حیات مسیح کا مسئلہ سمجھنے کے لئے بنیاد تو مل گئی
ہے؟ (جی) آگے جب ہم قرآن و حدیث سے استدلال کریں گے، یہ باتیں
ساری تمہید ہیں، استدلال اس سے نہیں،

فرمایا...... و یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل...... اللہ
تعالیٰ سکھائے گا، کیا سکھائے گا؟ قرآن وحدیث اور توراة اور انجیل، اس سے پتہ
چلا کہ اس بچے نے دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پانا ہے۔

## منکرین نزول مسیح کا استدلال اور جواب:

ہاں وہ جو لوگ سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب اوپر
گئے، تو اوپر گئے کیسے؟ تو راستے میں ایک ٹکڑا ہے جہاں آگ ہی آگ ہے، تو
آگ کو انہوں نے کیسے عبور کیا ہوگا؟ سوال ہوتا ہے؟

تو اس کا جواب دو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے گئے ہوں گے؟ جیسے حضرت
آدم علیہ السلام آئے ہوں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام گئے ہوں گے تو اگر حضرت آدم علیہ السلام
اس کرے کو پار کر کے آسکتے ہیں تو عیسیٰ بن مریم جا نہیں سکتے؟ (جا سکتے ہیں)

اس وقت کوئی سوال کرے کہ کیا عیسیٰ آدم کی طرح ہیں؟ تو آیت پڑھ
دو...... ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم ...... تو اگر آدم آ سکتے ہیں تو عیسیٰ جا

بھی سکتے ہیں۔

## ایک اور استدلال اور اس کا جواب:

اب کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں رہتے ہوں گے تو وہاں کھاتے کیا ہوں گے؟ تو آدم بھی تو اس جسد عنصری کے ساتھ رہتے تھے، یہی بدن تھا دنیا والا، اسی کے ساتھ رہتے تھے، تو جو وہ کھاتے تھے، یہ کھاتے ہوں گے، آدم جنات میں سے تھے؟ (نہیں) یہ بھی انسان تھے، کیا آسمان پر ان کو جنت کا کھانا نہیں مل سکتا؟ (مل سکتا ہے)

قادیانیوں نے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیشاب کہاں کرتے ہوں گے؟

ہم نے جواب دیا کہ غلام احمد قادیانی کے منہ میں، اور کہا کہ یہ کیسے؟ ہم نے کہا کہ یہ بھی ثابت کریں گے اس پر بھی مباحثہ رکھ لو، ثابت کرنا ہمارا کام۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام رہتے وہاں ہیں، تو خوراک ان کی کون سی ہے؟ (جنت والی) اور جو جنت والی خوراک ہے۔ اس میں سے تو پیشاب کا تقاضہ نہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے جب تک شجرۂ ممنوعہ نہیں کھایا، دوسرے پھل کھاتے رہے تو ان کو پیشاب وغیرہ کی ضرورت ہوئی؟ (نہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے وقت جب لمبا دن ہوگا تو لوگ کھائیں گے کیسے؟ تو فرمایا...... يجزيهم ما يجز اهل اسمآء...... ان کو وہی خوراک کافی ہو گی جو اہل سمآء کی ہے، وہ خوراک کیا ہے...... من التسبيح والتقديس......

یہ بات ادھر ہی چھوڑتا ہوں، اس میں ایک بات آ گئی قصہ آدم، کہ آدم آئے کیسے؟ آپ نے جو عیسائیت کا نصاب پڑھا ہے، اس میں آدم کا قصہ پورا پڑھا ہے، اس پر بعد میں بات کریں گے۔

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین الاصطفی

اما بعد۔

## علم اور شیعہ سنی:

علم کے باب میں شیعہ اور سنی میں اصولی فرق کیا ہے؟ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ علم کے بارہ میں شیعہ اور سنی میں اصولی فرق کیا ہے؟

اس کا جواب یہ کہ اہل سنت کے ہاں علم جتنا شہرت پر ہوگا، علم جتنا مشہور ہوگا علم جتنا پھیلاؤ میں ہوگا، اس کے مطابق اس میں اتنا یقین اور تقویت آئے گی۔ اور علم اگر اخبار الحاد میں ہوگا اور جتنا معرض صفا میں ہوگا، اس میں زینت آئے گی۔ اور جتنا مشہور ہوگا اتنا اس میں تقویت آئے گی۔

اور اصول حدیث کی کتابوں میں خبر واحد میں اور خبر مشہور میں یہی فرق کیا گیا ہے؟ کہ خبر مشہور وہ ہے کہ جس کو شہرت ہو جائے، تو جتنی شہرت حاصل ہو وہ عام خبر واحد سے تو قوی ہو جاتی ہے۔ گو وہ تواتر کے درجے تک نہ پہنچے، لیکن وہ قوی ہو جائے گی۔ اگر تواتر تک پہنچے تو اس کا معنی یہ کہ اس کے نقل کرنے والے اتنے ہیں کہ ان کا غلط بات پر جمع ہونا محال ہو۔

تو اہل سنت کے ہاں علم زیادہ کارآمد تب ہوتا ہے جب اس کی زیادہ شہرت ہو، زیادہ روایت ہو، زیادہ پھیلایا جائے۔

اور شیعہ کے ہاں جب کہا جاتا ہے ...... انکم علی دین من کتمه اعزه الله و من اذاعه اذله الله ...... تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا اور جو کوئی اس کو شائع اور ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و رسوا کرے گا، (اصول کافی ص ۴۸۵ طبع لکھنؤ) تو ان کے نزدیک علم کا

معیار کتمان ہے یا بیان؟ (کتمان) تو ان کے ہاں علم اتنا پختہ ہے، جتنا اس میں کتمان ہو، تو ان کے نزدیک وہ معیار تو نہیں ہو سکتا، جب خبر متواتر ہو، اور مشہور ہو تو وہ علم یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ یہ تو وہ نہیں کہتے۔

دنیا کے کسی اور طبقے کے ساتھ اس مسئلے میں ہمارا اختلاف نہیں، یہود و نصاریٰ سب مانتے ہیں کہ بات جتنی مشہور ہو، جتنی زیادہ نقل کرنے والے ہوں، جتنا اس کو پھیلا ہوا دیکھو اس کے مطابق اس میں یقین آتا ہے اور اس میں تقویت آتی ہے۔

## شیعہ کے نزدیک علم کا کمال:

تو شیعہ کہتے ہیں کہ علم کا کمال کتمان میں ہے بیان میں نہیں، تو جب بیان میں نہیں تو ان کی زکند الٹی لگی...... جب الٹی لگی تو وہ کسی مقام پر بھی تواتر کا سہارا لے کر اس کی تقویت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ (نہیں) جب ان کے ساتھ کبھی اس بات میں مناظرہ ہوتا ہے کہ۔

قرآن پاک موجودہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے پیش کیا یا اُس میں تبدیلی ہوئی؟ ان کے حوالے ایسے ہیں قرآن میں تبدیلی ہوئی، ہم میدان مناظرہ میں پیش کرتے ہیں، تو ان کے مناظر بعض اوقات کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ روائتیں ہیں، یہ خبر واحد ہیں، اور قرآن ہم تک پہنچتا ہے خبر یقین سے، خبر تواتر سے، تو جس طرح خبر واحد خبر متواتر کو کینسل نہیں کر سکتی، تو اس طرح یہ روائتیں جو ہیں ہمارے ایمان بالقرآن میں وارد نہیں، ان کا اختلاف سمجھے،

## علم کا کمال کس میں ہے:

اس کا جواب یہ کہ آپ نے تو فرق کیا یہ ان لوگوں کے ہاں تو ہے کہ جن

کے ہاں علم کا کمال کتمان میں نہیں، بیان میں ہے، اور جن کے ہاں علم کا کمال کتمان میں ہو، بیان میں نہیں، وہ بھی رسول کا سہارا نہیں لے سکتے، کیونکہ خبر واحد خبر متواتر سے ممتاز ہوئی، کثرت بیان میں ہوئی، کثرت نقل میں ہوئی، کثرت روایت میں ہوئی، تو جن کا کثرت بیان، کثرت نقل، کثرت بیان جو ہے وہ فضیلت کا موجب ہی نہیں، فضیلت کا سبب ہی نہیں، تو وہ رسول کا سہارا نہیں لے سکتے۔

تو شیعہ نے اپنے مقام پر بات کہی بہت بڑی، لیکن یہ جو جواب میں نے آپ کو بتایا یہ بڑی قیمتی چیز ہے اس لئے میں نے پوچھا تھا۔

ان کا استدلال ہے اس بات سے کہ میں نے اپنے نبی کو گواہ بنا کر بھیجا ہے، تو گواہ کا معنی کرتے ہیں حاضر و ناظر، تو جوابی طور پر آپ یہ کریں کہ گواہ کا لفظ صرف حضور ﷺ کے لئے نہیں آیا، بلکہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے بھی آیا اور کہا کہ تم سب گواہ ہو، تو کیا صحابہ رضی اللہ عنہم سارے حاضر و ناظر ہیں؟ ظاہر ہے کہ کوئی ان کے بارہ میں دعویٰ نہیں کرے گا۔ تو یہ یاد رکھیں کہ فوری طور پر اس کا جواب نہیں دینا ہے اور دوسرا جواب، جو پہلے دیا ہے اذان کے موقع پر۔

تیسری بات یہ کہ جب نبی پاک ﷺ کے بارہ میں سارے علماء محدثین آخر میں یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حاضر ناظر بالعلم ہیں، حاضر ناظر بالذات بھی نہیں، حاضر ناظر بالروح بھی نہیں، بلکہ بالعلم ہیں۔ جب تم نے آخر میں یہ کہنا ہے کہ حاضر ناظر بالعلم ہیں، تو پھر کیا بالعلم گواہی اسلام میں نہیں دی جاسکتی؟ (دی جاسکتی ہے)

مثلاً ہمیں علم ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ میں نے دیکھا نہیں، رسول پاک کو دیکھا نہیں، ہم اپنے علم کی بناء پر بھی گواہی دے سکتے ہیں،

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی کیا ہیں؟

اب آپ یہ یاد رکھیں کہ نبی کے معنی کیا ہیں؟

علماءِ عربیت کی اصطلاح کے مطابق نبی کا مصداق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق خدا کو پہچانے والا اور ان کو خدائی خبریں سنانے والا اور نبی کا مجرد مادہ نباءؐ ہے جس کے معنی خبر دینا اور ظہور کے پاس، کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر مخلوق کو خبر بھی دیتا ہے اور دلائل و معجزات کے اعتبار سے ان کو نبوت ظاہر بھی ہوتی ہے اور اس کا مجرد مادہ نبأۃ بھی بیان کیا گیا ہے جس کے معنی الصوت الخفی کے ہیں، چونکہ وحی لانے والا فرشتہ ان سے آہستہ گفتگو کرتا ہے اور وہ بھی اس سے مخفی طریقہ پر محو گفتگو ہوتے ہیں اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے اور نبی کے معنی راستہ کے بھی ہیں نبی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ وصول الی اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہوئے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب چونکہ آپ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے النبی کا ترجمہ غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے۔ نبی کا معی غیب کی خبریں بتانے والے کے بھی ہیں، مگر اردو میں اس کا ترجمہ پیغمبر کیا جاتا ہے یا پھر ''نبی'' ہی ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں اور پیش گوئیاں فرمائی ہیں لہٰذا نبی کا ترجمہ غیب کی خبریں دینے والے کرنے سے ذاتِ رسالت مآب کیلئے ''علم غیب'' کے عقیدے کو قوت ملتی ہے جس کی قرآن تائید نہیں کرتا۔

## کنز الایمان کے بارہ میں چند باتیں:

احمد رضا خان کے ترجمہ کے بارہ میں چونکہ بات چل پڑی ہے تو ترجمہ

کے بارہ میں کم ازکم ایک دو باتیں یاد رکھیں مثلاً اس آیت کا ترجمہ کرو......
فسيكفيكهم الله ......ف......کا معنی، پس......فس......عنقریب...... یکفیکھم
الله ...... اللہ کافی ہوگا تجھ کو، ان کے مقابلہ پر یعنی مشرکین جو تجھے اذیت دے
رہے ہیں، ان کے مقابلہ میں اللہ تجھے کافی ہوگا...... فسيكفيكهم الله ...... یہ
ترجمہ سمجھ میں آ گیا؟ (جی) کیا ترجمہ ہے؟ کافی ہوا اللہ ان کے خلاف۔

اور احمد رضا خان نے جو ترجمہ کیا ہے۔اس کا حاصل ہے کہ اللہ ان کو کافی ہوگا تیرے بارہ میں، تو اس قسم کی غلطی ترجمہ کی پکڑی ہو تو پھر دیوبندی نزاع پیدا نہیں ہوتا، جب آپ مجمع میں یہ غلطی نکالیں تو کوئی کہے گا کہ یہ اپنے اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں؟ (نہیں)

لیکن اگر وہ آیتیں نکالیں کہ جن میں بشریت، علم غیب، حاضر ناظر یا مختار کل کے مسائل ہوں، تو پھر دوسرا پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ وہ تو اسلامی باتیں ہیں۔ تو اس لئے ترجمہ کی غلطی پکڑتے ہوئے وہ غلطی پکڑیں کہ جو اختلاف سے بالا ہو
...... فسيكفيكهم الله و هو السميع العليم ......سمجھ میں آ گیا؟ (جی)

اب دوسرا ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نبی پاک کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ...... ماو دعك ربك و ماقلى ...... تیرے پروردگار نے تجھے نظر انداز نہیں کیا...... وما قلى......اور نہ ناراض ہوا۔

اس کا ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے...... وما ودعك ربك وما قلى...... اور نہ اللہ تجھ سے ناخوش ہوا...... وما...... کا معنی نہ خوش، اور یہ ترجمہ بالکل مناسب ہے۔

مولوی احمد رضا خان نے ترجمہ کیا ہے اور نہ اس نے تجھے مکروہ جانا، اس میں گو نفی موجود ہے، لیکن ایسا نا مناسب لفظ ہے کہ جو نبی پاک کے لئے استعمال

نہیں ہونا چاہیے۔

مثلاً یہ دوست بیٹھے ہیں، ان کا تعارف میں آپ کے سامنے یوں کراؤں کیا نام ہے تمہارا؟ محمد عبد اللہ، یہ محمد عبد اللہ بدمعاش نہیں ہے، اب میں نے اس کی تعریف کی یا برائی کی؟ حالانکہ میں نے نہیں کا لفظ بولا ہے کہ یہ بد معاش نہیں ہے، تو جب بھی کہا کہ نہیں ہے تو یہ بات کہنا کہ بدمعاش نہ ہونا اچھی بات ہے یا بری؟ بات تو اچھی ہے یہ...... تاکید الزمّ بما لیسوا المدح...... یہ اس کی برائی ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس مسجد کے ماحول کے آدمی کے لئے دینی ماحول کے آدمی کے لئے یہ تعریف تو ہوسکتی ہے کہ یہ عالم نہیں ہے، یہ قاری نہیں ہے، حافظ ہے۔ یہ مذمت نہیں ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ یہ بدمعاش نہیں ہے، تو یہ لفظ ہی ہمارے حلقے کا نہیں، اس لئے اس لفظ میں بھی ایسی بات نہ کرو۔

تو اگر اس کو کہنا کہ یہ بدمعاش نہیں ہے، یہ جائز اور مناسب ہے؟ (نہیں) تو نبی کے بارہ میں یہ کہنا کہ مکروہ نہیں، تو مکروہ کے مقابلہ میں لفظ کیا ہے؟ محبوب، تو نبی پاک ﷺ کے لئے آپ دن رات یہ لفظ سنتے ہیں کہ نہیں؟ (سنتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا، محبوب حقیقی، محبوب برحق، سنا ہے کہ نہیں؟ (سنا ہے) تو محبوب کا لفظ نبی پاک کے لئے آتا ہے۔

پھر اس کے مقابلے میں ہے مکروہ، اور تجھے مکروہ نہیں جانا، تو یہ ترجمہ کیا احمد رضا خان نے، تو یہ بے ادبی کا ترجمہ ہے کہ نہیں؟ (ہے) کتنے ترجمے ہو گئے آپ کے سامنے؟ (دو) اب یہ دو ترجمے اچھی طرح یاد رکھیں۔

اب ترجمہ ہے بے وقوفی والا، کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے یا مخالف؟ (مخالف) انہوں نے جب کہا...... انا قتلنا المسیح...... ہم نے

مسیح بیٹے مریم کو قتل کیا، تو انہوں نے از راہ نفرت کیا یا از راہ محبت کیا؟ (از راہ نفرت) کیوں کہ وہ دشمن ہیں، اب انہوں نے کہا...... انا قتلنا...... ہم نے قتل کیا، تو یہ کلمہ نفرت کے طور پر، اس سے ترجمہ کیا ہوگا، ہم نے قتل کیا...... و بکفرھم و قولھم علی مریم ...... اب یہودیوں نے کہا کہ ہم نے مسیح کو شہید کر دیا۔

اب آپ خود ہی بتائیں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو شہید کیا؟ (نہیں)

اب ایک مولوی صاحب یہاں تھے، میں نام نہیں لیتا۔ انگلینڈ گئے بھٹو زندہ تھے تو انہوں نے اس کے خلاف جلسہ کیا اور کہا کہ ہم پر بڑے ظلم ہو رہے ہیں، ہمارے بہت سے بچے یتیم ہو گئے اور بہت سے ساتھی شہید ہو گئے تو گورنمنٹ نے اتنا ظلم کیا، اب دعا کریں کہ یا اللہ جنہوں نے ہم پر ظلم کیا، ان پر اپنا قہر نازل کر، یہ دعا کرنا تھی، اب وہ دعا کرتے ہیں، یا اللہ انہوں نے ہمارے آدمیوں کو شہید کیا یا اللہ تو پیپلز پارٹی کو بھی شہید کر، پیپلز پارٹی کے بھی آدمی شہید کر، انہوں نے ہمارے بچوں کو یتیم کیا، ان کے بچے یتیم ہوں، یہ بات ٹھیک تھی لیکن یا اللہ انہوں نے ہمارے آدمی شہید کیے، ان کے بھی کم از کم اتنے آدمی شہید ہوں ان کی بات سمجھے، مجمع عام میں کہتے ہیں یا اللہ ان کے آدمیوں کو شہید کر،

تو میں کہتا ہوں کہ یہودی کیوں کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو شہید کیا؟ (از راہ نفرت) ایک بات اور اب کتنے ترجمے ہو گئے؟ (تین)

## کنز الایمان پر پابندی کیوں؟

اور دو ترجمے اور یاد کر لیں کہ کوئی پوچھے کہ آپ اس کے ترجمے کو ناپسند کیوں کرتے ہیں، کہیں کہ یہ ترجمے حنفی مذہب کے خلاف ہے اور اس کی چھوٹی سی

مثال عرض کرتا ہوں۔

حج کتنی قسم کا ہے؟ (تین قسم کا) حج افراد، حج تمتع، حج قران، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمتع یا قران کرے، یعنی دونوں چیزیں پائیں تو وہ بھی اور یہ بھی، تو اس کو چاہیے کہ وہ قربانی دے، تو جب وہ قربانی دے، تو یہ ہوگا...... دم شکر عند ا بی حنیفه ......اور...... دم جبر عند الشافعی ...... یہ ایک اور بحث ہے، لیکن یہ مسئلہ تو معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی حج اور عمرہ دونوں کو ملائے تو اس کے ذمہ قربانی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم...... کہ وہ قربانی کریں اور جس کے پاس قربانی کے پیسے نہ ہوں، وہ دس روزے رکھے، تین روزے رکھے، حج کے دنوں میں، اور سات...... اذا رجعتم ...... اور...... اذا رجعتم ...... کا معنی کیا ہے؟

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں، کہ...... اذا رجعتم ...... اذا فرغتم الی الحج ...... کہ تم حج سے فارغ ہو جاؤ، تو اب لوٹنے کا یہ معنی کر رہے ہیں کہ گھر لوٹو یہ ضروری نہیں، حتیٰ کہ تم سفر میں بھی ہو تو روزے سات رکھ سکتے ہو، اور مکہ میں بھی ہو تو سات روزے رکھ سکتے ہو...... سبعة اذا رجعتم ...... کا معنی کیا لکھا ہے...... اذا فرغتم الی الحج ......

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیا کہتے ہیں؟...... اذا رجعتم الی بیوتکم ......

اور احمد رضا خان نے کیا ترجمہ کیا ہے؟ کہ جب تم اپنے گھروں کو لوٹو، انہوں نے کیا کہا؟ کہ جب تم گھروں کو لوٹو، تو اس کا ترجمہ اب حنفیوں کے مطابق ہے یا شافعیوں کے مطابق؟ (شافعیوں کے مطابق)

تو کہو کہ یہ ترجمہ اس لئے ٹھیک نہیں، کہ اس میں حنفی مذہب کی مخالفت ہے۔

اور اب لغو کے معنی ہوتے ہیں، لغو قسم یہ ہوتی ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کوئی شخص قسم کھاتا ہے سچی، بالکل دیانت داری سے، کسی بات کو سچ سمجھتے ہوئے قسم کھاتا ہے، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ واقعات کے مطابق نہیں بلکہ خلاف ہے، لیکن اس کی تو نیت یہ تھی کہ بات ٹھیک ہے، تو اب ایسے کسی نے قسم کھالی کہ خود اپنے مطابق قسم تو سچی کھائی، لیکن نکلا وہ غلط، تو اس پر اللہ پکڑے گا؟ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان...... وہ پکڑے گا تمہیں اس پر جس پر تم نے ارادہ کیا اب بتائیں، کہ قسم لغو کے معنی امام ابو حنیفہ کے کیا ہیں؟ وہ قسم جو ارادۃً کھائی جائے، مگر نکلے بعد میں واقعہ کے خلاف، اس پر اللہ پکڑے گا۔

اور شافعیہ کے ہاں یہ ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر قسم خدا کی، قسم خدا کی، قسم خدا کی، بغیر ارادے کے منہ پر قسم آجائے، تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ پکڑے گا نہیں، یہ لغو کے معنی کس کے ہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

ہمارے جتنے بھی ترجمے ہیں، انہوں نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر لغو قسم پر نہیں پکڑے گا بس، تاکہ آگے لغو کی تشریح ہوتی رہے۔

احمد رضا خان نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان قسموں پر نہیں پکڑے گا جو بلا اختیار تمہاری زبان پر آئے، یہ تو شافعیہ کا معنی ہے۔

## ترجمہ کنز الایمان اور پانچ باتیں:

اب میں نے آپ کو ترجمے کی کتنی مثالیں دیں؟ (پانچ) غلط ترجمے کے لئے......فسیکفیکھم اللہ...... اور دوسرا بے ادبی کا ترجمہ اس کے لئے ......

ماودعك ربك وما قلى...... اور ان کا قابل مذاق ترجمہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو شہید کردیا، اور مسلک حنفی کے خلاف ترجمہ...... لا یؤاخذ کم الله باللغو فی ایمانکم ......و سبعة اذا رجعتم......اگر یہ پانچ زبانی یاد ہوں، تو آپ ان کو کہیں بھی پکڑ سکتے ہیں یہ پانچ چیزیں کون کون سی ہیں ان کو دہرالو،

مولوی احمد رضا خان کے ترجمے میں یہ پانچ آیتیں، خاص طور پر قابل غور ہیں پہلی وہ جہاں انہوں نے ترجمہ ہی غلط کیا ہے...... فسیکفیکهم الله و هوا لسمیع العلیم ...... ایک ، اور دوسرا ترجمہ غلط کیا ہے...... قل انما انا بشرمثلکم یوحی الی ...... کہ میں ظاہر صورت بشری میں ہوں، حضور ﷺ کی ظاہر شخصیت بھی بشر کی ہے تو دو ترجمے غلط، حنفی فقہ کے خلاف دو ترجمے...... لایؤاخذ کم الله باللغو فی ایمانکم ......اور......حج کے موقع پر...... و سبعة اذا رجعتم ......اور گستاخی کا ترجمہ......ما ودعك ربك و ماقلی ......

اب یہ کہنا ہے کہ مولوی احمد رضا خان کے ترجمے میں سے یہ پانچ باتیں زیادہ قابلِ غور ہیں، اغلاط اور بھی ہیں، اگر کہیں کہ پانچ ہی غلط کئے تو اس کا معنی ہوا کہ باقیوں کو ہم نے صحیح کہہ دیا، ہمیں بچنا ہے باقیوں کو صحیح بھی نہیں کہنا، اور یہ پانچ کی غلطی نمایاں کرنی ہے، یہ پانچ ترجمے قابل غور ہیں......

## ہمارا مرزائیوں پر اعتراض:

ہمارا ایک اعتراض مرزائیوں پر یہ بھی ہے کہ مرزا غلام احمد نے گالیاں دی ہیں، دوسروں کو کہا ہے حرام زادہ، یہ آپ نے سنا ہے، یا نہیں؟ (سنا ہے) وہ کہتا ہے کہ قرآن نے بھی تو گالیاں دی ہیں۔ اس نے کہا ہے...... عتل بعد ذلك زنیم ...... کے معنی حرام زادہ، تو مخالفین کو اگر مرزا صاحب نے حرام زادہ کہا

تو کیا قرآن نے نہیں کہا؟ تو کون سے لفظ سے استدلال کیا؟...... زنیم ...... سے، تو ہمارا ان کے مقابلہ میں استدلال یہ ہوتا ہے کہ...... زنیم ...... کے معنی حرام زادہ کے نہیں ہیں، اب دیکھو...... زنیم ...... کا معنی بدنام، اصل میں لغت میں کہتے ہیں ...... زنیم ...... جیسے ......زنة رجل...... کوئی شخص کسی قوم میں سے تو نہ ہو، اور اس میں ملا ہوا ہو، وہ اصل تو نہیں اس قوم میں سے، مگر ان میں ملا ہوا ہو، زائد ہو...... الملصق بالقوم ولیس منھم ...... جو ان میں سے نہ ہو اس کو کہتے ہیں ......زنیم ...... اور...... زرمہ...... جس شخص کی ناک آگے بڑھی ہوئی ہو، اس کو کہتے ہیں کہ بڑا زرمہ ہے۔

اور مجھے یاد آیا علامہ المبرد بڑا لغوی ہے، لغت اور ادب کا بڑا امام ہے، اس نے ایک مقام پر ایک شعر لکھا ہے، کہتا ہے!

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃ

زنیم کے معنی کیا ہیں؟ ...... تداعاہ الرجال زیادۃ...... لوگ اس کو کہتے ہیں زائد...... کما زید فی عرض الادیم الاکارع۔

یہ جو چمڑا ہوتا ہے بکری کا، دنبے کا گائے کا، تو جب چمڑا لائیں، تو باقی جو چمڑا ہوتا ہے، مین جو کام کی چیز ہوتا ہے، لیکن جو ٹانگیں، آگے لٹکی ہوتی ہیں، پتلی پتلی وہ چمڑا کسی کام کا ہے؟ (نہیں) تو اب وہ چیز زائد ہے، اب جو چمڑا خریدے گا وہ اس کی خاطر خریدے گا اور یہ جو ہمیں لٹکے ہوئے اس کی ٹانگیں، یہ تو زائد ہیں کہتا ہے۔

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃ

زنیم اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز زائد ہو،

کما زید فی عرض الادیم الاکارع

جس طرح چھڑے میں ٹانگیں زائد ہوتی ہیں اور بازو آگے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، تو زنیم کے معنی کیا ہیں؟ (زائد) اس کا معنی حرام زادہ کس نے کیا؟ مرزا صاحب نے، اس کے بعد اگر اس کا ترجمہ کسی نے کیا ہے، بے اصل کا، جس کا اصل نہ ہو، بے اصل ہو، تو یہ ترجمہ کس نے کیا؟ احمد رضا خان نے، بے اصل کا، تو یہ ترجمہ بالکل مرزائیوں، کے ترجمے کے قریب ہے، یہ بات کہیں کہ یہ مرزائیوں کے قریب ہے تو یہ بات قابل توجہ ہے۔

## وصف پر حکم اور گالی:

تو کتنے ترجمے آپ کو بتا دیئے؟ (چھ) اب مرزا غلام احمد کیا کہتا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتے وہ حرام زادے ہیں اور ایک یہ ہے کہ کوئی نبی اللہ سے علم پا کر یہ بتا دے کہ وہ حرام زادہ ہے، تو جب ایک شخص کے بارہ میں کہا جائے کہ وہ حرام زادہ ہے تو گو اس پر حکم لگایا گیا کہ وہ حرام زادہ ہے، وہ حکم اس فرد پر لگاتے، کسی وصف کی بنا پر نہیں، لیکن یہ حکم کہ جو مرزا غلام احمد کو نہ مانے وہ سارے حرام زادے ہیں، تو یہ حکم لگا ہے وصف پر، تو یہ فرد معین پر نہیں،

تو جب کوئی حکم فرد معین پر نہ لگے کسی وصف پر لگے، تو وہ گالی ہے، تو گالی کسے کہتے ہیں کہ جب آپ کسی شخص کو معین کے لئے بغیر کسی وصف پر جو عام لوگوں میں پایا جاتا ہے سخت برا ہے، یہ کہنا کہ جو لوگ مرزا غلام احمد کو نہیں مانتے وہ سارے حرام زادے ہیں، تو یہ اس وصف پر حکم لگا تو یہ گالی ہے۔

اور اگر کسی ایک آدمی کے بارہ میں مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے بارہ میں کہہ دیا...... تبت یدا ابی لھب و تب...... تو یہ جو بددعاء کا کلمہ ہے وہ ایک فرد معین کے بارہ میں ہے، لہٰذا یہ گالی نہیں ہے۔

تو وہ شخص...... عتل بعد ذلك زنیم...... اس شخص کے بارہ میں کہا، جس کے بارہ میں بعض سلف کی رائے یہ ہے کہ وہ تھا ہی ایسا، تو جب اس پر حکم لگایا تو وہ باعتبار ذات کے لگایا گیا، یا بطور عادت کے؟ اگر بطور عادت کے لگایا گیا تو گالی بنتی ہے اور اگر یہ ذات پر لگایا جائے تو یہ حکم ہے، اس علم کی بناء پر جس علم کو کوئی غلط ثابت نہیں کرسکتا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر کہہ دیا کہ یہ صحیح نسل کا نہیں، یہ بالکل ٹھیک ہے۔

## قادیانیوں کا استدلال اوراس کا جواب:

گو قادیانیوں کا یہ کہنا کہ قرآن نے بھی گالیاں دی ہیں، یہ نہیں ہوسکتا، تو سب سے پہلے ان کے ساتھ اختلاف ہوگا، کہ گالی کسے کہتے ہیں؟ تو گالی کا معیار آپ یہ قائم کریں کہ گالی وہ ہے کہ کسی برے وصف کی بناء پر کسی پر کوئی حکم لگایا جائے اور جس پر بھی وہ وصف پایا جائے وہ بدون کے تحت آئے گا یہ گالی ہے۔

پھر یہ کہ زنیم کے کتنے معنی ہیں؟ مثلاً ایک اس کا معنی زائد ایک اس کا معنی زنام، ایک اس کا معنی ہے حرام زادہ، تو ایسا لفظ بولنا، کہ جس میں صراحت کے ساتھ ایک معنی نہ پائے جائیں، لیکن اس کے معنوں میں سے ایک معنی یہ بھی ہے۔

تو گالی معنی بتایا لفظ؟ گالی وہ لفظ بنا یا وہ معنی؟ (معنی بنا) اب زنیم کے معنی تین چار، ایک معنی ہے اس کا حرام زادہ، اب گالی یہ لفظ زنیم ہے، یا زنیم کا وہ خاص معنی گالی ہے؟ (خاص معنی) لیکن اب اگر زنیم لفظ بولے، یا وہ جو معنی ہے اس کا وہ معنی نکال کر بولے، تو دونوں میں فرق ہوگا، کہ زنیم ایک ایسا لفظ ہے کہ جو جامع ہے کئی معنوں کو، گو اس میں ایک معنی یہ بھی ہے، اگر وہ معنی معین کر کے کہہ دیا حرام زادہ، تو اس میں اور زنیم کہنے میں فرق ہے کہ نہیں؟ (ہے)

اب قانون کیا معلوم ہوا کہ ایک کسی کے لئے ایسا لفظ بولنا جس میں ایک معنی برا بھی ہو، اس میں اور وہ ایک برا معنی معین کرے کسی کے لئے، دونوں میں فرق ہے تو۔

مرزائیوں نے جو استدلالات کئے قرآن سے، تو ایسا لفظ کوئی نہیں دکھا سکے کہ جس میں دلالت مطابقی کے ساتھ ایک معنی ہو، حرام زادہ، تو اگر انہوں نے کئے ہیں تو اس میں سے ایک معنی یہ ہے، تو یہ معنی آپ کو میں نے بتا دیا تا کہ اس فرق کا پتہ چل جائے۔

## دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ صحابہ رضی اللہ عنہم:

اب سورۃ جمعہ کی آیت جو ہے، ...... هو الذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلوا علیهم ایته و یزکیهم و یعلم هم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ...... هو الذی ...... اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ...... بعث فی الامین رسولا ...... امیین میں رسول ...... یتلوا علیهم ایته و یزکیهم و یعلم هم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ...... اور آگے ہے ...... واخرین منهم ...... اس کا ترجمہ کرو ...... و اخرین منهم لما یلحقوا بهم ...... اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بھیجا ...... بعث فی الامیین رسولا ...... امیین میں رسول بھیجا ...... و اخرین منهم ...... اور جو آخرین ہیں ان میں بھی رسول بھیجا، تو اخرین کا عطف کس پر ہے؟ (امیین پر) اللہ تعالیٰ نے امیین میں بھی رسول بھیجا، اور جو آخرین ہیں ان میں بھی رسول بھیجا۔

اب جو امیین ہیں وہ تو تھے، صحابہ، اور آخرین کون ہیں؟ (ہم لوگ) تو رسول پاک سب کے لئے آئے ...... بعث فی الامین رسولا ...... و اخرین منهم

......اب ہمارے پاس جو رسول آئے تو ہم دین کیسے لیں، ہم نے تو دیکھا بھی نہیں، تو ہمارے لئے وہ کیسے آئے؟ تو اس کا معنی یہ کہ بعثت ان کی اور مبعوث ہونا ہمارے لئے بھی ہے لیکن ہم دین اخذ کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ، اور جو ہمیں مل جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا امیین کی طرف اور ہماری طرف آخرین کی طرف بھی بھیجا، لیکن ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے نیابتاً معلوم کریں گے۔

تو اللہ تعالیٰ کا دین جو ہے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیں اور ہم نے کن سے لیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) تو ......بعث فی الامین...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امیین کی طرف ہوگئی اور آخرین کیلئے بھی ہوگئی، تو اس سے ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محتاج ٹھہرے؟ (جی)

لیکن اگر ترجمہ یہ کیا جائے کہ (هو الذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلو اعلیهم ایته ویزکیهم ویعلم هم الکتاب والحکمة...... یہ سارا اب جو ہے اس کی جو ضمیر مفعول ہے، وہ کیا ہے؟ کہ یہ پیغمبر جو ہے ...... یزکیهم ......ان کے دلوں کو پاک کرے ...... یتلوا علیهم ایته......ان کو بھی آیتیں پڑھ کر سنائے اور اگر ہم ......یزکیهم ...... یہ جو ضمیر ہے اس پر عطف آخرین پر، تو پھر کیا معنی ہو گا کہ آخرین کا عطف امیین پر نہ ہو اور وہ ہو ...... یتلو اعلیهم ......ان پر تو پھر کیا معنی ہوگا کہ یہ رسول قرآن پڑھ کر سنائے امیین کو بھی اور آخرین کو بھی، اس میں دو باتیں ہوئیں ایک آخرین صحابہ رضی اللہ عنہم کے محتاج نہ ہیں، دوسرے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرین کو بھی قرآن پڑھ کر سنانا ہے، تو ان کا موجود ہونا آخرین کے پاس بھی ضروری ہے۔

اللہ پاک نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا آپ نے آیتیں امیین کو پڑھ کر

سنائیں یا آخرین کو بھی؟ (امیین کو) صرف امیین کو سنائیں تو آخرین قرآن لیں گے تو کن سے لیں گے؟ (صحابہ رضی اللہ عنہم سے)

لیکن اگر آپ نے آیتیں پڑھ کر امیین کو بھی سنائیں اور آخرین کو بھی تو پھر آخرین ان کیلئے ضروری تو نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دین لیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کو سنا دیں۔

اب یہ جو آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امیین میں پیغمبر بھیجا ...... یتلوا علیھم ایتہ...... کہ یہ پیغمبر ان پر آیتیں پڑھے...... واخرین...... اور جو آخرین ہیں ان پر بھی پڑھے تو جو ضمیر ہے منصوب مفعول کیلئے...... یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ...... اگر اس پر عطف ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ یہ نبی آخرین کو بھی خود آیتیں سنائے اور ان کے دلوں کو پاک کرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واسطہ ضروری نہیں رہا۔

تو مولوی احمد رضا نے یہ معنی کئے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پڑی، وہ اس لئے کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوزیشن ہے کہ ہم نے دین ان سے لینا ہے، اس سے امت کو نکالنے کیلئے، اب بات سمجھ میں آ گئی؟ (جی)

## علم کے معانی جاننے کی ضرورت ہے:

سب سے پہلے آپ کو علم کے معنی جاننے کی کوشش کرنی چاہئے علم کسے کہتے ہیں؟ علم کا لفظ اپنی ذات میں کسی کی عطا پر دلالت نہیں کرتا، جیسے کہتے ہیں کہ اسے اس کا علم ہے، تو لفظ علم سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ علم دینے والا کوئی اور ہے کوئی اپنی ذات سے جانے تو بھی علم ہے اور کسی نے بتایا ہو تو بھی ...... علی وجہ من

الاستثناء..... اسے علم کہا جائے گا، لیکن علم کا لفظ اپنی ذات میں تو الاستثناء نہیں کرتا کہ اس کا اپنا ہے یا کسی کا دیا ہوا ہے، بلکہ علم کے لفظ سے متبادل کیا ہوتا ہے، یعنی ذہن میں کیا آتا ہے؟

جیسے یہ بات کہ اسے علم ہے اس سے ذہن میں یہی آتا ہے کہ وہ اس کو جانتا ہے، کسی کے بتلائے بغیر، تو علم کا لفظ جب مطلق ہو تو وہ علم ذاتی کیلئے استعمال ہوتا ہے، دوسرے کے عطا کیلئے نہیں اور دوسرے کی عطا سے ہو تو اس کو اطلاع یا خبر کہتے ہیں۔

اس کو بہت سی غیب کی باتیں معلوم ہیں اور وہ غیب کی بات جانتا ہے، اس میں اور اس میں فرق ہے، علم اور معلوم میں کوئی فرق ہے؟ (ہے) علم اور معلوم اپنی ذات میں متحد ہیں، لیکن اپنی صفات میں متضاد ہیں ...... العلم والمعلوم متحدان بالذات والمتضادان فی الصفات......

تو آپ پہلے علم کا معنی جانئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ جو تم کر رہے ہو، اس کا معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں بغیر کسی کے بتائے ہوئے تو علم کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو یہ اس کیلئے آتا ہے جو ذاتی ہو اور کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔

## علم کا معانی اور مراد:

علم کا کیا معنی ہے اور علم سے کیا مراد ہے، کسی بات کو ازخود جاننا بغیر بتلائے ہوئے، میں نے درمیان میں خدا کا نام لیا؟ (نہیں) خدا کے علم سے یہ بات آئی؟ (نہیں) اب بتاؤ کہ علم کا معنی کیا ہے کسی بات کو ازخود جاننا کسی کے بتلائے بغیر اب کوئی کسی شخص کے بتلائے بغیر ازخود جانے، اس کیلئے علم کا لفظ براہ

راست آئے گا، تاویل کیلئے اور اگر وہ علم ہو جو کسی کا بتلایا ہوا ہو، تو اس کے لیئے زیادہ مناسب لفظ کیا ہے؟ خبر آپ کو اس بات کی خبر ہے۔

تو یہاں آسکتا ہے کہ کسی چیز سے آئی، جب کوئی چیز واقعہ ہو جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ کل علیم ہے، عالم ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے، اور وقوع سے پہلے ہی جانتا ہے، جو ابھی واقع نہیں ہوئی اسے پہلے ہی جانتا ہے۔

ہاں جب وہ چیز واقع ہو جائے پھر اس کا علم کہ یہ واقع ہو چکی ہے اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ......خبیر...... وہ خبر جو کسی اور کی دی ہوئی نہیں، لیکن وہ خبر تو ملی اس وقت جب وہ چیز واقع ہوگئی، تو جو چیز اپنے وقت کی محتاج ہے، اس نسبت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چیز کو جاننے کا معنی خبیر، اور بلا واسطہ کسی چیز کو جانے اللہ تعالیٰ کی ذات علیم ہے......العلیم الخبیر......فرق کا پتہ چل گیا؟ (جی)

دنیا میں کوئی واقعہ پیش آیا، اب جب وہ واقعہ پیش آیا تو واقعہ پیش آنے کے واسطہ سے یعنی اس وقوع کے ذریعہ سے کسی چیز کو جاننا یہ خبر ہے، اور ابھی اس کا انتظار ہی نہیں تھا کہ اس کو جاننا علم ہے، تو علم اس چیز کا نام ہے کہ کسی چیز کو خود جانے پھر بتلائے، اور علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو، علم غیب، تو یہ اس غیب کو جاننا ہے جو خود جانے پھر کسی کے خبر دیئے ہوئے علم غیب، غیب کی بات کو جانے بغیر بتلائے، اس کو کیا کہتے ہیں، علم غیب۔

## علم غیب کی تعریف کیا ہے؟

اب علم غیب کی تعریف کیا ہے؟ علم غیب سے مراد کسی غیب کی چیز کو بغیر

بتلائے، غیب از خود جانے، اس تعریف کی ماہیت میں یہ بات داخل ہے کہ جو علم دیا ہوا ہو، کسی ،کا وہ علم غیب نہیں، اس کی رو سے علم غیب عطائی یہ کوئی لفظ ہے؟ (نہیں) عطا شدہ علم غیب کوئی نہیں، کیوں؟ جب علم غیب کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو خود جاننا بغیر بتلائے غیب، تو از خود جاننا اس کی ماھیت میں داخل ہوگیا، اس کی حقیقت میں داخل ہوگیا، اب اس کی کوئی قسم ہوسکتی ہے عطائی ؟ (نہیں)۔

## علم غیب عطائی کوئی نہیں:

تو بریلوی علماء نے ایک بات بنائی ہوئی ہے علم غیب عطائی، جب علم غیب عطائی کہیں، تو آپ کہیں کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں، حدیث کی کتابوں میں شروح کی کتابوں میں، فقہ کی کتابوں میں، علم کلام کی کتابوں میں، کہیں یہ لفظ دکھا دو کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی ہوئی ہے، تو انعام۔

وہ اپنی زبان سے علم غیب کا لفظ علم غیب عطائی ضرور بولیں گے کہ ہم جب پیغمبروں کیلئے علم غیب عطائی مانتے ہیں تو یہ اور چیز ہے۔

بعد میں کہنا ہے کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی ہوتی ہی نہیں، وہ پوچھے کسی طرح تو آپ نے جواب میں کہنا ہے کہ خدائی کی کوئی قسم عطائی ہے کہ وہ عطائی طور پر خدا ہے، خدا کی کوئی قسم عطائی ہے (نہیں) اگر کوئی کسی کے بارہ میں کہے کہ وہ اس کو خدا مانتا ہے، نہیں میں اس کو عطائی طور پر خدا مانتا ہوں، تو یہ جائز ہے؟ (نہیں) جس طرح کوئی عطائی طور پر خدا نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح کوئی علم غیب کی قسم عطائی نہیں ہوسکتی۔

یہ بات اگر آپ کو پکی طرح آجائے تو اس کے آگے کوئی مناظر چل سکتا ہے؟ (نہیں) علم غیب کی کوئی قسم عطائی ہے ہی نہیں، تم ثابت کیا کرتے ہو۔

جب آپ نے کہا کہ کوئی علم غیب کی قسم عطائی نہیں، تو وہ کہے کہ کہاں لکھا ہے کہ عطائی نہیں، پوچھ سکتا ہے؟ تو آپ نے یہ بات اس طرح نہیں کہنی، آپ نے یہ کہنا ہے کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں، قرآن میں حدیث میں فقہ میں علم کلام میں کسی جگہ یہ لفظ نہیں یہ لفظ علم غیب کے ساتھ تو عطائی کا لفظ بولا جائے، تو آپ تو اپنے مطالعہ کی بناء پر کہتے ہیں۔

کہ ہم نے دیکھا نہیں لیکن نفی کا کوئی ثبوت دینا نافی کے ذمہ ہے، مثلاً میں آپ کو حال کے بارہ میں ایک بات بتلاتا ہوں کہ ریچھ اس حال میں ریچھ نہیں، میں نے اب نفی کی ہے یا کسی کا دعویٰ کیا ہے؟ (نفی کی ہے) تو آپ میں سے کوئی مجھے نہیں کہہ سکتا کہ مولوی صاحب دکھاؤ کہاں ریچھ نہیں، کہہ سکتا ہے؟ (نہیں) میں کون سی جگہ دکھاؤں کہ یہ ریچھ نہیں، کیوں یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں، کوئی کہہ سکتا ہے مقام معین کہ یہاں نہیں تو جو نافی ہے اس کے ذمہ کوئی دلیل نہیں۔

## دلیل کس کے ذمہ ہے:

اب دلیل کس کے ذمہ ہے مثلاً اب میں کہتا ہوں کہ اس کمرے میں مینڈک ہے تو آپ کہیں ڈھونڈیں گے، ادھر گئے، ادھر گئے، ادھر گئے، آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ کہاں ہے؟ میں کہوں گا کہ یہ ہے، مثال ہے اب آپ کہیں گے کہ یہ مینڈک ہے کہ نہیں، پھر آپ کہیں گے کہ یہ مینڈک نہیں، یہ تو عبداللہ ہے۔

تو اس مثال سے یہ پتہ چل گیا کہ ثبوت کس کے ذمہ ہے جو مثبت کا مدعی ہو، جو نفی کرنے والا ہو اس کیلئے نہیں، جو شخص مثبت بات اور دعویٰ کرتا ہے، اس کے ذمہ دلیل ہے، جو نافی ہے اس کے ذمہ دلیل نہیں۔

مثلاً اس کا نام ہے عبداللہ، میں کہتا ہوں کہ اس کا نام حامد نہیں، آپ مجھے نہیں کہہ سکتے کہ ثابت کرو، کیوں؟ دنیا کی کسی کتاب میں اور کسی اخبار میں لکھا ہو کہ یہ حامد نہیں، یہ لکھا ہوا ہوگا، یہ تو لکھا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ ہے، اس کی سند پر لکھا ہو سکتا ہے کہ یہ عبداللہ ہے، لیکن یہ تو دنیا کی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہو سکتا کہ یہ حامد نہیں، تو نافی کے ذمہ ثبوت نہیں۔

ہاں اگر میں کہوں کہ یہ عبداللہ ہے آپ یہ ثابت کرو کہ یہ عبداللہ ہے تو میں کہوں گا کہ یہ عبداللہ لکھا ہوا ہے، تو مثبت چیز کی تو دلیل ہوگی اور نافی کسی دلیل نہیں ہوگی۔

علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں، آپ کیا ہیں نافی، آپ سے جو دلیل مانگے اس کو چھوڑنا نہیں، تو نے نفی کی دلیل کیوں مانگی؟ نافی کی دلیل نہیں، ہاں اگر کوئی ایسا نافی ہو کہ جس میں نسبت خبریہ کا اثبات ہو، تو نافی کے ذمہ دلیل ہے۔

مثلاً میں کہتا ہوں کہ شیعہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں، آپ مجھے کہہ سکتے ہیں کہ دکھائیں، تو میں کتاب سے دکھاؤں گا کہ یہ میں نے جو کہا کہ اس کا ایمان نہیں کہ یہ نسبت خبریہ ہے، کہ نسبت خبریہ کا جو بھی مدعی ہو اس کے ذمہ دلیل آ گئی۔

## رضا خانیت کا غلط استدلال:

اب سنو علم غیب کسے کہتے ہیں، بریلوی جو کہتے ہیں کہ آپ عطائی علم غیب جانتے تھے، تو انہوں نے ایک لفظ گھڑا ہے انہوں نے، غلط بولا آپ وہی بات کہیں۔ لیکن صحیح کیا؟ میں کہتا ہوں بات وہی ہوگی، لیکن لفظ دیکھیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کروڑوں غیبوں کی خبر تھی، یہ بات ٹھیک ہے کہ نہیں؟ (صحیح ہے) اب ہم

نے حضور ﷺ کیلئے جو دعویٰ کیا، (خبر کا) کیا یا علم کا کیا؟ (خبر کا) خبر کا لفظ اپنی ابتدائی دلالت میں بتلایا تھا کہ کوئی خبر دینے والا ہے، جب اللہ تعالیٰ کے بارہ میں مان لیا کہ وہ خبر دینے والا ہے اور نبی کریم کو غیب کی خبریں اللہ نے دیں۔

اب کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو کروڑوں غیبوں کی خبریں تھیں، یہ جملہ صحیح ہے، اب کوئی کہے کہ حضور ﷺ کو کروڑوں باتوں کا علم غیب تھا، یہ بات غلط ہے، کیونکہ علم غیب اس بات کو کہتے ہیں کہ از خود اور بلا بتلائے ہو۔

اب جو عقیدہ ہے بریلویوں کا کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے، اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟ کہ حضور ﷺ کو غیب کی بہت سی باتوں کی خبر تھی، یہ جملہ صحیح ہے کہ نہیں؟ (صحیح ہے) اور حضور ﷺ کو علم غیب تھا؟ (غلط ہے) دونوں میں فرق ہے معنی اور مفہوم دونوں کا ایک ہے بریلویوں کی مراد اس سے کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا مراد یہی ہے کہ آپ کو ہزاروں غیبوں کی خبر تھی، لیکن لفظ کیا بولتے ہیں؟ (علم غیب) تو ہم نے بھی وہی بات کی، انہوں نے بھی کی، انہوں نے لفظ غلط بولے، ہم نے لفظ صحیح بولے، تو ہمارا اور ان کا اختلاف کیا رہا، ہمارا اور ان کا اختلاف یہ رہا، اس کو کہتے ہیں اختلاف لفظ، ان کے الفاظ جہالت کا آئینہ دار ہیں، اور ہمارے الفاظ علم کا آئینہ دار ہیں۔

## اختلاف علم اور جہالت کا ہے:

ہمارے الفاظ سن کر کوئی کہے گا کہ انہوں نے کوئی بات بمعنی کہی، بے معنی نہیں کہی اور ان کی بات سن کر وہ کہے گا کہ انہوں نے جہالت کی تعبیر اختیار کی، اور بات بے معنی کی، یہ بات سمجھ آ گئی؟ (جی) ہمارا ان کا اختلاف کیا ہوا نفی، تو میں کہا کرتا ہوں کہ ان کا اور ہمارا اختلاف جہالت اور علم کا اختلاف ہے، وہ جہالت سے

لفظ غلط بولتے ہیں اور ہم علم کی وجہ سے صحیح بولتے ہیں، اتنا عقیدے میں اختلاف نہیں، جتنا کہ جہالت اور علم کا اختلاف ہے، میں نے اب تک جو بتایا وہ یہ بتایا کہ ہمارا اور ان کا اختلاف لفظی ہے۔

## نزاع لفظی کیا ہے؟

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ لفظی اختلاف کسے کہتے ہیں؟ ایک فقرہ میں بولتا ہوں، اور ابھی آپ سے سنتا ہوں، اختلاف لفظی نزاع، یا لفظی اختلاف اسے کہتے ہیں کہ مفہوم فریقین کا جدا جدا ہو، یا جس کا ہم حکم لگا رہے ہیں وہ محکوم الیہ ہے اور مفہوم فریقین کا جدا جدا ہو۔

میں اس کی مثال دیتا ہوں، کہ یہ بیٹھا ہوا ہے عبداللہ، تو اب عبداللہ بیمار نہیں ہے اب دوسرا آدمی کہتا ہے کہ نہیں نہیں آپ صحیح نہیں کہہ رہے امداد اللہ بیمار ہے، تو اس نے میرے ساتھ اختلاف کیا کہ نہیں، جب کہا کہ آپ ٹھیک نہیں کہہ رہے لیکن جو حکم لگا اس نے کہ وہ بیمار نہیں ہے، اس نے جو حکم لگایا وہ اور ہے اور جس کو میں نے کہا تھا کہ وہ صحیح ہے وہ اور ہے، تو محکوم الیہ ہے میرا، اور اس کا محکوم الیہ اور ہے۔

اور جب فریقین کا محکوم الیہ جدا جدا ہو، تو یہ نزاع لفظی، اور اختلاف کسے کہتے ہیں؟ محکوم الیہ جب فریقین کا جدا جدا ہو، اسے کہتے ہیں نزاع لفظی مثلاً

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، ایمان کیا ہے؟...... الایمان ھو التصدیق جمیع ما جآء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجمالا فیما علم اجمالا و تفصیلا مافی علم تفصیلا...... تو ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور عمل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں، یہ کس کا قول ہے؟ (امام صاحب کا)۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ...... الایمان...... ایمان کیا ہے؟...... تصدیق و عمل...... کہ ایمان دل کی تصدیق اور عمل کا نام ہے...... قالوا و من...... ایمان اور جو تصدیق کا ہے اور عمل دونوں کا نام ہے، تو امام صاحب کا معنی ایمان کا اور تھا اور ان کا اور ہے، ان کا معنی اور ہے ان کا معنی اور ہے۔

امام صاحب کیا کہتے ہیں کہ ایمان ذکر قلبی کا ہے، عمل ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں، امام بخاری کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق اور عمل کا نام ہے، تو امام صاحب سے مختلف ہوئے کہ نہیں؟ (ہوئے)۔

اب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا گھٹتا نہیں، کیونکہ وہ تو تصدیق کا نام ہے، عمل کا تو نام ہی نہیں، ایمان بڑھتا گھٹتا نہیں، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمل ایمان کی حقیقت میں داخل ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔

اب امام بخاری کا کہنا کہ...... الایمان یزید و ینقص...... اور امام صاحب کا کہنا...... الایمان لا یزید ولا ینقص...... اس میں یہ نزاع لفظی ہے یا نہیں؟ (ہے) کیوں محکوم الیہ فریقین کا جدا جدا ہے، ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت اور ہے، ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت اور ہے، اور جب محکوم الیہ فریقین کا جدا جدا ہوا تو نزاع لفظی ہوا، حقیقی نہ ہوا۔

## علم غیب اور خبر غیب:

اب حضور کو غیب کی بہت سی باتوں کی اللہ نے اطلاع دی، بریلوی کہتے ہیں کہ اس کا نام ہے علم غیب، ہم کہتے ہیں کہ اس کا نام ہے خبر غیب، انہوں نے جہالت کے ساتھ غلط تعبیر اختیار کی اور ہم نے علم کے ساتھ صحیح تعبیر اختیار کی، ہمارا

ان کا اختلاف جہالت اور علم کا اختلاف ہوا، یہ اختلاف ہوا نزاع لفظی؟ (علم اور جہالت کا اختلاف)

اب آپ سنیں کہ جب ہمارا اور ان کا اختلاف نزاع لفظی ہوا حقیقی نہ ہوا۔ تو علم غیب کا معنی پھر وہی رہا جو ہم نے کیا تھا، علم غیب ...... غیب کی کسی بات کو جاننا از خود بے عطائے غیب، ۔

یہاں خیر المدارس ایک مدرسہ ہے، ان کا ایک رسالہ نکلتا ہے "الخیر" اس میں میرا ایک مضمون چھپا تھا کئی قسطوں میں، اسی کا نام تھا "اخبار غیبیہ" مضمون کا نام تھا، "اخبار الحدیث" تو میں نے بزاز اور شرح عقائد شامی کی تحریریں، شاہ ولی اللہ کی تحریریں، اور جہاں جہاں سے مواد مل سکا وہ میں نے ایک جگہ جمع کر دیا، اور اس کا حاصل یہ کہ علم غیب سے مراد غیب کی کسی بات کو از خود جاننا بے عطائے غیب۔

## آپ مدعی نہ ہوں:

تو یہ بات جواب میں نے کہی ہے، وہ صرف آپ کے اپنے علم کے لئے کہی، ورنہ ہمارے ذمہ یہ بات نہیں، اور آپ اپنے ذمہ لیں بھی نہ، کیوں؟ جب آپ اپنے ذمہ لیں گے تو آپ اس بات کے مدعی ہو گئے؟ تو مناظرے میں کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کسی بات کے مدعی نہ ہوں۔

## عالم الغیب صرف اللہ ہی:

آپ نے کہا کہ علم غیب اس علم کا ہی نام ہے۔ جواز خود ہو، اب اس نے کہا کہ قرآن میں علم غیب کا لفظ کہاں آیا...... لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله ...... اب اس کا معنی کیا ہے؟ غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، علم غیب کوئی نہیں رکھتا مگر اللہ، اس کا معنی کیا ہے، اس کا معنی یہی ہے کہ علم غیب وہ ہوتا

ہے جو اپنا ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو، جب ہم یہ کہیں کہ علم غیب کوئی نہیں جانتا، مگر اللہ، وہ علم جو از خود ہو وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو آپ سے کہیں کہ یہ تعریف کہاں سے لی، تو کہو کہ اس آیت سے لی اس میں کوئی دقت و پریشانی تو نہیں ہوگی؟ (نہیں)

نزاع لفظی میں نے بولا ہے، نزاع معنوی تو میں نے بولا ہی نہیں، نزاع معنوی کا لفظ کہیں بھی استعمال نہیں ہوا، نزاع لفظی تو ہوگا، نزاع معنی نہیں، جہاں نزاع معنوی بولنا ہو، اس کی بجائے بولو، نزاع حقیقی، اور اس سے مراد کیا ہے؟ (نزاع معنوی)۔

تو اب دیکھئے کہ ہمارا اور شیعہ کا نزاع خلافت کے مسئلہ پر کہ خلافت، خلفاء ثلاثہ کا حق ہے، اور ان کا کہنا کہ خلفاء ثلاثہ کا حق نہیں، یہ نزاع حقیقی ہے یا لفظی؟ (نزاع حقیقی) نزاع حقیقی ہے، نزاع لفظی نہیں، اور امام کے پیچھے الحمد پڑھو، کوئی کہتا ہے کہ نہ پڑھو، یہ نزاع حقیقی ہے، یا لفظی؟ (نزاع حقیقی) تو جہاں بھی حقیقی ہو، اس کو آپ معنوی کہہ سکتے ہیں، لیکن کہا نہیں جاتا، حقیقی کہا جاتا ہے اس کے مقابلہ میں نزاع کیا ہے؟ (لفظی)

نزاع کے بجائے اور لفظ ہے اختلاف، علم غیب کی تعریف کیا ہے علم غیب کسے کہتے ہیں؟ علم غیب سے مراد غیب کی کسی بات کو جاننا از خود بے عطائے غیب، کسی دوسرے کے بتانے کے بغیر،

## مخلوق کے لئے علم غیب کا لفظ کہیں نہیں:

اور دوسری بات یہ کہ علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں، قرآن اور حدیث میں مخلوق کے علم پر کہیں علم غیب کا لفظ نہیں آیا، کسی بھی صیغے میں، یہ جو ہے کسی صیغے

میں، اس کا معنی کیا ہے؟ یعنی کسی بندے کے بارہ میں یہ کہنا کہ...... عالم الغیب ...... صیغہ ماضی ...... علم الغیب ...... علم الغیب ...... یعلم الغیب ...... الانبیاء یعلمون الغیب ...... کسی نبی اور فرشتے کے لئے ...... عالم الغیب ...... علم الغیب ...... فلا یعلم الغیب ...... یعلمون الغیب ......علم اور غیب کا لفظ ملا ہوا ہو،

علم اور غیب کا لفظ اکٹھا ہو اور بھی مخلوق پر یہ کسی بھی صیغے میں نہیں آیا ...... من ادعی فعلیہ البیان...... جو دعوی کرے وہ دلیل دے، ہم نافی ہیں، علم کا لفظ غیب کے ساتھ مل کر کسی صیغے میں کسی شکل میں قرآن اور حدیث میں کسی جگہ نہیں آیا۔

اگر کوئی کہتا ہے کہ آیا ہے...... فلیأت بالدلیل ......اب یہ جو نزاع میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہ بریلویوں کے ساتھ نزاع ہے یا ایک علیحدہ ہی موضوع آ گیا ہے؟ (یہ علیحدہ موضوع آ گیا)۔

اور جب ہم نے کہا کہ یہ لفظ استعمال نہیں ہوا، اب اپنے ذہن پر بوجھ ڈالیں کہ مخلوق کے لئے جب علم کا اثبات کیا گیا، غیب کی کسی بات کے جاننے کا، تو کتاب وسنت میں کیا کیا تاویلیں اختیار کی گئیں، اور فقہاء مسلمین نے بعد میں کیا کیا تاویلیں اختیار کیں۔

سنیں...... ذلك من انباء الغیب نوحیه الیك ......نوحی ...... ھا ...... اس کا ...... ھا...... سے مراد کیا ہے؟ اخبار الغیب ...... من انباء الغیب ...... جو انباء الغیب ہیں...... نوحیھا...... ھا کا مرجع کیا ہے؟ غیب ہے نا؟ (جی) اب اس کو کہا...... نوحی...... تو اس کا مطلب ہو گیا...... وحی غیب......

تو حضور پر وحی غیب آتی تھی ...... نوحیھا الیك...... اب جب میں نے معنی بیان کیا تو کہا کہ حضور پر وحی غیب آتی تھی یا نہیں؟ (آتی تھی) دوسرا یہ کہ

حضور ﷺ پر جو وحی غیب آتی تھی، اس کا نام قرآن نے کیا رکھا؟ علم غیب یا انباء الغیب؟ (انباء الغیب)، تو علم غیب تو نہ ہوا۔

وما کان الله لیطلعکم علی الغیب و لکن الله یجتبی من رسله من یشآء ...... تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ غیب کی کسی کو اطلاع نہیں دیتے تو یہاں بات کیا ہے علم غیب یا اطلاع علی الغیب؟ (اطلاع علی الغیب)

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه ...... فقہاء میں ایک بات چلی، آپ کو بتایا تھا، فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے کہ اگر کسی نے نکاح کیا اللہ کے رسول کو گواہ بنا کر، گواہ نہیں تھے، تو اللہ کے رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا، تو اس کے بارہ میں فتاویٰ قاضی خان کیا کہتے ہیں؟ (کافر ہو گیا) بحر الرائق میں، فتاویٰ قاضی خان نے، فتاویٰ عالمگیری نے یہ لکھا ہے کہ کسی نے تزوج کیا، اللہ کے رسول کی شہادت پر، وہ کافر ہو گیا۔

اس پر علامہ شامی کا نام میں نے نہیں لیا، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہو گیا، کیوں؟ ہو سکتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیبی طور پر معرفت دے دی ہو، خود اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے۔ تو اگر حضور ﷺ کو اطلاع دے دی ہو، کہ فلاں جگہ نکاح ہو رہا ہے۔

تو اب یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ حضور کی اطلاع ہے۔ ضروری نہیں، لیکن جو کفر کا فتویٰ ہے، اس کے بارہ میں قول ہے کہ اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔

شامی نے وہاں عبارت لکھی ہے پہلے قول نقل کر کے ان کا کہ ...... یکفر ...... وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے ...... فقیل لا یکفر ...... کہ یہ بات نہیں کہی کہ کافر نہیں ...... لان الانبیاء یعرفون بعض الغیب ...... کیونکہ بعض غیب انبیاء

جانتے ہیں، تو اب ...... یعلمون ...... نہیں کہا ...... یعرفون هذا الغیب ...... تو لفظ ...... یعرفون ...... سے بات کھلی ...... یعلمون ...... کے الفاظ نہیں،

اب آپ کو تسلی ہو گئی کہ علم غیب کا لفظ کہیں آتا ہی نہیں، تو آپ اپنی تقریروں میں یہ انداز اختیار کریں کہ علم غیب کو تو لوگوں نے خواہ مخواہ اختلافی مسئلہ بنا دیا، یہ اختلافی مسئلہ ہے ہی نہیں، علم غیب اس علم کو کہتے ہیں کہ جو خود ہو اور بے عطائے غیب، اور وہ ظاہر ہے کہ اللہ کا علم ہے، اگر دیوبندی کہتے ہیں کہ نبی علم غیب نہیں جانتے، فرشتے علم غیب نہیں جانتے، ذرہ بھر کا علم غیب یعنی از خود کسی کو جان لینا کسی پیغمبر کو حاصل نہیں پیغمبر اور نبی ذرہ بھر کسی چیز کو جان لیتے ہیں؟

تو ذرہ بھر کی کسی چیز کو جان لینا غیب کی، وہ کسی مخلوق پر بھی ہے؟ (نہیں) اگر کوئی کسی انسان کے لئے کہے، اس کے بعد ذرہ بھر ایسا علم ہے کہ خدا کا دیا ہوا نہیں، لیکن ہے علم، ایسا کہنا جائز ہے؟ (نہیں) ...... ما غاب عن العباد ......

## بشر اور انسان کا معنی:

مسئلہ بشریت میں آپ کو بشر کے معنی معلوم ہونے چاہیے، بشر کے معنی کیا ہیں؟ اور بشر کا لفظ اتنا عام ہوا ہے کہ اس کو استعمال کرنے کی بجائے اگر آپ انسان کا لفظ استعمال کریں تو زیادہ بہتر ہے۔

اگر پیغمبروں کے بارہ میں کوئی شخص یہ کہے کہ وہ انسان تھے تو کوئی چڑھے گا نہیں، اور جب کہیں کہ بشر تھے تو بعض اوقات لوگ چڑ جاتے ہیں، اس لیئے حتی الوسع انسان کا لفظ استعمال کریں، بشر کا نہیں۔

اور اگر کوئی پوچھے بشر کے معنی تو بیان کریں کہ اس کے معنی انسان کے ہیں۔ یہ کہاں ہے کہ اس کے معنی انسان کے ہیں؟ قرآن کریم میں اللہ تبارک

وتعالیٰ جل شانہ نے حضرت مریم کو فرمایا اے مریم جو تیرے ہاں بچہ ہوگا، جب تو اس کو لے کر جائے گی اگر تجھے راستے میں کوئی بھی بشر ملے۔ تو تو اس کو کہہ کہ آج میں نے کسی انسان سے کلام نہیں کرنا، یعنی تجھ سے کلام نہیں کرنا۔ شیر خوار بچہ خود کلام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مریم......فاماترین من البشراحدا...... اگر تو دیکھے کسی بشر کو...... فقولی ......تو کہے ...... انی نذرت للرحمان صوما فلن اکلم الیوم انسیا...... آج میں کسی انسان سے کلام نہیں کرونگی، تو اوپر بات کیا تھی ......فاماترین من البشراحدا...... اگر تو کسی بشر کو ملے، تو کہے کہ مجھے کسی انسان سے کلام نہیں کرنا۔

معلوم ہوا کہ بشر اور انسان کا معنی ایک ہے۔ تو یہ ایک ایسی آیت ہے کہ جو چابی کی طرح ہے کہ آپ اس کو جہاں چاہیں لگالیں۔

تو آپ جب بار بار انسان کا لفظ کہیں گے۔ تو فریق مخالف یہ کہے کہ نہیں لفظ بشر استعمال کریں۔ تو آپ کہیں کہ بشر اور انسان کا معنی ایک ہے۔

اب آپ کہیں گے انبیاء کرام علیہم السلام بشر ہیں یا نہیں؟ مناظرہ آپ نہ کریں جب تک اس بات کا اقرار آپ ان سے نہ کرالیں۔

## مناظرہ میں موضوع ایک ہو:

ایک جگہ مناظرہ تھا۔ اہل حق کہہ رہے تھے کہ انبیاء بشر ہیں۔ اور معتزلی کہہ رہے تھے کہ نور ہیں۔ اب اس پر مناظرہ شروع ہوا۔ اس پر مناظرہ ہوسکتا ہے؟ (نہیں) مناظرہ تب ہوتا ہے۔ محکوم الیہ فریقین کا ایک ہی ہو، تو ایک اسکی ہاں کرے اور ایک نفی کرے۔

مثلاً ایک فریق کہتا ہے کہ انبیاء بشر ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ بشر نہیں، تو

محکوم الیہ بشریت ہوئی، ایک نے ہاں کی اور ایک نے نہ کی، تو مناظرہ میں جب دو موضوع، بیک وقت ہوں تو اس وقت سمجھ کہ یہ فضول ہیں۔

یہ موضوع کہ انبیاء بشر ہیں، اور یہ موضوع کہ وہ نور ہیں یہ موضوع علیحدہ علیحدہ ہیں، یا ایک ہیں؟ (علیحدہ علیحدہ) اور یہ دونوں باتیں بیک وقت نہیں چل سکتیں کہ بشر بھی ہوں اور نور بھی ہوں، ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں تو جب تک ٹکراؤ والی بات نہ ہو، مناظرہ تو نہیں ہو سکتا، ایک کہتے کہ بشر ہیں دوسرا کہے کہ بشر نہیں، تو اب دونوں میں ٹکراؤ ہے کہ نہیں ہے، اور محکوم الیہ ایک ہی ہے، وہ کیا ہے کہ انبیاء کا بشر ہونا یا نہ ہونا تو محکوم الیہ ایک ہی ہے، ایک ہے مثبت اور ایک ہے نافی، تو مناظرہ ہوگا۔

تو جہاں یہ لکھا جائے مناظرے کی شرطوں میں کہ نور و بشر پر بحث ہوگی، تو کہو کہ یہ بات غلط ہے، یا نور پر ہوگی یا بشر پر ہوگی۔

اسی طرح غیر مقلدین ہیں، ان کے سامنے کوئی بات ہوئی ہے تراویح پر تو مناظرے میں شرط لکھی جاتی ہے کہ نماز تراویح آٹھ رکعت ہیں یا بیس۔ میں کہا کرتا ہوں کہ آٹھ یا بیس پر بات کرو یا بیس پر، ایک کہے کہ بیس ہیں اور دوسرا کہے کہ نہیں، مناظرہ ہوسکتا ہے، یا ایک فریق کہے کہ آٹھ ہیں دوسرا کہے کہ آٹھ نہیں مناظرہ ہوسکتا ہے، تو جب آٹھ اور بیس ہوں تو مناظرہ ہوسکتا ہے (نہیں)

تو اب مسئلہ بشریت اور نور کا ہو تو مناظرہ ہوگا؟ (نہیں) ایک ہی پر ہوگا۔ تو مناظرہ آپ نے کرنا ہے بشریت پر، پہلے لکھ دیں بشر، کیوں؟ بشر میں آپ کا مدعی ہونا بڑا آسان ہے، قرآن پاک کی آیات ہیں جو بشریت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ ہیں نافی، ان کیلئے ہی آسان نہیں ہوگی، لیکن اگر نور ہوں تو نور کے وہ ہوں گے مدعی، آپ ہوں گے نافی، تو جو نور کا نافی ہو اس

کیلئے استدلال مشکل ہے۔

## بشریت میں استدلال کس سے کریں؟

تو آپ نے استدلال کس سے کرنا ہے؟ (بشریت سے) اور اس میں مدعی خود بنتا ہے کہ انبیاء بشر ہیں ......قل انما انا بشر مثلکم ......مثلکم...... کا معنی کیا ہے؟ بشر ہوں تم جیسا، یہ ترجمہ نہیں کرنا۔تم جیسا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جیسا لفظ یادرکھو، کہ آپ کہہ دیں گے میں انسان ہوں ۔تم جیسا نہیں ، بلکہ جیسا پہلے تھا۔ جیسے کہ تم ،تم جیسے ،اب جیسے تم ،یعنی میں انسان ہوں جیسے تم ، میں یہ انسان ہوں جس طرح کے تم انسان ہو۔

تمھارے جیسے انسان ہوں یہ اور بات ہے ۔انسان کا لفظ جیسے تم پر آتا ہے ۔ویسے مجھ پر بھی آتا ہے ۔آپ کہہ دیں ...... انما انا بشر مثلکم...... میں انسان ہوں، جیسے تم،تم جیسا، اس سے بات نکل آئی ۔تو کیا کہنا ہے، میں انسان ہوں جیسے تم، ترجمہ کرو بڑے اعتماد سے ،اور جو ترجمہ قرآن شریف کے لیے ان کو چھوڑو، وہ کوئی پیش کردے لیکن جب آپ نے خود ترجمہ کرنا ہے ۔تو کہنا ہے کہ میں انسان ہوں جیسے تم ،جیسے تم انسان ہو میں بھی انسان ہوں ۔ جیسے کہتے ہیں کہ جس طرح تم پاکستانی ہو، میں بھی پاکستانی ہوں، جیسے آپ کا درجہ اور میرا اور، آپ کی تعلیم اور میری اور میرے تقاضے اور آپ کے اور دیکھیں، میں بھی پاکستانی ہوں، تو تم جیسا پاکستانی تو نہیں ، میں بھی پاکستانی ہوں جیسے کہ تم۔

تو اب......انما انا بشر مثلکم ......کا معنی آپ کہہ دیں کہ میں بھی انسان ہوں جیسے تم، تو اب یہ کیسے کہنا ہے، میں بھی انسان ہوں جیسے تم، تا کہ کسی کو مماثلت، تشبیہ اٹھانے کا موقع نہ ملے، میں بھی انسان ہوں جیسے تم، اکٹھا کہنا ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم علیہ السلام ہیں:

اب دیکھئے کہ انسانیت کیا ہے؟ بشریت کے ثابت کرنے سے پہلے۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تھے یا نہیں، اگر کہے کہ نہیں، تو ان پر...... انا سید ولد آدم ولافخر......آدم کی اولاد کی تخصیص کرنے کی کیا ضرورت تھی، آپ تو کائنات کے سردار تھے، تو آپ فرماتے ہیں......انا سید ولد آدم ولا فخر......

پھر صحیح بخاری میں جہاں باب باندھا ہے آپ کے بشر کا کہ آپ عبداللہ کے بیٹے، عبداللہ عبدالمطلب کے بیٹے، وہ ہاشم کے بیٹے، وہ عبدمناف کے بیٹے، یہ جو باب باندھا، اس کے بارہ میں کیا خیال ہے۔

اور اگر وہ کہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، تو لکھ دو، ہم لکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں، پھر آپ اس بات بشریت کیلئے بات یہاں سے شروع کریں......انی خالق بشرا من طین......

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارادہ فرمایا...... انی خالق بشرا من طین ......کہ میں انسان بنانے والا ہوں ...... من طین...... مٹی سے، تو پیشین گوئی ہوگئی۔ اب حضرت آدم علیہ السلام کے بارہ میں کہا کہ ان کی ساری اولاد بشر ہوگی۔

اور جہاں تقریر کرنی ہو، تو تقریر کرنے کے دوران آپ صفات کی بات بھی ساتھ لگالیں، لیکن کن صفات کی۔ جو صفات نبویہ میں سے ہیں۔ مثلاً آپ بتائیں پٹھان کا بیٹا پٹھان، راجپوت کا بیٹا راجپوت، سید کا بیٹا سید، تو ذات اولاد تک جاتی ہے کہ نہیں؟ (جاتی ہے)

تو خالق نے فرمایا...... انی خالق بشرا من طین......حضرت آدم علیہ السلام

بشر ہیں، ان کی جو بھی اولاد ہے وہ بشر ہے یا نہیں؟ (ہے) تو یہ جو مثالیں ہیں، پٹھان کا بیٹا پٹھان، سید کا بیٹا سید، راجپوت کا بیٹا راجپوت، مغل کا بیٹا مغل، تو یہ مثالیں یاد رکھیں۔

## ایک سوال کا جواب:

ایک سوال عام طور پر بریلوی بڑے شوق سے کرتے ہیں کہ بشر کا لفظ آپ کو کسی مسلمان نے نہیں کہا، یا کہا خدا نے، یا کہا کافروں نے، اسے کہتے ہیں کہ نہیں؟ (کہتے ہیں) کہ انبیاء کو بشر یا خدا نے کہا یا کافروں نے کہا کسی مسلمان نے کہا، تو دکھاؤ۔

اس کا جواب بنتا ہے کہ ایسے کیوں کہ اگر خدا نے کہا اور پھر کافروں نے تو پھر خدا کے نمائندے تو کافر ہوئے، کیونکہ اب تک کسی نے خدا کو کافروں سے یا کافروں کو خدا سے جوڑا ہے؟ (نہیں) تو سب سے پہلے کس نے جوڑا؟ (بریلویوں نے) تو آپ اس کا جواب دیں، تاکہ لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ دیکھو یہ کہتے ہیں کہ یا خدا نے کہا، یا کافروں نے، تو کافروں کو خدا سے جوڑنے کا شرف تو مولوی صاحب کو ہے، اب تک آپ نے اتنی تقریریں سنی، مناظرے سنے ہوں گے، اختلافات سنے ہوں گے، لیکن کوئی ایسی بھی ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک طرف کر دیا اور کافروں کو خدا سے جوڑ دیا اور کہا کہ خدا نے کہا یا کافروں نے تو یہ کوئی نہیں یہ مولوی صاحب، یہ پہلے بھی جو کافروں کو اور خدا کو جوڑنے والے ہیں، مسلمانوں کو چھوڑ کر، بھلا ایسی بات ہو سکتی ہے کہ کافر اور خدا بھی مشترک ہو۔

خدا کا خلیفہ کون ہے؟...... انی جاعل فی الارض...... وہ مسلمان ہے ...... جعلنا کم خلفاء فی الارض...... تمہیں بنایا ہے، خدا نے خلیفہ، تو خدا کی بات

مومنوں میں آئے گی یا کافروں میں؟ (مومنوں میں) تو اگر خدا نے کہا ہے تو اب وہ بات مومنوں کو کہنی چاہئے، یہ کیوں کہتے ہو کہ یا خدا نے کہا یا کافروں نے کہا، تو انہوں نے جو ترتیب اختیار کی ہے وہ توڑنا ضروری ہے۔

اس کے بعد پھر آپ کہیں ہاں ہم بتاتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کس کس نے کہا ہے؟ سب سے پہلے تو حضور ﷺ نے خود کہا ......قل انما انا بشر مثلکم ......تو وہ حدیثیں آپ کے پاس نوٹ ہوئی ہوں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ......انما انا بشر مثلکم......

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ تم میں کوئی آدمی ہوسکتا ہے کہ بڑا تیز زبان ہو، چرب زبان ہو، اور وہ آ کر کہے کہ یہ میری بات ہے، یہ میرا حصہ ہے ......تو فرمایا کہ اگر ان کی باتوں میں آ کر میں فیصلہ اس کے حق میں کر دوں تو قیامت کے دن وہ نہیں کہہ سکے گا کہ اللہ کے رسول نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے، کیوں، کہ اس نے کرایا تو مکر سے ہے تو میں بھی کوئی اس کو حصہ دے دوں زمین کا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، تو یہ نہ سمجھے کہ پیغمبر نے دیا، کیونکہ لیا اس نے چالا کی سے ہے۔

## کتابیں خریدیں:

تو یہاں حضور ﷺ نے اپنے آپ کو بشر کہا ......انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذ کرونی......( صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۲)

تو آپ کی جو حدیث کی کتابیں ہیں تو میں کہا کرتا ہوں طلباء کو کہ کم از کم ایک حدیث کی کتاب آپ کی اپنی خریدی ہوئی ہو، آپ کے پاس ہونی چاہئے اور وہ کتاب کون سی ہے؟ (مشکوۃ شریف)

مشکوٰۃ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو آپ کے پاس اپنی ہونی چاہئے، خریدی ہوئی، اور اس پر تمام نشانیاں لگاؤ اور اگر بڑے کام ہوں، تو صحاح ستہ کی طرف رجوع کرلو، لیکن یہ کتاب آپ کے پاس ہونی چاہئے اور اگر کوئی طالب دو کتابیں رکھ سکتا ہے تو دو کتابیں، ایک سند والی اور ایک بغیر سند کے، سند کے بغیر مشکوٰۃ اور سند والی ترمذی۔

تو ترمذی اور مشکوٰۃ یہ دو کتابیں اپنے پاس رکھ لو، تو ضرورت پوری ہو جائے گی، تین رکھنی ہیں تو مشکوٰۃ ترمذی اور آثار السنن ہے محدث نیلوی کی کتاب، تو آثار السنن، اب وہ جدید ایڈیشن میں شائع ہوئی ہے، پہلے دو حصوں میں تھی اب ایک حصے میں ہے۔

اب میں بتا رہا ہوں کہ بشر والی حدیث ایک تو نبی کریم ﷺ نے خود کہا اس پر ایک بہت علمی بات ہے، بہت غور سے سنیں، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے انکساری کے طور پر کہا۔

## انکساری اور جھوٹ میں کیا فرق ہے؟

یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ انکساری اور جھوٹ میں کیا فرق ہے؟ فرق ہے کہ نہیں؟ (ہے) پیغمبر انکساری تو کر سکتے ہیں لیکن جھوٹ تو نہیں بول سکتے، اگر حضور ﷺ کہیں کہ میں پیغمبر نہیں (معاذ اللہ) یہ انکساری ہوگی یا جھوٹ؟ جھوٹ اور یہ کہیں کہ میں عربی نہیں یہ انکساری ہوگی یا جھوٹ؟ (جھوٹ) اور کہہ دیں کہ میں انسان ہوں یہ انکساری ہوگی یا جھوٹ؟ (جھوٹ)

اب آپ سمجھیں کہ انکساری اور تواضع کسے کہتے ہیں، آپ کو پتہ ہے؟ یا د رکھیں تواضع اور انکساری یہ ہے کہ آدمی قدر مشترک کا نام لے، اور وجہ اختصار

سے، خصوصیت سے، صرف نظر، قدر مشترک۔ میں اور آپ ہم میں قدر مشترک کیا ہے کہ ہم سب دین کے طالب علم ہیں، لیکن علم ہر کسی کا اپنا، وہ کیا ہے؟ خصوصیت، تو اگر میں آپ سے کہوں دیکھو بھائی میں بھی تو دین کا طالب علم ہوں، اب یہ جھوٹ ہے یا سچ؟ (سچ) ہاں واقعی دین کا طالب علم ہوں، گو کسی معیار کا ہوں، گو کسی درجہ کا ہوں، لیکن یہ ہے تو طالب علم میں بھی دین کا طالب علم ہوں، یہ ہے حقیقت، لیکن میں اس کو تواضع کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔

## تواضع کے کیا معنی ہیں؟

تواضع کے معنی کیا ہیں؟ کہ قدر مشترک کا ذکر کرنا اور جو خصوصیت ہے اس سے صرف نظر کرنا، میں بھی انسان ہوں جیسے تم، یہ ہے قدر مشترک اور خصوصیت کیا ہے؟ کہ...... یوحی الی...... ہمارا سب کا عقیدہ ہے...... انما الھکم الہ واحد...... اللہ تمہارا بھی اسی طرح خدا ہے، جس طرح میرا ہے، یا تمہارا زیادہ میرا کم، تو ہمارا اور آپ کا خدا ایک ہی ہے، تو جس طرح وہ تمہارا خدا ہے اسی طرح میرا ہے۔

اب میں خدا ہو سکتا ہوں؟ (نہیں) جس طرح میں نہیں ہو سکتا اسی طرح تم بھی نہیں ہو سکتے، تو خدا نہ ہونے میں ہم ایک جیسے ہوئے۔

تو جب پیغمبر سے مماثلت بتانی ہو کہ پیغمبر ہم جیسے ہیں ہم نے ترجمہ کیا کہ پیغمبر ایسے ہیں جیسے تم، اگر الٹا ترجمہ کر کے اس کا چکر چلائے کہ پیغمبر ہم جیسے ہیں، تو کسی بات میں ہم جیسے ہیں، تو یہ نہیں کہنا کہ جیسے ہماری دو آنکھیں ان کی بھی دو، ان کے دو ہاتھ ہمارے بھی دو، یہ کہنا ہے کہ ہم اور وہ خدا نہ ہونے میں برابر ہیں ہم بھی خدا نہیں وہ بھی خدا نہیں، ہم میں سے کوئی خدا کی صفت کا مالک نہیں،

وہ بھی خدا کی صفت ... لک نہیں۔

انما انا بشر مثلکم ...... فی عدم الوحی خدا نہ ہونے میں ہم سب برابر ہیں۔ یہ کہاں سے تم نے لیا کہ خدا نہ ہونے میں ......انما الھکم اله واحد ......
اب قدر مشترک کا معنی، تواضع کا معنی، قدر مشترک کا اظہار، اور قدر خصوصی کا اخفاء سکول کا ہیڈ ماسٹر ہے تو سارے ماسٹروں، چپڑاسیوں، ملازمین، کلرکوں، دفتر کے عملہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے، دیکھو میں بھی تو گورنمنٹ کا ملازم ہوں تم بھی گورنمنٹ کے ملازم، ہوتو ملازمت میں تو ہر ایک کا درجہ اپنا اپنا ہے، لیکن گورنمنٹ کا ملازم، اس میں، میں اور آپ سب برابر ہیں، جب وہ کہتا ہے کہ میں بھی گورنمنٹ کا ملازم ہوں یہ جھوٹ ہے یا سچ؟ (سچ) تو قدر مشترک کا اظہار اور میں سب سے بڑا ہوں، یہ قدر خصوصی ہے۔

## تواضع کسے کہتے ہیں؟

تو تواضع کسے کہتے ہیں، انکساری کسے کہتے ہیں قدر مشترک کا اظہار کرنا اور قدر خصوصی کا اخفاء کرنا۔

اب تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے خازن وغیرہ میں ......قل انما انا بشر مثلکم ......فرمایا، کہا اے پیغمبر تو کہہ دے کہ میں بشر ہوں جیسے تم، یہ ہے علی سبیل التواضع، دیکھو تفسیر خازن نے لکھا ہے علی سبیل التواضع کہ حضور ﷺ نے تو انکساری کے طور یہ کہا۔

## پیغمبر ﷺ جھوٹ نہیں کہتا:

آپ غور کریں کہ پیغمبر انکساری میں بھی جھوٹ نہیں کہتا اس کی انکساری بھی سچ ہے، معنی مختلف ہے، لیکن اسکی انکساری بھی سچ ہے آپ نے لفظ بولے کہ

پیغمبر جھوٹ نہیں کہتا، جب حضور ﷺ نے کہا ...... انما انا بشر مثلکم ...... یہ کہا تواضع سے تو پھر سوال یہ ہے کہ جھوٹ کہا کہ سچ کیا؟ (سچ کہا)

یہاں ایک حوالہ ہے بہت مزیدار، یاد رکھنے والا کہ مفتی احمد یار گجراتی نے کہا ہے ''جاء الحق'' میں۔ جاء الحق احمد یار کی کتاب ہے، اس میں وہ کہتا ہے کہ جس طرح شکاری شکار کرتے ہوئے جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے کیونکہ اس کے بغیر تو شکار بھاگ جائے گا تو جس طرح وہ شکاری آواز نکالتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ نے کہا ...... انما انا بشر مثلکم ...... کیونکہ آپ نے لوگوں کو بتانا تھا۔ شکار کرنا تھا۔ وہ چونکہ انسان تھے تو ان جیسی بولی بولی ...... انما انا بشر مثلکم۔

تو آپ اگر نام نہ لیں ایسے بھی تقریر میں کہا کریں دیکھو بھائی حضور ﷺ کا درجہ بہت اونچا ہے۔ شکاری کہنا جائز نہیں ہے کہ انہوں نے شکاری کے طور پر کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ آپ نے نام تو نہیں لیا؟ (نہیں) لیکن لوگ تجسس میں پوچھیں گے کہ کون ہے، تو جب پوچھیں گے تو بات کھلے گی، تو جس طرح وہ بات کر جاتے ہیں، آپ بھی بات کریں کہ پیغمبر کو شکاری کہنا جائز ہے؟ (نہیں)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شکاری کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے یا مختلف؟ (مختلف) اور پیغمبر کا ظاہر باطن ایک ہوتا ہے، اس کا ظاہر باطن مختلف نہیں ہوتا، ان کو شکاری کہنا جائز ہے؟ (نہیں)

پیغمبر تواضع اور انکساری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے کہ نہیں؟ (نہیں) بشر نہ ہو تو کہے کہ میں بشر ہوں، پیغمبر جھوٹ بول سکتا ہے کہ نہیں؟ (نہیں) اب بریلویت کا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے نزدیک پیغمبر جھوٹ بول سکتا ہے، جب ان سے بحث ہو کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے کہ نہیں۔ آپ ایک موضوع یہ بھی طے کر سکتے ہیں کہ پیغمبر جھوٹ بول سکتے ہیں،

جھوٹ خیانت تو ہے؟(ہے)اور نبی کی شان ہے......ما کان لنبی ان یغل......
یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی خیانت کرے۔

## دلائل بشریت انبیاء:

تو اب بشریت میں کہاں تک ہم پہنچے، ایک تو میں نے تواضع کا معنی بیان کیا اور میں نے بعض دفعہ سنا کہ دیو بندی مولوی لاجواب ہو گئے، جب انہوں نے تفسیر خازن کی یہ بات بتائی کہ ......علی سبیل التواضع......قل انما انا بشر مثلکم ...... علی سبیل التواضع......اب تواضع کا معنی آپ نے سمجھ لیا، کہ بات تو صحیح ہے لیکن ایسے ہی کہہ دیا، تو جھوٹ ہو گیا؟(جی)اگر ان کو توجہ ہوتی کہ وہ انکساری اور تواضع کے معنی کریں، اپنے آپ کو نیچا کرنا ......من تواضع لله رفعه الله......اپنے آپ کو نیچا کرنا، لیکن کن حدود میں جو اپنی حدود ہیں۔

اپنی حدود کون سی گہرائی میں آئیں اور کچھ بلندیاں ہیں، تو اپنے آپ کو نیچا کرنا، اور نیچے کرتے کرتے نیچے آنا یہ ہے انکساری۔

اب اس نے تو یہ کہا تھا کہ بھائی کسی مسلمان نے حضور ﷺ کو بشر کہا ہو تو آپ کہیں، کہ کس کس نے کہا، کہتے ہیں کہ یا خدا نے کہا یا کافروں نے، او ظالمو! پھر تم نے کافروں کو خدا سے ملا دیا اور مسلمانوں کو نکال دیا ہے، اب اگر مسلمانوں میں سے کسی نے کہا ہو تو پیش کریں؟(حضور ﷺ نے)

اور نمبر دو حضور ﷺ کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے بارہ میں کہا......وکان بشرا من البشر......پتہ ہے؟ (جی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور جب گھر میں ہوتے تھے ......ویعمل فی بیته......تو اپنے گھر میں کسی طرح کام کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ گھر میں اس طرح کام

کرتے تھے جس طرح تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو اور آخر میں سیدہؓ نے کہا ...... کان بشرا من البشر...... انسانوں میں سے انسان ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

بعض بریلویوں نے نیا چکر چلایا اور کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، یہ مشکوٰۃ اور شمائل ترمذی میں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ضعیف نہیں اور روایت اس کو کیا امام بخاری نے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ ......حدثنا محمد بن اسماعیل...... یہ حدیث ہمارے پاس بیان کی امام بخاری نے۔

تو اگر آپ کو چکر چلانا آئے، تو وہ کہیں کہ یہ حدیث کس کی ہے؟ آپ نے کہا کہ بخاری کی، لیکن یہ نہ کہیں کہ صحیح بخاری کی، کہیں کہ ثابت کرو کہ جن سے بخاری نے روایت کیا ہے، لکھ لیں کہ اگر ہم نے ثابت کر دیا کہ اسے بخاری نے روایت کیا، لکھنے میں صحیح بخاری کا لفظ نہ آئے۔

اب میں گواہ پیش کرتا ہوں کہ جو کہتا ہے کہ میں نے بخاری سے روایت کیا، اور تم ایک گواہ پیش کرو کہ بخاری نے روایت نہیں کی، نفی کا گواہ نہیں ہوتا، لیکن یہاں تم اس طرح بات کرو، اسے کہو کہ ٹھیک ہے گواہ پیش کرتے ہیں، کہو کہ گواہ ہے، ترمذی......حدثنا محمد بن اسماعیل......تو بخاری نے روایت کیا یا نہیں؟ (کیا) کس کے سامنے کیا؟ (ترمذی کے سامنے)

تو یہ حدیث صحیح ہے، انہوں نے یوں ہی اس کو ضعیف کہا، اگر وہ یہ کہیں کہ امام بخاری نے اس کو پھر صحیح بخاری میں کیوں نہیں لکھا، تو ان سے کہو کہ صحیح بخاری میں اور حدیثیں موجود ہیں بشریت کی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کافی ہیں، اب ضروری ہے کہ وہ ساری حدیثیں لکھیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے ہیں کہ ......ترکت کثیرا من الصحا...... کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں نہیں لکھی۔

اور ایک حوالہ وہ ابو داؤد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عاص رضی اللہ عنہ، عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے مصر فتح کیا تھا، تو عبداللہ ان کے بیٹے ہیں، تو عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم نے حدیثیں لکھنی ہیں، اور فرماتے تھے کہ تم قرآن کے سوا کچھ نہ لکھا کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ تم کچھ نہ لکھا کرو۔

تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن عاص رضی اللہ عنہ نے لکھنا شروع کیا، چھپ چھپ کر لکھتے رہے تو کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے روکا تو کون سے قریش نے روکا جو مسلمان تھے یا کافر؟ (مسلمان) کافر تو مطلقاً ہمارے کسی دینی کام میں صاحب الرائے نہیں، تو رائے تو وہی دے گا جو مسلمان ہوگا، تو کس نے روکا؟ (قریش نے) اور انہوں نے بالاتفاق ایک جملہ کہا، تو عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ میں دو دفعہ پڑھوں گا پھر آپ پڑھیں...... أتكتب كل شئى تسمعه من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بشر يتكلم في الغضب والرضاء ...... (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۵۱۴ طبع ۱۳۶۹ھ) کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور کبھی غصے میں تو تو ان کی باتیں کیوں لکھتا ہے، باتیں لکھ اللہ کی۔

تو نبی کی باتیں کیوں لکھتا ہے جو کبھی غصے میں اور کبھی خوشی میں ہوتے ہیں، تو غصے اور خوشی میں اعتدال نہیں رہتا، تو ان مسلمانوں نے کیا لفظ استعمال کیا؟ (بشرا) اب یہ بات جو ہے، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی ہے۔

تو میں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دی کہ مجھے انہوں نے روکا ہے اور کہا ہے کہ تو نہ لکھو کیونکہ حضور بشر ہیں...... يتكلم فى الغضب والرضاء...... اب یہ بات کس کے علم میں آئی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اٹھائی اور فرمایا...... ما يخرج الا الحق...... کہ یہاں سے سچائی کے سوا کچھ نہیں نکلتا، وہ اور

لوگ ہیں جو غصے میں حد توڑ دیں، یا خوشی میں حد توڑ دیں پیغمبر کی خوشی حد نہیں توڑتی اور لوگوں کی عادت ہے کہ جب غصہ آئے تو حد توڑ دیں، خوشی آئے تو وہ گئے، لیکن پیغمبر تو اس طرح نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا...... اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج الا الحق...... کہ اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

اب نبی پاک ﷺ نے جب اس کی تصدیق کر دی، تو آپ کے سامنے حضرت عبداللہ ابن عمر وابن عاص رضی اللہ عنہ کا قول آیا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضاء...... تو حضور ﷺ نے اس کے جواب میں کیا فرمایا ؟ کہ اس زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، تو حضور ﷺ نے یہ تردید کیوں نہ کی کہ بشر کہنا غلط ہے، بشر کہنا غلط ہوتا تو حضور ﷺ اس کی تردید کرتے، تو یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا۔

یہ روایت کس کی ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی) ابوداؤد میں ہے اور جو پہلی روایت نقل کی تھی وہ ترمذی شریف کی تھی۔

اب متکلمین اسلام کو دیکھو کہ شرح عقائد میں رسولوں کا تعارف کن لفظوں میں کرایا ہے...... وقد ارسل اللہ تعالیٰ رسلا من البشر الی البشر ...... (شرح عقائد نسفی ص ۱۳۲)

## نبی بشر ہوتا ہے:

اب کیا عینی مسلمان نہیں، کیا...... تفتازانی مسلمان نہیں، اب ابن ہمام کہتا ہے کہ نبی کسے کہتے ہیں...... النبی انسان بعثه الله التبلیغ ماوحی الیه وکذا الرسول فلا فرق بینهما بل هما بمعنی...... (المسائرہ) جس کو اللہ تعالیٰ وحی دے کر بھیجتے ہیں جو میری باتوں کو سنائے، میرے نام کی آواز دے، تو وہ کون

ہے؟ (انسان) تو اب انسان کہا یا نہیں کہا؟ (کہا)

## بشریت انبیاء اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

نقشبندی سلسلہ کے بزرگ مجدد الف ثانی کہتے ہیں!

هر گاه سید انبیاء علیهم الصلوٰات والتسلیمات فرما ید اغضب کما یغضب البشر۔

''جب تمام انبیاء کے سردار بھی کہتے ہیں کہ مجھے بھی غصہ آتا رہے، جیسے کسی اور بشر کو غصہ آئے۔''

حق سبحانه و تعالیٰ در شان انبیاءؑ می فرماید۔ وما جعلنا هم جسدا لا یأکلون الطعام ۔ و کفار ظاهر بیین مے گفتند۔ مالهذا الرسول و یأکل الطعام و یمشی فی الاسواق۔

''حق تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارہ میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو ایسے اجساد نہیں دیئے کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور ظاہر بین کفار کہتے تھے، اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔''

اے برادر محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بآں علو شان بشر بود وبداغ حدوث وامکان متسم بشر از خالق بشر جل شانه چه دریا وممکن از واجب چه فرا گیرد و حادث قدیم راجلت عظمت چ طور احاطه نماید لایحیطون به علما نص قاطع است۔(مکتوبات دفتر اول ص ۱۷۳، ۱۷۷)

”اے برادر محمد رسول اللہ ﷺ اتنی شان کے باوجود بشر تھے
اور حادث ہونے اور ممکن الوجود ہونے کے نشان سے شاندار
تھے بشر خالق بشر سے کیا کچھ پاسکتا ہے اور ممکن الوجود اور
واجب الوجود کو کہاں پہنچ سکتا ہے اور پیدا ہونے والا ذات
قدیم کا کیسے احاطہ کرسکتا ہے۔ کوئی اس کے علم کو محیط
نہیں ہوسکتا۔ یہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔“

ابھی کوئی کہے کہ بشریت کی ابتداء تو آدم سے ہوئی تو حضور ﷺ تو پہلے سے تھے، اس کا جواب ہے کہ حضور ﷺ پہلے سے تھے ایک روح کی شکل میں روحانی شکل میں لیکن جسمانی شکل جو ہے وہ بشریت کی تھی ایک سوال۔

## جبرائیل آئے بشری شکل میں:

بشری جامہ تو کئی دفعہ جبرائیل علیہ السلام نے بھی پہنا تھا، جو فرشتے بھی آتے تھے، حضور ﷺ کے پاس جبرائیل آتے تھے یا نہیں؟ (آتے تھے) اور وہ فرشتے تھے یا نہیں تھے تو جبرائیل علیہ السلام اگر انسانی شکل میں آسکتا ہے تو نبی نہیں آسکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب انسانی شکل میں آتے تھے، تو کھاتے پیتے تھے، گرمی سردی تھی، کوئی نہاتے تھے، معلوم ہوا کہ جس نے شکل بدلی ہو، احکام اس پر اس کے نہیں آتے۔

اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو وہ انسانی شکل میں آتے، لیکن ان کی اپنی حقیقت، حقیقت مَلکی تھی اور صورت بشری حقیقت مَلکی ہو اور صورت بشری ہو تو احکام کون سے لاحق ہوتے ہیں؟ (حقیقت والے)

## احکام حقیقت والے:

مثلاً اس کی دلیل کیا ہے کہ حقیقت والے احکام لاحق ہوتے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے تو فرشتے انسانی شکل میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کیلئے کھانے پینے کا سامان لائے، تو جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ تو ادھر بڑھتے نہیں، انہوں نے کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں، انہوں نے کھایا (نہیں) کیوں حقیقت ملکی تھی اور صورت بشری تھی تو احکام حقیقت کے لاحق ہوئے انہوں نے کھایا نہ۔

روایات سے کہیں ثابت نہیں کہ جبرائیل شدت انتہائے گرما میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوں اور کبھی آ کر نہا لیا ہو، کہ چلو جی گرمی ہے، معلوم ہوا کہ حقیقت اور ہو اور جنس بشری ہو، تو احکام بشر کے نہیں، احکام حقیقت کے مطابق ہوں گے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں بشر ہے:

تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر ظاہری صورت بشر میں ہوتے تو حقیقت میں وہ بشر نہ ہوں گے، تو پھر کھائیں کیوں، پئیں کیوں، نہائیں کیوں، نکاح کیوں کریں، اولاد کیوں ہو، یہ سارے لوازمات جو حقیقت بشری کے گرد گھومتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع نہ ہو جاتے۔

اس لیئے یہ کہنا کہ ظاہر صورت ایسی بنائی ہوئی تھی، یہ صحیح نہیں، اگر وہ ......اول ماخلق الله نوری...... سے استدلال کریں اول تو یہ حدیث ان الفاظ سے ثابت نہیں اگر ہو بھی تو اس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے پیدا ہونا مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا پیدا ہونا تو مراد نہیں ہے۔

تو ظاہر ہے کہ آپ کی روح مبارک جو تھی وہ بشری لباس میں نہیں آئی بشری لباس میں تبھی آئے، جب آپ پیدا ہوئے روح تو سب کی پہلے پیدا ہوئیں ہیں، اور بشری لباس بعد میں ملا، تو حضور ﷺ کی روح طیبہ بھی سب سے پہلے پیدا ہوئی اور بشری لباس میں بعد میں آئے۔

اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ان کی حقیقت بشری نہیں، اب نور سے مراد کیا ہے؟ نور سے مراد آپ نور ہی لے لیں کہ آپ کا نور، اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے آپ کی روح مبارک کو ایک روشنی بنایا، جس سے لوگ ہدایت پکڑیں، تو اس کو اگر نور بھی کہیں اور وہ پہلے سے پیدا ہو تو بھی اس سے مراد یہ ثابت نہیں ہوتا آپ بشر نہیں تھے۔

اس لیئے کہ ہر ایک کی روح اور ہر ایک کی جو حقیقت ہے وہ تو بشری لباس بعد میں پہنا ہے، تمام انسان جو دنیا میں ہیں کیا ان کی روح ان کے جسموں کے ساتھ ہی پیدا ہوئی ہیں، یا ان سے پہلے پہلے، تو اگر پہلے سے ہیں اور پھر بشری لباس پہنا تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔

لیکن بعد میں بشری لباس پہننے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ بشر نہیں ہے کیوں؟ احکام جب سارے وہی ہوئے تو حقیقت میں بشر بھی ہوئے۔

## بشر ہونا رسالت کے منافی کہاں؟

قل انما انا بشر مثلکم ...... یہ قل امر ہے اور اگر اس سے مراد خود حضور پاک ﷺ ہوں اور دوسرے نہ ہوں، تو قرآن نے کہا ...... قل الحمدلله وسلام علی عبادہ ...... تو کیا ...... الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین الاصطفی ...... کہنا اور ان کا یہ حق نہیں، تو انہوں نے یہ بات کہاں سے نکالی کہ وہی کہہ سکتے ہیں

اور نہیں۔

اگر اس کو ضابطہ بنایا جائے تو کتنے ......قل...... آ جائیں گے قرآن میں ......قل ھواللہ احد اللہ الصمد......بھی کسی اور کو کہنے کا حق ہے یا نہیں؟ (ہے) قل اعوذ برب الفلق......اور......قل اعوذ برب الناس......پڑھنے کا بھی حق ہے یا نہیں (ہے) بات وہ ہو کہ جو کچھ وزن رکھے، ان کی بات وہ سامنے لاؤ جو معقول ہو، یہ تو بے ہودہ بات ہے ان کی، قل جب کہے تو پیغمبر کہے کوئی اور نہ کہے تو پھر ......قل ھواللہ احد......تو گیا......قل اعوذ برب الفلق......گیا کہ نہیں، پھر تو کوئی بات بھی نہیں رہتی۔

اور......قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین...... یہ نبی پاک ﷺ کی صفت ہے...... اول تو اس سے مراد قرآن ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے صفت بھی مراد لے لو، تو حضور ﷺ کی شان ہے، اس کا یہ معنی تھوڑا ہے کہ آپ کی ذات بشر نہیں، اگر حضور ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ نور ہیں، چلتا پھرتا، ہدایت ہیں اور روشنی ہیں، تو اس سے یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ آپ بشر نہیں، کوئی ایسی بات پیش کرو کہ جو بشریت کے منافی ہو، نور ہوتا بشریت کے منافی نہیں، رسول ہونا بشریت کے منافی نہیں، رحمۃ للعلمین ہونا بشریت کے منافی نہیں، خاتم النبیین ہونا بشریت کے منافی نہیں، سب سے پہلے آپ کا نور پیدا ہوا یہ بھی بشریت کے منافی نہیں، سب سے پہلے آپ کی روح پیدا ہوئی یہ بھی بشریت کے منافی نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ پڑھاتے رہے یہ بھی بشریت کے منافی نہیں۔

بشریت کے منافی کوئی بات ہے، تو اب اس پر غور کریں۔

**سوال**: معترضین کہتے ہیں، کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہیں تھا، اس لئے آپ نور ہیں بشر نہیں؟

جواب: اگر وہ نہ کھائیں اور نہ پئیں اور کمزور نہ ہوں تو اس کا معنی ہے کہ وہ بشر نہیں، اب سوال یہ ہے کہ اصحاب کہف جو اتنا عرصہ سوئے رہے اور کمزور نہیں ہوئے اگر وہ کمزور ہوئے ہوتے تو جب وہ جاگے تو کھانا لے جا سکتے اگر وہ کمزور نہیں ہوتے تو ان کے بارہ میں کیا کہا جائے گا، اصحاب کہف سارے کے سارے نور تھے بشر نہیں، اگر بشر ہوتے تو اتنا عرصہ جو نہیں کھایا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال میں نہیں کھایا، اگر وہ بشر ہوتے تو کمزور نہ ہو گئے ہوتے۔

یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں اس کیلئے ایک روایت ہے جس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا نوادر الاصول میں، حکیم ترمذی امام ترمذی نہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو پہلے گزرے، آئمہ صحاح میں وہ اور ہیں، یہ بھی محدث ہیں اور اپنی سند سے حدیث بیان کرتے ہیں، اور ان کا بھی ایک مقام ہے، تو انہوں نے نوادر الاصول میں یہ روایت کی کہ ......لم یکن یری له ظل فی الشمس ولا بالقمر......آپ کا سایہ دیکھا نہیں گیا، نہ سورج کی روشنی میں نہ چاند کی روشنی میں، تو اس کی سند میں دو راوی ہیں، جس کی وجہ سے یہ حدیث بہت ہی شدید درجے کی ضعیف ہے، تو اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

اور اس میں ہم نے سایہ کی نفی نہیں کی، ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے، اب ہم کہتے ہیں کہ بطریق نظر کہ اگر کوئی بھی بچہ ایسا پیدا ہو کہ جس کا سایہ نہیں ہو، دھوپ میں چلے تو سایہ نہ ہو، یا ماں اس کو گود میں لیکر دھوپ میں ہو، یا وہ بچے کو نہلا رہی ہے، کئی دفعہ گھونگھٹ بھی تو ہوتا ہے تو اس پر سایہ کرنا پڑے، تو یہ بات بچپن میں کھل جاتی ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ اگر نہ ہوتا تو چالیس سال تک کسی کو پتہ کیوں نہیں چلا؟ کہ چالیس سال تک تو آپ کو بھی اطلاع نہیں دی گئی کہ آپ پیغمبر ہیں،

آپ بھی تاجر تھے، اور اپنا کام کرتے تھے، تو آپ میں کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں پائی گئی کہ جس کی پورے ملک میں شہرت ہو جائے، سوائے ان اخلاق فاضلہ کے جس میں نبی قبل از نبوت ممتاز ہوتا ہے۔

تو آپ کا ذہن اس بات کو قبول کرتا ہے کہ سایہ نہ ہو اور چالیس سال تک پتہ ہی نہ چل سکے (نہیں) معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح نہیں، اگر یہ صحیح ہے تو اس کا معنی صرف یہ ہو سکتا ہے کہ دعویٰ نبوت کے بعد معجزے کے طور پر آپ کا سایہ اٹھالیا گیا تا کہ سایہ زمین پر نہ پڑے، جب سایہ زمین پر پڑتا ہے تو سایہ پر دوسروں کا پاؤں بھی آتا ہے کہ نہیں؟ (آتا ہے)

تو اگر احترام کیلئے کہ آپ کے سایہ پر بھی دوسروں کا پاؤں نہ آئے، اللہ تعالیٰ نے سایہ اٹھالیا، دعویٰ نبوت کے بعد، اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آپ کا سایہ نہ پڑے، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ آپ کے بدن کی فطرت یہ تھی کہ سایہ نہ پڑے، تو اگر فطرت ہوئی تو پہلے چالیس سال میں یہ بات شہرت پکڑتی کہ سایہ نہیں، اس لئے یہ نہ ہونے کو بشریت کی نفی کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، اس کی بشریت کی نفی کی وہی دلیل بنائے جس نے کہ پیدائش سے اس سایہ کی نفی کا عقیدہ رکھا ہو کہ شروع میں ہی سایہ نہیں تھا، وہ تو اس کو کہہ سکتا ہے کہ میں اس کو دلیل بناتا ہوں، لیکن اگر ایسی بات ہوتی تو چالیس سال تک یہ پردے میں نہ رہ سکتی۔

آپ اس پر غور کریں کہ اب آپ دھوپ میں جائیں تو ان کا جو سایہ پڑے گا وہاں دھوپ میں تو وہ ان کا سایہ ہوگا یا کپڑوں کا؟ (کپڑوں کا) وہ سایہ کپڑوں کا، مثال کے طور پر ایسا بدن ہے جس کا سایہ نہیں ہے، شیشہ ہے، بلور ہے، اس کے اوپر یہی کپڑے ڈال دو اور اس کو دھوپ میں کھڑا کر دو تو وہ بلور جس

کا خود سایہ نہیں، شیشہ خود جس کا سایہ نہیں، اس کو بھی اگر یہ کپڑے پہنائے جائیں تو کپڑوں کا سایہ ہوگا کہ نہیں؟ ہوگا اب جو آپ کو سایہ نظر آرہا ہے وہ کن کا ہے؟ (کپڑوں کا)

تو اس کے سایہ کا کیسے پتہ چلے کہ اس کا سایہ ہے اس کو ننگا کھڑا کرو تو پتہ چلے گا کہ اس کا اپنا سایہ ہے یا نہیں، تو جب تک کسی کو اس طرح کھڑا کیا جائے تو اس وقت تک فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟ (نہیں) اب جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کس طرح، اگر آپ جا رہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آپ نے کپڑے پہنے ہوئے ہیں کہ نہیں (پہنے ہوئے) جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو کوئی سوال پوچھ سکتا ہے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کے کپڑوں کا سایہ تھا یا نہیں، لیکن آپ کی ذات گرامی کا سایہ تھا یا نہیں یہ سوال ہو سکتا ہے؟

جبکہ آنحضرت ﷺ عمامہ بھی رکھتے ہوں، اور پھر اس پر چہرہ بھی ڈھانپا رہے تو ایسی صورت میں آپ کے جسد مبارک کے سایہ کا سوال اٹھے گا، اور اگر قمیض ایسی ہو تو اس آستین کا سایہ بھی نہیں ہوگا، یہ بازو کا سایہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ تو کپڑا ہوگا، تو ہم سے کئی لوگوں نے پوچھا کہ آپ مانتے ہیں کہ حضور ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں، بھائی حضور ﷺ تو کیا، حضور ﷺ کا سایہ یا آپ کے کپڑے کا؟ کہنے لگے حضور ﷺ کا، تو میں نے کہا کہ حضور ﷺ تو حیاء میں رہنے والے تھے، تو آپ نے کبھی کپڑے اتارے نہیں، جب کپڑے اتارے نہیں تو تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ سایہ تھا یا نہیں۔

کہنے لگا کہ نہیں نہیں کپڑے سمیت، میں نے کہا کہ کپڑوں کا سایہ ہے جو باہر چیز ہے سایہ تو اس کا ہوگا، حتیٰ کہ کوئی ایسا وجود لاؤ، جو بلور کا ہو، شیشے کا ہو، اس کو بھی کپڑے پہنا دو تو اس کا بھی سایہ ہے۔

اب بتاؤ کہ یہ جو ہم نے سوچ پیدا کی، تکلف کے ساتھ کی یا بالکل حقیقت ہے؟ (حقیقت ہے) جو سایہ پڑے گا وہ کپڑوں کا پڑے گا، اس لیئے اگر یہ دعویٰ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان یہ رکھی کہ سایہ زمین پر نہ پڑے تا کہ کسی کا پاؤں نہ آئے تو اس سے مراد ہے کہ آپ کے کپڑوں کا سایہ نہ پڑے، اور اس کا اللہ نے یہ انتظام کیا کہ اس پر سایہ نہ آئے، اس میں ذات کے سایہ کی بحث نہیں۔

بعض علماء نے یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ کے اوپر دعوی نبوت کے بعد ایک بادل سایہ کیئے رکھتا تھا، جب اوپر بادل ہوتا تو زمین پر بادل کا سایہ ہے تو اب حضور ﷺ کا سایہ یا کپڑوں کا سایہ پڑ سکتا ہے، جب اوپر ہی سایہ ہے تو نیچے سایہ نہیں ہے۔

پھر یہ بات ہے آپ کو مسئلہ سمجھانے کیلیئے، لیکن جو لوگوں کو مسئلہ بتلانے کیلیئے جو بات ہے جس کو عام ذہن جو ہیں وہ بھی قبول کرلیں، تو اس کو اس انداز میں پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ اپنے مقام اور مرتبہ میں بالکل واحد ہیں، حضور ﷺ کا کوئی ثانی ہے؟ (نہیں) کوئی برابر ہے؟ (نہیں) تو سایہ انسان کا ثانی ہوتا ہے کہ نہیں؟ (ہوتا ہے)

سایہ پڑ رہا ہو، یہ کون ہے؟ تو مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بچے کو ہاتھ میں لئے کھلا رہا تھا تو دھوپ میں میں نے اس کو کھڑا کیا اور میں خود ایک طرف تھا، تو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ سایہ ہے، کہنے لگا کہ یہ کاکا ہے، میں نے کہا کہ کاکا کیسے، اس نے کہا کہ ادھر آئیں جب میں قریب آیا، میں بھی ساتھ آ گیا تو کہتا ہے کہ یہ ہے۔

جب میں نے اس کو پوچھا تو سایہ تو اس کا تھا، میں اس کے ساتھ نہیں تھا، تو میں ذرا ایک طرف تھا، تو میں نے کہا کہ اس کا ابا کہاں ہے، کہتا ہے کہ آپ

ادھر ہیں، سایہ ہے، اور یہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو اس سے پتہ چلا کہ آدمی کا سایہ اس کا ثانی ہوتا ہے، ایک میں ہوں، اور ایک میرا سایہ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کتنا بے مثال بنایا ہے کہ ان کا سایہ بھی نہیں تھا کہ ان کی دوئی کا دعویٰ نہ کر سکے، اگر سایہ کا انکار ہو تو ایسی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعجاز اور معجزے کے طور پر سایہ نہ پڑنے دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہیں، اب جس طرح بچے نے کہا کہ یہ میرا نام لے کر کہ وہ یہ ہے، حالانکہ وہ تو سایہ تھا، لیکن نام تو آ گیا کہ یہ ہے، تصویر ہے، آپ تصویر دیکھ کر کہہ سکتے ہیں، کہ یہ مولانا ابوالکلام ہیں، حالانکہ وہ تو نہیں، لیکن تصویر ہے، ان کا ثانی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ اس لیئے نہیں تھا تا کہ آپ کی وحدت قائم رہے، سایہ کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ (ظل) تو مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ میں ظلی نبی ہوں، ہم کہتے ہیں کہ جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا سایہ نہیں تھا، تو اس کا ظلی نبی کیسے بن گیا، ظلی نبی تب ہوتا ہے کہ اس کا سایہ ہو، تو اس کے سائے میں کوئی نبی بنے۔

ہمارے لیئے کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے کہ ہم ہر دفعہ انکار کریں کہ سایہ نہیں تھا، حدیث سے ثابت نہیں، حدیث ضعیف ہے، اور فطرتاً ان کا سایہ نہ ہو تو ہم ایسے مخالفت کرتے ہیں، اگر ایسا ہوتا چالیس سال میں یہ بات مشہور ہوتی لیکن اگر معجزے کے طور پر اللہ تعالیٰ اوپر بادل کردے، سایہ نہ کرے، تو اعجاز کے طور پر سایہ اٹھا لیتے ہیں، تا کہ کوئی آپ کا ثانی نہ کہلا سکے۔

تو سایہ نہ ہونے کی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں، سایہ کہاں پڑتا ہے؟ (زمین پر) تو اگر کوئی یہ کہے کہ حضور کا سایہ اس لئے نہیں تھا کہ سایہ انسان کے پیچھے پیچھے جاتا ہے، تو اس میں اشارہ یہ کیا گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پیچھے چلے گا وہ بھی زمین پر نہیں چلے گا، یہ مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے

چلے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی زمین پر نہیں گراتے، یعنی آپ کا سایہ زمین پر نہیں پھیلایا گیا۔

تو جو نبی کے پیچھے چلنے والے سایہ کا یہ حال ہو کہ وہ زمین پر نہیں، تو جو پیچھے چلنے والے افراد ہیں، وہ کیسے گر سکتے ہیں۔

یہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ (شرح جامی والے)، انہوں نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جو آپ کے پیچھے چلنے والا ہے، وہ زمین پر نہیں گرے گا۔ جب اللہ نے سایہ کو زمین پر نہیں گرایا، تو جو انسان پیچھے چلے تو وہ کیسے گر سکتے ہیں؟

اب پھر اس طرف کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں، اس پر جتنے بڑے بڑے بزرگ ہیں، جن کو ورثۃ الانبیاء، کہا جاتا ہے اللہ ان کے سایہ کو سلامت رکھے تا دیر، تو اگر کوئی کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ امت پر اللہ تا دیر رکھے، یہ بات کوئی بری ہے؟ اور سایہ بھی ایک معنوی تصویر ہے، جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تصویر نہ کھینچے ، تو اس کی بھی اگر معنوی تصویر کھینچ لی جائے، تو جو اس کی شان کے مطابق نہ تھی، تو اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سایہ نہ بننے دیا۔

اب یہاں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایک طبقہ ہے کہ جو محدثین اور حدیث کے خلاف ہے، میں نے یہ بات ایک روش کی بناء پر کی کہ پورے دین کی عمارت گرانے میں کن کن چیزوں کا دخل ہے۔

تین طاقتیں ہیں کہ جو حدیث کے خلاف کام کر رہی ہیں، ایک مرزا غلام احمد قادیانی، مرزا غلام احمد نے لکھا ہے ، اربعین میں کہ میں خدا کے حکم سے آیا ہوں، کہ احادیث کے ذخیرے سے جس حدیث کو چاہوں ردی کی ٹوکری میں پھینک دوں اور جس کو کہہ دوں کہ صحیح ہے وہ صحیح ہے، محدثین کے کوائف کوئی نہیں، پچھلے علماء کی باتیں کوئی نہیں، میں حکم ہوں ، جسے کہوں گا مانو، اس کو مانو ،

ایک ہے چکڑالوی، وہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث مانو کہ جس کا ذکر قرآن میں ہو، جس کا ذکر قرآن میں ہو تو پھر کیا ضرورت ہے اس حدیث کی وہ تو بات قرآن میں ہے، قرآن سے مل گئی، اور تیسرا طبقہ غیر مقلدین کا ہے...... یہ تین گروہ ہیں، کہ جو اس وقت حدیث کے وقار کو گرانے میں آگے آگے ہیں، آخری آدمی ان کے جواب میں جنہوں نے حدیث کو پھر بھی اتنا گرنے نہیں دیا۔ انہوں نے سنبھالا دینے کی کوشش کی، وہ تھے قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اللہ غریق رحمت کرے، انہوں نے اس مسئلے میں اختلاف کے باوجود محدثین کو بے وقار نہیں ہونے دیا۔

جس دن ان کی وفات کی خبر آئی تھی۔ میرے دل سے یہی بات نکلی کہ اب میدان خالی ہے، اب اس جماعت میں کوئی نہیں ہوگا۔ جو حدیث پر پہرہ دینے کے لئے تیار ہو، وہ ضعیف، وہ ضعیف وہ ضعیف، کیوں، جو ان کے مطلب کی نہ ہو، وہ تو ہے ہی ضعیف۔

# مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

**سوال**: مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت فرمادیں۔

**جواب**: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اور کہا، اے اللہ کے پاک پیغمبر...... طبت حیا و میتا...... لا یجمع الله علیك الموتتین ابدا...... اے اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا۔ جو موت مقدر تھی...... ان الموت الذی کتب الله لها لك...... آپ اس سے آشنا ہو چکے، اب آپ پر دوسری موت نہیں آئے گی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ کہ اور مردوں کو برزخی شکل میں جب روح لوٹائی جاتی ہے اور حساب و کتاب، قبر کے سوال وجواب کے بعد روح واپس چلی جاتی ہے، اتنی تو واپس نہیں ہوتی، جس طرح یہاں کلیتًا ہے، لیکن روح نکلتی ہے، اس عالم کے لحاظ سے،

لیکن پیغمبر جو ہیں، ان کی طرف جب روح لوٹائی گئی، تو پھر وہ واپس نہیں جائے گی، تو جو دوسری موت ہر کسی کو آتی ہے، برزخ کے درجے کے مطابق وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں آئے گی۔

یہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو یہ اعلان کیا کہ...... لایجمع الله علیك الموتتین ابدا...... تو دوسری موت کی نفی کی جو باقی ہر ایک کو اس سے گزرنا ہے، لیکن پیغمبروں کو نہیں۔

اب جو اس نے شرح کو بیان کیا، ہم یہ کہتے ہیں کہ علامہ عینی نے یہ جب شرح بیان کی کسی نے اس پر رد نہیں کیا، اور اس نے عجیب بات لکھی، علامہ

عینی رحمۃ اللہ علیہ نے، یہ شرح بیان کرنے کے بعد کہا کہ...... هذا ما عليه اهل سنة والجماعة...... کہ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے...... وقال في معتزله...... اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے تو دونوں باتوں سے یہ بات واضح ہو گئیں، کہ اس حیات کا انکار معتزلہ کے سوا کسی نے نہیں کیا۔

تو اب اتنا تو ثابت ہو گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنا باقی اللہ سناتا کس طرح، یہ اللہ کی مرضی ہے، لیکن یہ بات کرنا تو ثابت ہے۔

پھر یہ کہ ہم درود پڑھتے ہیں...... اللهم صلی علی محمد و علی آل محمد...... لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حضرت عبداللہ ابن عمر درود پڑھتے تھے...... الصلوٰة والسلامِ عليك يا رسول الله...... تو صیغہ بدل گیا...... عليك...... اب اس کا معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تو نہیں ایسا کرتے تھے۔

اور پھر ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس، اور مجھے نام نہیں یاد اعتراض کرنے والا کون ہے، غالباً یزید ہے، اس نے اعتراض کیا کہ حضرت یہاں بیٹھے ہیں؟ قبر کے پاس بیٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ...... ما اتيت حجزا...... میں پتھر کے پاس نہیں آیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں۔

اس کا مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں وہ حاضری یہ ہوتی تھی کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اجساد محفوظ ہیں، اور اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح دنیا میں تھے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ اجساد محفوظ ہیں دلیل کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ تم بھی تو کہتے ہو کہ اجساد محفوظ ہیں دلیل کیا ہے؟

وہ کہتے ہیں کہ تم بھی تو کہتے ہو کہ اجساد محفوظ ہیں جو تمہاری دلیل وہی

ہماری دلیل، ہم کہتے ہیں کہ ذرا استدلال سے وضاحت کرو، تم ذرا دلیل پیش کرو، مانتے تو ہم بھی ہیں اور تم بھی مانتے ہو، محفوظ ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا...... ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ...... اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔

ہم کہتے ہیں کہ حدیث شروع سے کیوں نہیں پڑھتے؟ یہ حدیث آدھی کیوں پڑھتے ہو؟ بدن محفوظ ہے، حدیث پڑھو تو پوری پڑھو، ان کو پتہ نہیں کہ پوری کیا ہے؟ پھر ہمیں کہتے ہیں کہ اچھا تم پوری پڑھو، ہم کہتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کا بدن محفوظ ہوگا یا نہیں، نہیں سوال کیا سوال یہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا...... وکیف تعرض صلوا تنا علیك وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان الله عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء (ابوداؤد ج ا ص ۱۵۵)......اے اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ آپ جب مٹی میں دفن ہو چکے ہوں گے، تو ہمارا صلوٰۃ وسلام آپ پر کیسے پیش ہو گیا؟ سوال کیا تھا؟ بدن کے محفوظ ہونے کا یا صلوٰۃ وسلام کا؟ (صلوٰۃ وسلام کا) اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

اب منشیٔ رسالت یہ بیان کرنا ہے کہ بدن کس طرح محفوظ ہے کہ اس پر صلوٰۃ وسلام پیش ہو؟ (صلوٰۃ وسلام پیش ہو) تو بدن کی محفوظیت کا اقرار اس معنی میں کرنا ہے کہ بدن اس طرح محفوظ ہے کہ اس پر صلوٰۃ وسلام پیش ہو، اگر یہ نہیں تو پھر سوال وجواب میں مطابقت نہیں،

کہتے ہیں کہ اچھا پیچھے حدیث یہ ہے؟ تو جب حدیث دکھائی تو کہتے ہیں

کہ اچھا اس کی سند دیکھتے ہیں، گویا، جب تم کہو کہ بدن محفوظ، تو اس وقت سند دیکھنے کی ضرورت نہیں، اور جب ہم کہیں کہ بدن اس طرح محفوظ کہ صلوٰۃ وسلام پیش ہو تو اب سند دیکھیں گے۔

بھائی انصاف تو یہ ہے کہ لینے اور دینے کا ترازو ایک ہو، بعض دکان دار ہیں کہ جب ان سے سودا خریدیں تو ترازو وہی اور بیچیں تو ترازو وہی، اور بعض کی لینے کی اور، اور دینے کی اور، تو یہ ایمان داروں کا کام ہے؟ (نہیں)

اب جب کہیں کہ بدن محفوظ، تو حدیث وہ، اور جب کہیں کہ اس طرح محفوظ کہ صلوٰۃ وسلام پیش ہو تو پھر سند دیکھنی ہے، تو لینے اور دینے کا ترازو ایک نہیں ہے۔

تو اب سنو، میں نے اس حدیث کی سند کے ایک راوی کا نام لے لے کر بحث کی ہے۔ یہ حدیث معمولی نہیں۔

اور ایک بہت بڑے محدث تھے، حدیث پڑھاتے تھے، اب تقریباً تیس سال ہو گئے، میرے دوست تھے، ایک دفعہ انہوں نے مجھے کہا کہ ہم تو حیات النبی ﷺ اس طرح مان رہے ہیں، کہ ہمارے سب بزرگوں نے لکھا، ورنہ قرآن اور حدیث کی رو سے مجھے کوئی شرح صدر نہیں، میں تو اس لئے مانتا ہوں کہ ہمارے سب بزرگوں نے لکھا ہے۔

میں نے کہا کہ حضرت، آپ کے وضو کرنے سے پہلے میں سمجھا دوں، وہ وضو کرنے لگے تھے، آپ وضو بھی کرتے رہیں اور میری بات بھی سنتے رہیں، اگر وضو ختم کرنے سے پہلے سمجھا دوں تو پھر یہ ہوگا کہ اللہ والوں کی دعا شامل ہے، کہنے لگا کہ اچھا، تو انہوں نے وضو شروع کیا، تو حدیث سمجھنے والے تو تھے۔

تو میں نے کہا کہ یہ جو...... اجساد انبیاء ......والی حدیث ہے، یہ یہاں سے شروع نہیں ہوتی بلکہ یہ شروع ہوتی ہے...... وکیف تعرض صلوا تنا......

سے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام کیسے پیش ہوگا؟ جب آپ دفن ہو چکے ہوں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے پیغمبروں کے اجساد محفوظ ہوتے ہیں۔

تو اس کو سوال کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس طرح محفوظ ہیں کہ جس پر صلوٰۃ وسلام پیش ہو سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بدن مبارک قبر میں ہے، اس پر صلوٰۃ وسلام پیش ہوتا ہے، اور انہوں نے وضو ختم کر کے مجھے کھڑے ہو کر گلے لگا لیا انہوں نے کہا، کہ میرا زندگی بھر کا وسوسہ دور ہو گیا، لیکن ٹائم کیا لگا۔ دو اڑھائی منٹ۔

تو اگر انسان نیک نیتی کے ساتھ ہو تو اللہ والوں کی بات دل میں اثر کرتی ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک تھوڑا سا وقت بھی اللہ والوں کی صحبت میں آجائے، تو ایک منٹ میں وسوسے دور ہو جاتے ہیں، جو زندگی بھر دور نہ ہوں۔

تو میں طالب علموں کو کہتا ہوں کہ ہماری مجلس میں یہ باتیں سن کر تو اس کو آسان بات نہ سمجھیں، سحر انگاری میں، یہ تو آپ کی قسمت ہے، کہ خدا نے آپ کو یہ باتیں سنائی ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ضد اور دھڑے بندی کی بناء پر اپنے گروہ میں رہنا اور بات ہے، لیکن شرح صدر کے ساتھ آپ دیکھیں کہ کشتی کس طرف جا رہی ہے، میں اللہ کے گھر میں ہوں، باوضو ہوں، اور آپ کو روزے کی حالت میں کہتا ہوں، کہ صحیح اسلام جو

حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم والا تھا، وہ اس وقت علماء دیو بند کے پاس ہے، فطری طور پر، علمی طور پر وہ اسلام، جمہور علماء دیو بند اسی لائن پر ہیں۔

آپ کے اختلاف کتنے ہوں، سیاسی اختلاف ہوں، مدرسوں کے اپنے اختلاف ہوں، اپنے اپنے ذاتی اختلاف ہوں، لیکن جماعت دیو بند مجموعی طور پر، جس موضوع کو صحیح سمجھا اس سے علیحدگی نہیں کی، اس سے دس بیس آدمی جدا بھی ہو جائیں تو اس سے وہ عمارت گرے گی نہیں، اس عمارت کو نقصان نہیں ہوگا اور

ہم نے بزرگوں سے سنا کہ پہلے تو مجدد آتے تھے افراد میں، کہ فلاں شخص مجدد ہے، فلاں شخص مجدد ہے، اس آخری دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کھڑی کی ہے مجددین کے طور پر، کہ اس جماعت نے مل کر وہ کام کیا، کہ جو پہلے ایک مجدد کرتا تھا اور یہ جماعت والے کہاں ہیں؟ ہمارے رشتہ دار تو نہیں، وہ تو ہندوستان میں ہیں، اور جو یہ علماء ہیں وہ ہمارے علاقے کے ہیں، دوست ہیں، ملنے والے ہیں ہم ان دوستوں کو چھوڑ کر ان کو مانیں تو آخر اس کے لئے کوئی دلائل تھے، کہ ان کے مسئلے کی تہہ میں جانا کوئی مصلحت تھی کسی غرض کے لئے نہیں، وہ لوگ اتنے متقی تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ کے کچھ فرشتے ہیں مقرر ...... یبلغونی من امتی السلام ...... کہ جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں، یہ حدیث صحیح نسائی میں ہے، سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔

تو فرمایا ...... ان اللہ ملائکتہ ...... اللہ کے فرشتے کہاں ...... فی الارض ...... زمین میں، اور وہ مجھے درود پہنچاتے ہیں، تو ان کی سیاحت کہاں ہے؟ (زمین میں) تو ...... سیاحین ...... سیاحت کہاں ہے؟ ...... فی الارض ...... زمین میں، معلوم ہوا کہ جن سے وہ درود لیتے ہیں وہ بھی زمین پر، اور جس پر پیش کرتے ہیں،

وہ روضہ بھی زمین پر، تو...... سیاحین فی الارض ...... یبلغونی من امتی الصلٰوۃ ......اور اگر...... سیاحین بین السمآء والارض ...... کہ زمین و آسمان کے درمیان ہوتے اور میری امت کا درود مجھ تک پہنچاتے، لیکن حدیث میں کیا ہے...... سیاحین فی الارض...... معلوم ہوا کہ سیاحت ان کی یوں ہے یوں نہیں...... سیاحین فی الارض...... اس کے لئے لفظ ......سیاحین بین السمآء والارض ......تو درود پڑھنے والے کہاں ہیں...... فی الارض...... زمین میں اور جس پر پیش کرنا ہے وہ بھی زمین میں۔

تو فرشتے مقرر بھی زمین کی سیاحت کے لئے ہیں، اور یہ جو حدیث ہے کہ ...... من صلی علی عند قبری فسمعته ومن صلی علی نائیا بلغته...... اس کی دو سندیں ہیں ایک سند ہے ضعیف جس پر علماء نے بحث کی ہے اور ایک سند ہے اس کی قوی جس پر ابوالشیخ نے ثواب الاعمال میں نقل کی ہے۔

تو جب ہم اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، تو مطلقاً کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ جس کا دارو مدار کمزور سند پر نہیں اور بھی ہے، اور اگر وہ نہ بھی ہوتی پھر بھی یہ حدیث مطلقاً بالعبور تھی۔ تو محدثین جو علم حدیث کے ماہرین ہیں، وہ کدھر ہیں؟

**سوال**: کیا حضور درود سنتے ہیں؟ جو بھی قبر اطہر پر آ کر پڑھتا ہے۔

**جواب**: جب جا کر بات کرتے ہیں تو ان کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ سنتے ہیں، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نام سنا ہوا ہے؟ (جی) ان کے بیٹے نے اپنے وہابی عقائد پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھا ہوا ہے، جس پر نواب صدیق حسن خان صاحب نے تقریظ میں نقل کیا ہے، اس میں اس نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ...... ان النبی صلی الله علیه وسلم حی فی قبرہ و انه یسمع صلوته ویسلم علیه...... اور حضور ﷺ زندہ ہیں اور سنتے ہیں، یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب جو سخت ترین سمجھے

جاتے ہیں، انہوں نے بھی کہا ہے کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اب سعودی حکومت کا وزیر حج، جب روضہ رسول پر سلام پڑھتا ہے تو کن لفظوں سے پڑھتا ہے...... سلام الله یا سید الوریٰ...... یا...... کہہ کر...... علیك سلام الله یا سید الوریٰ...... تو اب یہ جو وہابی ہیں، اتنے سخت جو جالی کے قریب نہیں آنے دیتے جالی کو چھونے نہیں دیتے اور بادشاہ ان کا جمہوری حکومت نہیں۔

تو اگر یہ سننے کا عقیدہ شرک ہو، تو وہاں وہ خود جا کر پڑھیں؟ (نہیں) تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ اتنا مسلمات میں سے تھا کہ کسی بھی مسلمان نے اس کا انکار نہیں کیا، اور میری کتاب جو ہے مقام حیات، اس میں ایک باب باندھا ہے میں نے، اہل حدیث حضرات کے بارہ میں کہ ان کے بھی اقوال نقل کر کے میں نے کہا کہ سوائے معتزلہ کے اور کسی کی جرات نہیں ہوسکتی کہ اس مسئلے کا انکار کرے کیوں؟ انکار کرنے سے سارا حدیث کا ذخیرہ پانی میں ڈالنا پڑتا ہے، اس کے لئے غیر مقلد تیار نہیں ہوئے۔

جب میں نے کہا کہ، حضور کا فیضان اب تک جاری ہے، لیکن ہے اللہ کی قدرت کے ساتھ اپنے طور پر نہیں اللہ کی قدرت کے ساتھ ہے...... انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشآء ......تو کہنے لگے کہ آپ دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے؟

میں نے کہا، کہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور مہتمم مولانا فیض احمد ہیں، اور اگر حضور ﷺ کے فیض کو ہم جاری و ساری نہ سمجھیں، تو فیض احمد نام رکھنا شرک ہوگا، یا نہیں؟ میں نے کہا کہ انہوں نے اپنا نام بدلا ہے؟ کہا کہ نہیں، میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ قائل ہیں۔

وہ پھر پوچھنے لگے کہ حضور ﷺ نور ہیں، اس کے یہ قائل ہیں؟ میں نے

کہا کہ قاضی شمس الدین جب فوت ہوئے ان کے بڑے بھائی ان کا نام تھا قاضی نور محمد، اور آخر دم تک وہ قاضی نور محمد ہی رہے، اگر یہ عقیدہ نور محمد خلاف اسلام ہوتا تو کیا وہ نام تبدیل نہ کرتے، بہت بڑے عالم تھے، لیکن انہوں نے اپنا نام نہیں بدلا، معلوم ہوا کہ حضور کو نور وہ بھی کسی تاویل اور حیثیت سے مانتے ہیں، تو قاضی نور محمد اور مولانا فیض احمد اور اس طرح کے کچھ نام ہیں وہ منہ بولتی تصویر ہیں ہمارے عقائد کی۔

**سوال**: بریلوی حضرات حضور ﷺ کی روح جسم میں نہ ہونے کے قائل ہیں؟

**جواب**: بریلوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روح مبارک جسم کے اندر نہیں، بدن کے باہر ہے ہم کہتے ہیں کہ روح مبارک بدن کے اندر ہے، جس طرح دنیا میں ہماری روح بدن کے اندر ہوتی ہے، اس طرح عالم برزخ کی مناسبت سے، جسم اس طرح نہیں، لیکن روح بدن کے اندر ہے، وہ کہتے ہیں کہ روح حاضر ناظر ہے، جب وہ کہتے ہیں کہ روح حاضر ناظر ہے، تو بدن کے اندر تو نہ مانی۔

ہمارے بزرگ حیات النبی ﷺ پر زور اس لئے دیتے ہیں کہ اگر حیات النبی ﷺ کا مسئلہ حل ہو تو حاضر ناظر کا مسئلہ قائم نہیں رہتا۔

تو حاضر ناظر کا معنی یہ کہ روح مبارک بدن کے باہر ہے، تو بدن محفوظ ہے تروتازہ ہے، لیکن روح اندر نہیں، یعنی جو ان کا عقیدہ ہے، اس کے قریب قریب ان کا عقیدہ ہے، ہم نے انہیں کہا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں ہم تو میدان میں نکلے تو تم کیوں تائید نہیں کرتے؟ ان سے جب پوچھا انہوں نے کہا کہ ہم اگر حیات النبی ﷺ کے قائل رہے، تو پھر حاضر ناظر کا مسئلہ ختم ہوتا ہے۔

**سوال**: حضور ﷺ کی بشریت کے متعلق کیسے بیان کیا جائے؟

**جواب** ان سے ایک دفعہ پوچھا تھا کہ اگر ثابت کرنا ہو کہ انبیاء بشر نہیں، تو کیا

طریقہ ہے، انہیں کا آدمی پوچھتا ہے کہ اگر ثابت کرنا ہو کہ انبیاء بشر نہیں تو کیا طریقہ ہے، میں نے کہا کہ ان کی طرف سے سن لو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں نے یہ کہا تھا...... نحن ابناء الله و احباؤه...... ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں...... قل...... اے پیغمبر کہہ دو...... فلم یعذبکم بذنوبکم ...... اگر تم بیٹے ہو، تو خدا تمہیں سزا کیوں دیتا ہے، بیٹے کو تو کوئی سزا نہیں دیتا۔

اور تم کہتے ہو کہ...... نحن ابناء الله و احباؤ ہ...... ہم اس کے محبوب ہیں تو فرمایا کہ اگر تم محبوب ہو تو اس کے جواب میں کیا فرمایا؟...... فلم یعذبکم بذنوبکم ...... وہ تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ یہ جواب کس کا ہے؟...... ابناء الله ...... آگے...... واحباؤه...... ہم اس کے محبوب ہیں، اس کا جواب ہے کہ تم محبوب نہیں...... بل انتم بشرا ممن خلق...... بلکہ تم تو بشر ہو، تو معلوم ہوا کہ محبوب بشر بھی ہوسکتا ہے۔

ایک طرف تم کہتے ہو حضور محبوب خدا ہیں اور انہیں کہتے ہو کہ بشر ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہتے ہیں کہ ہم بشر ہیں، کہا کہ تم محبوب نہیں...... بل انتم بشر...... بلکہ تم تو بشر ہو، اب یہ استدلال ہو گیا کہ جو بشر ہے وہ محبوب نہیں۔

اس کیلئے یہ سمجھو، ہے علم معانی پر، لیکن آپ اس کو استحضار کریں گے، آپ نے علم معانی میں یہ قاعدہ پڑھا ہو گا کہ...... تنوین آتی ہے، یا غائت تعظیم کے لئے، یا آتی ہے غائیت تحقیر کے لئے، اس تنوین کو معمولی قرار دینا، تو یہ جو بشرٌ کی جو تنوین ہے، وہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ وہ اللہ کے محبوب ہیں، نہ...... بل انتم بشر...... تم تو معمولی انسان ہو...... ممن خلق...... اور تاویل کر دی، یعنی پہلے بشرٌ

میں تھا پھر...... ممن خلق...... اس کا مطلب یہ ہے کہ تم معمولی سے چھوٹے سے آدمی ہو، تم کس طرح کہتے ہو کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں، اب جو اللہ کا محبوب ہے تو وہ معمولی سا انسان تو نہیں ہوتا وہ تو اعلیٰ خاندان میں بھیجا جاتا ہے، حسب ونسب اس کا بہتر ہوتا ہے۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملک روم کو خط لکھا تو اس نے پوچھا کہ آپ کا حسب ونسب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اعلیٰ حسب ونسب ہے، تو وہ اچھے لوگوں میں ہوتے ہیں معمولی لوگوں میں سے تو نہیں،

تم کہتے ہو کہ...... ابناء اللہ و احباء ہ...... ہم خدا کے محبوب ہیں...... بل انتم بشر ممن خلق...... بشر کی تنوین بھی تحقیر کی اور...... ممن خلق...... میں اور اس کی تعمیم مقصود تھی۔

تو اس کا جواب علم المعانی کے قاعدہ کے اور نہیں بن سکتا، اور پھر اس پر آدمی میں بیان کرنے کی قدرت ہو۔

اب دیکھیں بشرٌ کہنا کافی نہیں تھا؟ (کافی تھا)...... بشر ممن خلق...... کہہ دیا تو کیا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کی تعمیم کی جارہی ہے۔ تحقیر کی جارہی ہے معمولی ہونا بیان کیا جارہا ہے۔

**سوال**: منافق کے لئے دعا کرنا جائز ہے؟

**جواب**: یہ تو حضور کو اللہ نے روکا، حضور کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة...... تو ان کیلئے استغفار کی دعا کریں یا نہ کریں، ستر دفعہ بھی کریں تو میں مانوں گا نہیں، تو معلوم ہوا کہ دعا کرنا جائز تھی، کرنی تو جائز ہے، چاہے ستر دفعہ بھی کریں، ماننا نہ ماننا خدا کا کام ہے، دعا کرنا یہ عیب نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے کہا نہ، اب کے بعد نہیں کرنی تو پھر بھی منع کر دیا گیا، تو

پہلے جائز تھی۔

**سوال**: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کیلئے دعا مانگی تھی؟

**جواب**: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کیلئے طوفان سے بچاؤ کی دعا مانگی تھی۔ تو اللہ نے کہا تھا کہ یہ بچاؤ کا وعدہ ہے وہ ایمان والوں کے ساتھ ہے، تو اس کا یہ معنی نہیں تھا کہ مشرکین کے بخشش کی دعا کی ہے

**سوال**: اللہ کی ایک صفت دوسری سے مغلوب نہیں ہوتی وضاحت فرمائیں؟

**جواب**: ان تعذبهم فانهم عبادك ...... اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں، ادھر عذاب سختی کا بھی تھا، اور تیرے ہی بندے ہیں، نرمی والی بات...... وان تغفرلهم ...... پھر نرمی والی بات، اس پر سختی والی بات کہی ...... فانك انت العزيز الحكيم ...... تو غالب ہے یعنی تو اگر سختی کرے تو تو نرمی والا اور اگر تو نرمی کرے تو تو سختی والا، یہ عجیب بات ہے ...... فانك انت العزيز الحكيم ...... اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں، اس میں نسبت خدا کی طرف کرکے یہ اشارہ نرمی ذکر کی گئی ہے ...... وان تغفرلهم ...... اور اگر تو ان کو بخش دے، تو پھر سختی ذکر کی گئی ...... انك انت العزيز الحكيم ...... اس کے مقابلے میں، اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت دوسری سے مغلوب نہیں ہوتی ہے، جس طرح سختی کر رہا ہو، تو اسی وقت وہ نرمی پر قادر نہیں اور جب نرمی کر رہا ہو تو اسی وقت وہ سختی نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت تو مزاج ہی اور ہوا ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ اس کی کوئی صفت دوسری سے مغلوب نہیں ہوتی، جس وقت وہ عذاب کر رہا ہے عین اسی وقت رحم کی شان اس پر ہے اور جس وقت وہ رحم کر رہا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ وہ بے بس ہے، یہ نہ سمجھو کہ وہ مجبور

ہے، عین اسی وقت وہ پکڑنے والا ہے، جس وقت وہ رحم کر رہا ہے، تو اس لیئے کسی کو نہیں چھوڑ کہ وہ پکڑ نہیں سکتا، عین اسی وقت وہ پکڑ پر پورا قادر ہے اور جب پورا پکڑ رہا ہے تو عین اسی وقت وہ رحم پر پورا قادر ہے، تو اس کی کوئی صفت دوسرے سے مغلوب نہیں ہوتی۔

تو علماء لکھتے ہیں کہ ایسا کلام پیغمبر ہی کرسکتا ہے کہ ایک ہی جملے میں......

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم...... کہ اے اللہ تیری کوئی شان دوسری سے مغلوب نہیں، جب تو عذاب دے عین اس وقت تو رحمان ورحیم ہے، اس وقت یہ نہیں کہ تو رحمان ورحیم نہیں اور جب تو رحمان ورحیم ہو عین اس وقت تو عزیز وحکیم بھی ہے۔

یہ نہیں کہ ان صفات کے وقت تجھ پر آتے ہیں، ان صفتوں کے وقت تجھ پر نہیں آتے، ہر وقت تو ہر شان اور صفت سے موصوف تیری کوئی صفت دوسری سے مغلوب نہیں ہوتی۔ بہر حال اس آیت کے معنی سمجھ میں آ گئے؟ (جی)

اب لفظ سمجھو......تو فیتنی......کا لفظ نکلا ہوا ہے وفات سے، وفات کا معنی پورا ہونا اور کسی سے پورا لینا اس کو کہتے ہیں ......تو فیت المال منه......میں نے اس سے پورا مال لے لیا، تو توفی عام طور پر اس کو کہتے ہیں کہ جو موت فطری ہو، یعنی اگر وہ قتل ہو گیا اور گھر بیٹھے ہی مارا گیا، تو کہتے ہیں کہ پورا ہو گیا، عام طور پر پنجابی میں بھی یہ محاورہ ہے کہتے ہیں کہ

''فلاں پورا ہو گیا اے''

اس کا وقت پورا ہو گیا، تو پورا کا لفظ وفا کا، اب پورا کا لفظ موت کے معنی ہیں یا موت کا مجازی معنی؟ (مجازی معنی) اس طرح توفی کا لفظ جو ہے اس کا لفظی معنی پورا کرنا ہے، اور مراد موت بھی ہو سکتی ہے، تو موت اس کے مجازی معنی ہیں

حقیقی نہیں۔

مرزائیوں نے یہاں ایک چال چلی ہے کہتے ہیں کہ لفظ توفی کا فاعل جب خدا ہو اور مفعول اس کا انسان ہو تو یہ موت کے معنی میں نہیں آیا۔

بھائی گرائمر میں فاعل کی قید کی ایک ذات سے کبھی ہوتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ......فاعل مرفوع......فاعل مرفوع ہے، تو کبھی کہا ہے کہ فاعل اگر اتنی عمر کا ہو تو مرفوع ہے ورنہ نہیں، تو بھائی جو قاعدہ ہے وہ قاعدہ ہی ہے، اس میں کسی فرد کی تخصیص تو نہیں ہے؟

اور...... مفعول منصوب......مفعول منصوب ہوتا ہے، اس میں کسی فرد کی قید ہے کہ یہ جب ہو تو منصوب ہوگا ورنہ نہیں، تو کوئی قید تو نہیں ہے؟ (نہیں) تو اب گرائمر میں یہ قید لگانا مرزا غلام احمد نے لگائی کہ فاعل اگر اس کا خدا ہو تو موت کے معنی میں ہے۔

تو ان سے کہو کہ گرائمر کا خدا سے کوئی تعلق ہے؟ کیا گرائمر دھریے نہیں جانتے؟ (جانتے ہیں) کیا زبانیں وہ لوگ نہیں بولتے جو خدا کے قائل نہیں ہیں؟ (بولتے ہیں) تو اگر زبان کے قاعدوں میں خدا کا لفظ آ جائے تو یہ بہت بڑی عجیب بات ہوگی۔

تو ان کا یہ کہنا کہ خدا فاعل ہو اور یہ ہو تو پھر چکر ہی ہے؟ (جی)

اس کا جواب جو ہے وہ سنو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ......انه......سے شروع ہو، اور اس کی خبر جو ہے وہ لام تاکید کے ساتھ ہو اب......وانه لعلم الساعة......کہ لفظ انه سے شروع ہوا اور اس کی خبر لام تاکید سے ہو اور لفظ کے آخر میں تا ہو تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ساتھ اترنے پر ہی آتا ہے، اور نہیں، اب ظاہر ہے کہ ہر کوئی دیکھے......وانه لعلم للساعة ......دیکھ کر کہے خود گھڑی

ہے؟ تو یہ کوئی علم تو نہیں۔

اسی طرح انہوں نے قید گھڑ لی کہ لفظ توفی کا فاعل اللہ ہوا اور اس کا مفعول ذی روح ہو، انسان ہو، اور باب تفاعل میں ہو، تو یہ تو چال ہے۔

**سوال**: توفی کی وضاحت فرمادیں تاکہ عیسائیت کے دلائل اور ان کا رد ہو سکے۔

**جواب**: گرائمر کی کتابوں میں کبھی اللہ کا لفظ زیر بحث آتا ہے؟ (نہیں) فاعل انسان ہو، مومن ہو، کافر ہو، بچہ ہو، بڑا ہو، خدا ہو، غیر خدا ہو، کبھی کسی قاعدے میں ہوا کہ خدا فاعل ہو، تو یہ اور دوسرا فعل ہو تو یہ گرائمر میں تو یہ قاعدہ کوئی نہیں، ہاں علم بیان میں ہے کہ...... انبت ربیع البقل...... کہ خدا فاعل ہو تو معنی یہ ہے اور اس کے معنی ایک ہی ہیں دو نہیں...... انبت ربیع البقل...... کہ معنی ایک ہی ہیں دو نہیں پھر یہ کہ اگر اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس سے مراد یہ سمجھی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ نہ ہو تو مراد یوں سمجھی جائے گی، تو مراد میں اختلاف ہے معنی میں اختلاف نہیں ہے معنی ایک ہی ہے۔

تو یہ آیت ہی آپ کے ذہن میں آ گئی؟ (جی) وہ وفات مسیح پر پہلی آیت پیش کرتے ہیں کہ...... قد خلت من قبله الرسل ...... اور دوسری یہ پیش کرتے ہیں، ہم جب نزول مسیح پر بات کرتے ہیں تو پہلی آیت ہم یہ پیش کرتے ہیں کہ...... وانه لعلم للساعة...... اور دوسری پیش کرتے ہیں...... بل رفعه الله اليه...... تیسری پیش کرتے ہیں کہ...... وان من اهل الكتاب الا ليؤ منن به قبل موته......

جب اللہ تعالیٰ کہیں گے ...... يعيسىٰ...... اے عیسیٰ...... انی متوفيك ...... میں تجھے پورا کروں گا، کیا معنی؟ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ یہودی جو کہتے ہیں کہ تجھے قتل کریں، یہ تجھے قتل نہیں کر سکیں گے، میں تجھے پورا کروں گا، یعنی جتنی زندگی

تیرے لیئے رکھی ہے، وہ پوری ہو کر رہے گی، یہ تیرے قتل پر قادر نہیں ہو سکیں گے، میں پورا کروں گا، یعنی تجھے پورا لوں گا یہ معنی کہ دفن حضور کے ساتھ اور تجھے پورا کروں گا، اس کا معنی یہ کہ مرزائیوں کو موافق کر کے میں ان کو توڑ لگاؤں گا، تجھے پورا کروں گا یعنی میں تجھے پوری زندگی دوں گا، یہ تجھے مار نہیں سکین گے، مارے گا تو کون مارے گا ؟(میں) میں ماروں گا، توفی میں تجھے میں کروں گا، یہ تجھے پورا نہیں کرسکیں گے۔

اور اس کی صورت کیا ہوگی ؟پورا میں کروں گا، صورت یہ ہوگی ...... ورافعك الی...... کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں، گا تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔

یہ جو کہا کہ میں تجھے پورا کروں گا اور اٹھاؤں گا، بعد میں تو پورا کرنے میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ تیری زندگی پوری ہوگی، مین تجھے پورا وقت زندہ رہنے دوں گا، یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے، تو پوری زندگی پائے گا۔

اور اس کی صورت کیا ہوگی؟ یہ تب ہے کہ جب متوفی کے معنی پورا کرنا ہوں، وجہ اس کی یہ ہے کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا۔

وہ فرماتے ہیں کہ ......متوفیك...... کہ میں تجھے اٹھادوں گا اس کا معنی ہے......نمیتك ......تو اب حضرت ابن عباس نے توفی کے معنی ...... نمیتك ......کے لیئے۔

اب اس پر معنی کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ گھبرانہ...... انی نمیتك......میں تجھے موت دوں گا، یعنی ان کے ہاتھوں تجھے موت نہیں آئے گی، تو کسی کے بھی ہاتھ موت آئے تو حقیقت میں وہ خدا کی طرف سے ہیں، لیکن جب خدا تسلی کے طور پر کہے کہ تجھے موت میں دوں گا، تو اس سے مراد یہ کہ تیری

موت طبعی ہوگی ان کے ہاتھوں نہیں آئے گی اور میں تجھے پورا کر کے رہوں گا، یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ اب اس کا معنی کیا ہے؟ کہ یہ قتل نہیں کرسکیں گے۔ یہ معنی لازم ہے، میں تجھے وفات دوں گا، اس کا معنی لازم کیا ہے کہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تجھے قتل نہ کرسکیں اور اللہ تجھے پوری زندگی دے، یہ ہوگا کیسے؟ فرمایا...... رافعك الی...... میں اٹھالوں گا تجھے اپنی طرف، میں تجھے پورا کروں گا، اور دوسری بات اور تجھے اٹھاؤں گا، یہ جواب ہے کہ پھر یہ جو موجودہ حالات ہیں، یہ تجھے قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں، سولی چڑھانے کا پروگرام بنا رہے ہیں، اس سے مخفی کیسے ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان فرمائی...... ورافعك الی ...... تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تجھے وفات میں دوں گا، اس کا معنی لازم کیا ہے کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکتے۔ جو مقدمہ اب چلا ہوا ہے اس کے بارہ میں کہا کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے...... تجھے وفات میں دوں گا۔ تجھے پورا میں کروں گا۔

اب یہ اہتمام ہے کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے، یہ معنی لفظی تو نہیں، یہ تو معنی لازم ہوا لفظی معنی، تو یہ ہے کہ تجھے وفات میں دوں گا۔ اور یہ معنی کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔ یہ لازم ہے، تو جو معنی لازم ہے، اس کا اثر کیا ہے؟ کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے، اور اس کا اثر ہے تسلی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی۔

تو جو متوفیك کا معنی لازم ہے کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔ تو...... متوفیك...... کے معنی لازم کا جو اثر ہے، وہ رفع سے پہلے تھا اس لئے......

رافعك...... کو متوفی سے پہلے لے آئے کہ گو...... **متوفیك** ...... کا عمل جو ہے وفات خدا نے دینی ہے، وہ تو ہو گی...... **رافعك**...... کے بہت بعد، آپ آسمانوں پر رہیں گے اور کئی صدیاں رہیں گے۔ پھر اللہ نازل کرے گا تو پھر وفات ہو گی تو وفات کا عمل تو ہوگا، بہت بعد میں، لیکن اس کو رفع پر مقدم اس جہت سے کیا کہ اس کے معنی لازم میں تسلی کا اثر ہے۔

اور اس تسلی کی ضرورت کب تھی؟ رفع سے پہلے کہ رفع کے بعد؟ (رفع سے پہلے) جس وقت جھگڑا چل رہا تھا، اور ان کو پھانسی پر لٹکانے کا پروگرام بن رہا تھا، اس وقت کہا کہ تجھے وفات میں دوں گا، تو اس کا معنی کیا ہوا؟

اس کے معنی میں دو چیزیں ملتی ہیں، ایک تو یہ کہ تیری وفات جب میں چاہوں گا اسی وقت ہو گی اور دوسرا معنی اس پر یہ لازم آیا کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔ تو اب یہ جو قتل نہیں کرسکیں گے، اس میں اس کا اثر کیا ہوا؟ اس کا اثر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی ملی اب تسلی ہو گئی کہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے، جب بھی میں مروں تو طبعی موت ہو گی، خدا وارد کرے گا۔

اب اس میں یہ معنی نہیں کہ موت تو خدا ہر کسی کو دیتا ہے، یہاں خاص اس کا ذکر ہے جو عام باتوں میں نہیں، پھر وہ خاص کیا ہے؟ ہم کہیں گے کہ وہ خاص وہ معنی لازم ہے کہ یہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے۔

اور جب کسی کو بتایا جائے کہ یہ تجھے مار نہیں سکیں گے، تیری موت اسی وقت آئے گی۔ جب خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے تجھے طبعی طور پر ماریں، کسی کے ہاتھوں سے نہیں، اللہ تعالیٰ تجھے خود ماریں گے تیری موت اسی وقت آئے گی، اس کا اثر کیا ہوگا؟ (تسلی ہو گئی) اب یہ تسلی تو ہے وہ موت سے پہلے ہوئی ہے تسلی کس کے مقابلہ میں؟ (قتل کے مقابلہ میں) اور اب موت کا عقیدہ تو ہے کہ ایک

دن آنی ہے، تو یہ تسلی کس کے مقابلہ میں ہے؟ (قتل کے مقابلہ میں)

اور موت برحق ہے اب اس کے درمیان سوال پیدا ہوا کہ ایک بات تو طے ہوگئی کہ موت اللہ دے گا، اب تسلی بھی ہوگئی کہ قتل نہیں کرسکیں گے تو پھر یہ ہوگا کیسے؟

اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا دوسرا ارادہ ظاہر فرمایا، فرمایا میں تجھے اٹھالوں گا، تو اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہے کہ میں تجھے موت دوں گا یہ پہلا ارادہ ہے اور اٹھاؤں گا یہ دوسرا ارادہ ہے گو پہلا ارادہ وقوع میں آئے گا۔ بہت صدیوں بعد، لیکن جو ارادہ تھا اس وقت کہ میں تجھے وفات دوں گا اس ارادے کا اظہار کیا تسلی دینے کی خاطر تو اس لحاظ سے ارادہ پہلے کیا وقوع اس کا ہوگیا بعد میں۔

لیکن یہ جو جہت ہے کہ اس میں تسلی اور تشفی دینی تھی، اس لحاظ سے اس کو مقدم کیا اور کہا کہ میں تجھے ماروں گا اور یہ ہوگا کیسے؟ تو فرمایا کہ تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

تو مارنے کا وقت تو بہت دیر بعد ہوگا اب اپنی طرف اٹھالیا، اس کا معنی یہ نہیں کہ اسی ترتیب سے سارا کچھ ہوگا، بیان اس ترتیب سے کیا کہ ...... انی متوفيك ...... سے تسلی ملی کہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے اور ...... رافعك ...... سے فوت امر ملی کہ اس طریقے پر عمل ہوگا، اب اس سے بہتر کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

اب اگر یہ ہوتا کہ ...... رافعك الی ...... و متوفيك ...... تو پھر ...... متوفيك ...... کہنے کہ ضرورت نہیں، میں تجھے اٹھالوں گا اور یہ قتل نہیں کرسکیں گے ...... رافعك ...... میں تجھے اٹھالوں گا پھر ...... متوفيك ...... کی ضرورت نہیں تھی۔

متوفيك ...... کی ضرورت ہے، تو اس صورت کے آئے پہلے تاکہ پھر جوڑ لگ جائے اگر ہوتا ...... رافعك ومتوفيك ...... تو بڑی بے ڈھنگی بات ہوتی۔

اب اس پر پھر غور کرو، میں تجھے وفات دوں گا یعنی میں تجھے ماروں گا یہ معنی کر رہا ہے ہم مرزائیوں کی وجہ سے یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر کی وجہ سے، جو بخاری شریف میں ہے؟ (ابن عباس کی وجہ سے) ورنہ وہ تو کہتے ہیں کہ ...... متوفیك ...... اور ...... رافعك...... کا معنی ایک ہے اور ...... و ...... عطف تفسیری ہے، لیکن میں ان کی بات کو سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں۔اب بتایئے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرما دیتا...... ورافعك الی ...... تجھے اپنی طرف اٹھالیتا، اس میں ردّ کس کا تھا؟ یہ تجھے قتل نہیں کریں گے میں تجھے اٹھالوں گا، یہ تردید کن کی ہوئی؟ (یہود کی) اور جب کہا کہ میں تجھے ماروں گا ٹھیک ہے میں تجھے اٹھالوں گا تیری حفاظت کروں گا، لیکن میں موت بھی تجھے دوں گا، تو یہ تردید کن کی ہوئی؟ (عیسائیوں کی) عیسائی تو کہیں کہ یہ خدا ہے، اور خدا کا بیٹا ہے، اور خدا کو موت آتی ہے؟ (نہیں) اور میں نے جو کہا کہ میں تجھے ماروں گا اس کا معنی یہ کہ خدا نہیں، تو میرا بیٹا نہیں، اور تو خدا بھی نہیں، تجھ پر موت آئے گی، یہ ردّ ہے عیسائیوں کا اور ...... و رافعك الی ...... یہ یہودیوں کا رد ہے۔

اچھا اب دونوں میں جرم کس کا بڑھا، ایک کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر نہیں، اس نے جھوٹ بولا اور جرم کیا اور ایک کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں، اس نے جھوٹ بھی بولا اور شرک بھی کیا، کفر بھی کیا اور شرک بھی کیا، تو بڑا جرم کس کا ہے؟ (عیسائیوں کا) عیسائیوں کا بڑا جرم، اور یہودیوں کا چھوٹا جرم، تو جن کا بڑا جرم تھا اس کے لئے مقدم کیا ...... متوفیك...... اور جن کا جرم دوسرے درجے کا تھا اس کا دوسرا جرم ڈالا ...... ورافعك الی ......

اب یہ جو دوسری تقسیم میں نے کی ہے، اس میں رد ہے نصاریٰ کا، اور اس میں رد ہے یہود کا، یہ ترتیب مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے...... المریح

في تحقيق المهدي والمسيح ...... اس میں انہوں نے یہ بات کی ہے۔ اور میں نے جو آپ کے سامنے معنی بیان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ تجھے قتل نہیں کر سکیں گے، میں نے ان کے ہاتھوں کو تجھ سے روکا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں ایک مقام پر۔

وہ آیت ہے سورۃ المائدہ میں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... اذ قال الله يعيسى ابن مريم ...... جب کہیں گے اللہ تبارک اے بیٹے عیسیٰ مریم کے ...... اذكر نعمتي عليك ...... تو انعام کو یاد کر تو تیرے اوپر ہوا ...... و على والدتك ...... اور تیری والدہ پر ...... اذ ايدتك بروح القدس ...... جب میں نے مدد کی تیری روح القدس سے ...... تكلم الناس في المهد و كهلا ...... اذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ...... واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني و تبرئ الاكمه والابرص باذني واذ تخرج الموتى باذني ...... تو مردوں کو زندہ کرتا تھا، میرے اذن سے ...... واذ كففت بني اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينات ...... اور میں نے روکا بنی اسرائیل کو تجھ سے، یعنی بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھے چھو نہ سکے۔

اذ كففت بني اسرائيل ...... جب میں نے روکا بنی اسرائیل کو ...... عنك ...... تجھ سے، کیا معنی؟ ان کو روکا کہ وہ تجھے قتل نہ کر سکے، وہ تجھے پکڑ نہ سکے۔

تو یہ جو ہے اللہ تعالیٰ کا احسان جتلانا کہ ان کے ہاتھوں کو روک رکھا اس سے معنی لازم وہ ہیں کہ ان کو روکے رکھا کہ جسے ...... متوفيك ...... کے معنی میں معنی لازم، اس جملہ سے کہ ان کے ہاتھوں کو تجھ سے روکے رکھا۔

اب یہ ہے ترجمہ، تفصیل کا ایک مقام پر، میں نے جواب معنی کئے ...... متوفيك ...... میں تجھے پورا پورا کروں گا، یعنی ان کے ہاتھ تجھے چھو نہیں سکیں گے یا

اللہ صورت کیسی ہوگی؟ فرمایا...... رافعك الی ...... تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔

اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟...... مطهرك من الذين كفروا...... کہ کافروں سے میں نے تجھے پاک کر دیا تو...... مطهرك من الذين كفروا...... اور...... رافعك ...... اور...... متوفيك...... کا معنی ایک ہی ہو جاتے ہیں...... متوفيك...... کے لفظی معنی نہیں، معنی لازم...... رافعك...... اور...... مطهرك...... تینوں کے معنی ایک ہی ہو گئے۔

تو اگر وہ معنی لازم شروع میں نہ کرتے تو پھر سیاق میں بات نہ ہوتی...... و مطهرك من الذين كفروا...... اور آگے فرمایا...... و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة...... کہ جو تیرے تابع دار ہیں ان کو میں تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا...... جاعل الذين...... میں کروں گا ان لوگوں کو...... اتبعوك ...... جنہوں نے تیری تابع داری کی ...... فوق الذين كفروا...... ان کے اوپر جو تیرے منکر ہوئے...... الی یوم القيمة...... قیامت تک۔

تو قیامت تک کون غالب رہیں گے؟ قرآن میں ہے کہ اے مسیح! جو تیرے تابع دار ہوں گے، وہ قیامت تک غالب رہیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تابع داری کب تک رہے گی؟ (قیامت تک) اور اب کسی پیغمبر کی تابع داری حضور کے بعد کسی اور پیغمبر کی رہ سکتی ہے؟ (نہیں)

فرمایا...... لو كان موسیٰ حيا...... اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو...... لما وسعه الا اتباعي...... تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی چارہ نہیں، سوائے اس کے کہ میری تابع داری کرے، تو تابع داری کس کی رہے گی؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تابع داری کی جا سکتی ہے؟ تو تابع داری آخر تک کس کی رہے گی؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی)

اب جو اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتے ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام جو تیرے تابع دار ہیں، میں ان کو قیامت تک غالب رکھوں گا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تابع داری کیسے قائم رہی، جب پہلے تمام پیغمبروں میں سے کسی کی تابع داری نہیں، وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آئیں، قوم میں حکم بنیں، ان کی قیادت ہو اور ان کی تابع داری بھی ہو۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تابع داری نہ ہونی ہوتی، تو پھر ان انبیاء میں ہوتے جن کے بارہ میں کہہ دیا کہ اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتا تو میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع نہیں تو عیسائی کہاں سے آگئے؟ عیسیٰ علیہ السلام کی تو اتباع اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ واقعی وہ دور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پائیں، قوم کی قیادت کریں، شریعت محمدی کے مطابق چلیں، اور قوم ان باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرے، اور منکروں پر غالب رہے۔

**سوال**: مرزائی حیات مسیح اور حیات موسیٰ علیہ السلام پر روایت پیش کرتے ہیں؟

**جواب**: لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیان...... یہ کوئی حدیث نہیں، من گھڑت ہے، البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مرزائی پیش کرتے ہیں، یہ حدیث من گھڑت جب وہ پیش کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ان کو، جب وہ کہتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ دونوں زندہ نہیں،

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات تو بعد میں زیر بحث آئے گی پہلے موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بتاؤ کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مرزا غلام احمد نے نور الحق میں لکھا ہے کہ...... انه حی وما هو من المیت...... کہ موسیٰ زندہ ہیں اور وہ مردہ نہیں۔

تو اگر حدیث میں ہے...... لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیان...... تو تم نے ثابت کیا کہ دونوں زندہ نہیں، ہم کہتے ہیں کہ موسیٰ کے متعلق تو خود لکھا ہے کہ زندہ

ہیں...... انه حی وما هو من المیت......

ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ زندہ ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ ہے، اگر وہ حدیث ہے، فرض کر لیں تو یہ حدیث ان کے راستے میں رکاوٹ ہے اور ہمارے راستے میں بھی رکاوٹ ہے، معنی کیا ہے؟ کہ دار الاتباع کون سی جگہ ہے؟ (دنیا) اور جو آخری جہاں ہے وہ ہے دار الجزاء، یہ دار الاتباع ہے اور وہ دار الجزاء ہے، اگلے جہاں میں تو اتباع ہے ہی نہیں، تو۔

آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اس سے مراد کہاں زندہ ہونا ہے؟ (دنیا میں) کیوں، آگے اتباع ہے، اتباعی، تو میری اتباع کرتے، معلوم یہ ہوا کہ حیات وہاں کی زیر بحث ہے جہاں اتباع ہو، تو معلوم ہوا کہ موسیٰ دار الاتباع میں زندہ نہیں، اگر ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانتے ہیں تو دار الاتباع میں یا آسمانوں پر؟ (آسمانوں پر) دار الاتباع میں نہیں۔

اگر یہ حدیث بھی ہو کہ...... لو کان موسٰی و عیسٰی حیان...... تو مراد یہ ہے کہ اگر دونوں دار الاتباع میں زندہ ہوں تو میری پیروی کے بغیر چارہ کار نہیں، تو اگر ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مانی تو کہاں، دار الاتباع میں یا آسمان پر؟ (آسمان پر) تو پھر اگر حضرت موسیٰ اپنی قبر میں زندہ ہوں تو وہ دار الاتباع نہیں، تو نفی ان کی حیات کی ہے دار الاتباع میں۔

یہ حدیث نہیں، ابن کثیر نے اس کو نقل کیا لیکن سند کے ساتھ نہیں، یہ مرزائی ایک حوالہ دیا کرتے ہیں، شرح فقہ اکبر کا، شرح فقہ اکبر جو ملا علی قاری کی ہے اس میں جو مصر کا مطبع ہے اس میں لکھا ہوا ہے...... لو کان موسیٰ و عیسٰی حیین...... تو وہی مقام ہم نے ہندی کتابوں میں دیکھا، مطبوعوں میں تو صرف......

لو کان موسیٰ...... ہے...... لو کان عیسیٰ......نہیں۔

اور مرزائی ایک دفعہ مناظرے میں کہنے لگے کہ ہمارے پاس مصری نسخہ اور تمہارے پاس ہندوستانی نسخہ، اگر ہندوستانی نسخے میں نہیں تو مصری نسخے میں تو ہے، حالانکہ وہاں غلطی ہے، اور مرزائیوں نے خود وہاں کروایا ہے، ہم کہتے ہیں کہ اچھا مصری نسخہ بھی لے آؤ، اور ہندی نسخہ بھی لے آؤ اور بحث دیکھو۔

اور ملا علی قاری بحث میں لکھتے ہیں کہ...... و بینت و جه ذلك فی شرح الشفاء...... کہ میں اس حدیث پر بحث کر چکا ہوں شفاء کی شرح مین......

اب ہم نے کہا مرزائیوں کو کہ شرح شفاء لے آؤ اور اس میں دیکھو، ہم نے شرح شفاء منگوائی اور وہی بحث نکلی کہ...... لو کان موسٰی حیالما و سعه الا اتباعی ......تو میں نے کہا کہ اس پر تو دونوں متفق ہیں کہ جس کا ملا علی قاری نے حوالہ دیا ہے، تو معلوم ہوا کہ اصل بات وہی ہے کہ جس کو ہم پیش کرتے ہیں۔

تو ہمارے پاس بیس حوالے ہیں کہ یہ حوالہ جہاں بھی آیا...... لو کان موسیٰ کتابنا...... بیس حوالے اس کے ہیں، اور ایک حوالہ جو ان کا ہے کہ یہ حوالہ غلط ہے، مس پرنٹ ہے اور یہ حوالہ صحیح ہے۔

یہ جو آیتیں میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیں، حیات مسیح کے بارہ میں سمجھ میں آ گئیں؟ (جی)

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین الاصطفی
اما بعد ......

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی داستان عجیب ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی داستان بڑی عجیب ہے اور جتنی یہ داستان عجیب ہے اتنا ہی اس کے گرد گھومنے والے مسائل عمیق ہیں، اس داستان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے، بہت سے لوگ اس عمق میں نہ اتر سکے، جو اس مسئلے کو جاننے کیلئے ضروری تھا۔

اب آپ دو تین باتیں ترتیب کے ساتھ پیش نظر رکھیں، کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی ابتداء نرالی ہے، عام انسانوں جیسی نہیں، تو جب تک ہم اس کو ابتداء سے نہ سمجھیں، اس وقت تک بات سمجھ میں نہیں آتی، کہ جس کی ابتداء نرالی ہو، اور انتہا بھی نرالی ہو، تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ہم جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمانوں پر چلے گئے اور قرب قیامت میں آئیں گے، تو ان کا جانا تو بے شک عجیب ہے، قرب قیامت میں آنا بھی عجیب ہے، لیکن کیا ان کی پیدائش عجیب نہیں؟ (ہے)

یہاں یہ بات پہلے سمجھیں کہ قادیانی جو ان کے...... رفع الی السمآء ......اور...... نزول قبل یوم القیمۃ...... کے قائل نہیں، وہ ولادت پر بھی مختلف رائے رکھتے ہیں، پھر ان کا بلا والد پیدا ہونا ان کے نزدیک یہ بھی مخدوش ہے، اور یہاں وہ بحث کرتے ہیں۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قادیانی عقیدہ:

قادیانیوں کی جو لاہوری جماعت ہے اس کے امیر مولوی محمد علی، انہوں نے تو کھل کر کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ کے پیدا ہونے کا عقیدہ درست

نہیں اور ان کے باپ کا نام تھا یوسف۔

اور یوسف وہ آدمی تھا کہ جس کی منگنی حضرت مریم علیہا السلام سے ہوئی تھی، لیکن وہ حضرت مریم علیہا السلام کے خاوند نہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یقینی طور پر بلا باپ ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ کے پیدا ہونے میں ذرا تھوڑا سا تبادلہ خیال کرلیں، پھر ہم آیات کی گہرائی میں اتریں گے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام جیسی:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارہ میں فرمایا ...... ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل ادم...... وجہ کیا ہے کہ مسیح کی مثال آدم کی ہے اور دونوں میں وجہ تشبیہ کی تھی...... خلقه من تراب...... اب ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت آدم اور مسیح میں اللہ نے جو مشابہت بیان کی، وہ کس چیز میں ہے؟ (خلقت میں) تو وہ کیا ہوگا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بغیر ماں اور باپ کے ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام بنی آدم سے جدا بغیر باپ کے ہوئی، گو ماں تھی، تو کسی درجہ میں تشبیہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوئی، اب مشبہ اور مشبہ علیہ میں من جمیع الوجیہ تشبیہ ضروری نہیں۔

اب قرآن کریم میں صرف ایک یہی استدلال ہمیں ملتا ہے، کہ جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسیح کے ساتھ ملایا۔ خلقت میں، کیونکہ ان کی ماں کا ذکر صریح طور پر قرآن کریم میں موجود ہے، اس لئے تشبیہ عدم باپ میں ہو گی عدم ماں میں نہیں۔

## متکلمین اسلام کے استدلال:

اس میں جو متکلمین اسلام ہیں ان کی کوئی بات آپ کے سامنے ہونی

چاہیے کہ جو استدلال ہم نے کیا ہے، اس کے بارہ میں رازی لکھتے ہیں کہ......
وجب الجزم به......اس بات کا جازم عقیدہ واجب ہے کہ مسیح بغیر باپ کے ہوئے
اور یہ بات ایسی صحیح ہے کہ قطعی درجے میں پہنچ گئی، یہ امام رازی نے لکھا ہے۔

تو بہرصورت اتنا تو پتہ چل گیا کہ حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ دی گئی، اب آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے اپنے کلام میں تضاد ہوسکتا ہے؟ (نہیں) ...... ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا......اگر یہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، اب اختلاف نہیں ہوسکتا؟ (جی) اللہ کے کلام میں تعارض ہوسکتا ہے؟ (نہیں)

## حضرت مسیح کی نسبت والدہ کی طرف:

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں کتنے مقامات پر فرمایا عیسیٰ ابن مریم، مسیح بن مریم، تو مسیح کی نسبت کس طرف کی (حضرت مریم علیہا السلام کی طرف) ماں کی طرف کی اور قانون خود بیان کیا، اے لوگو...... ادعو هم لاباء هم هوا قسط عند الله......کہ تم بیٹوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو...... فان لم تعلموا اباء هم فاخوانکم فی الدین......اور اگر ان کے باپوں کا پتہ نہ ہوتو وہ تمہارے دینی بھائی تو ہیں، تو اللہ نے قانون بیان کیا، کہ ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، قانون بیان کیا کہ نہیں؟ (کیا) اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا خود باپ کو چھوڑ کر کہے مسیح بن مریم، مسیح بن مریم، مسیح بن مریم۔

خدا نے ان کو ماں کے نام کے ساتھ کتنی دفعہ ذکر کیا؟ (بہت دفعہ) تو ماں کے نام کے ساتھ ذکر تب کیا جاتا ہے جب باپ نہ ہو، یا باپ معلوم نہ ہو، تو

ذکر کیا جاتا ہے ماں کے نام کے ساتھ، تو اللہ سبحانہ نے جو بار بار ماں کے نام کے ساتھ ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے، ورنہ...... ادعو هم لاٰباء هم ...... باپ کے نام کے ساتھ ذکر ہونا ضروری تھا۔ اب یہ سمجھ گئے، ان کے بلا باپ ہونے کے بارہ میں۔

اس پر میں نے تمام تفاسیر کے حوالے جمع کئے ہیں، اس لئے کہ ان کے بن باپ ہونے پر کسی نے اب تک مفصل بحث نہیں کی۔

امام رازی فرماتے ہیں! ہمیں افریقہ کے ایک مقدمہ میں اس پر بحث کرنی پڑی، میں نے پوری بحث لکھی، لیکن اردو میں لکھی ہو تو مجھے یاد نہیں، انگریزی میں لکھی ہوئی میرے پاس موجود ہے۔ اس میں جیسے رازی نے لکھا ہے...... و جت جزم به ......اور اس کا صحیح ہونا قطعیت کو پہنچ چکا ہے......تو تفسیر خازن نے لکھا ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے ......فقد اشرك بالله ......اس نے شرک کیا، خدا کا قانون توڑ دیا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولاد آدم علیہ السلام میں کیسے؟

اب سنیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں جب باپ نہیں تو ان کا شجرۃ آدم سے کیسے ملے گا؟ ان کا شجرۃ حضرت آدم سے ماں کے زریعہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... ان الله اصطفی ادم و نو حا وال ابراهیم وال عمر ان علی العالمین...... اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم کو نوح کو اور ان کی اولاد میں سے ابراہیم کو اور آل ابراہیم سے آل عمران کو۔

اب عمران کون تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا، تو ان کی بیٹی مریم۔ ان کے بیٹے، مسیح، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ...... ال عمران...... ال عمران کو اللہ تعالیٰ

نے چن لیا...... علی العالمین ...... تمام جہانوں پر ...... ذریة بعضها من بعض ...... یہ سب ایک دوسرے کی اولاد ہیں، یہ کہنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟......

ذریة بعضها من بعض ...... مثلاً آدم کی اولاد نوح، یہ بات تو بڑی واضح ہے اور نوح کی اولاد ال ابراہیم، اس میں کوئی شک ہے؟ (نہیں) تو یہ چیز اتنی واضح اور بدیع ہے، کہ جب یہ چیز اتنی بدیع ہے، تو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں، یہ صرف اس لئے کہا گیا کہ آل عمران میں یہ جو آگے عیسیٰ علیہ السلام ہیں، تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں بتانے کیلئے کہہ دیا کہ گو ان کا باپ نہیں، لیکن چونکہ عمران اسی سلسلہ میں سے ہیں، لہٰذا عیسیٰ بھی اولاد آدم ہیں تو ...... ذریة بعضها من بعض ...... یہ سب ایک دوسرے کی اولاد ہیں ...... والله سمیع علیم ...... اللہ سننے والا ہے اور نیت کو جاننے والا ہے، جب دعا کی عمران کی بیوی نے، مسیح کی نانی نے، تو اللہ اس دعا کو سننے والا بھی ہے اور نیت کو جاننے والا بھی ہے۔

تو قسم میں کتنی چیزیں ہیں؟ (دو) ایک تو یہ ہے کہ دل میں نیت ہو، اور جب تک اس کا ادا نہ کرے، زبان سے نہ کہے وہ دوسرے کے لئے حجت نہیں، تو ......سمیع ...... اور ...... علیم ...... یہ دو لفظ قابل غور ہیں کہ شیعہ نے اپنی کتابوں میں جہاں یہ آیت نقل کی ہے تو یوں نقل کی ...... ان الله اصطفی ادم و نوحا و ال ابراهیم و ال عمران وال محمد علی العالمین ......تو اس میں انہوں نے الفاظ اور نقل کر دیئے اور یہ ہمارا موضوع نہیں۔

## عمران کی بیوی کی نذر:

امرأت عمران...... عمران کی بیوی نے ...... رب ...... اے میرے پروردگار ...... انی نذرت لك ...... میں نے نذر مانی تیرے لئے ...... تو نذر کس

کیلئے ۔ ہے۔ (اللہ کیلئے) ...... نذرت لك...... نذر مانی تیرے لئے، قرآن سے
ثابت نہیں ہوتا کہ نذر کسی اور کیلئے بھی مانی جاتی ہے، میں نے نذر مانی تیرے
لئے...... مافی بطنی محررا......اس کی جو میرا پیٹ میں ہے......محررا میں اس کو
وقف کر دوں گی، آزاد کردوں گی، تیرے راہ میں، اس کو فرمایا...... محررا ......
فتقبل منی ......اے اللہ تو اس کو قبول کر لے...... انك انت السمیع العلیم ......اور
بے شک تو سننے والا ہے اور میری نیت کو جاننے والا ہے...... فلما وضعتها ......
جب اس کی بی بی نے بچی جنی، تو...... قالت...... بڑی حسرت سے کہا، افسوس سے
کہا اور کیا کہا؟......رب......اے میرے پروردگار...... انی وضعتها انثی...... میں
نے تو بچی جنی، ہوا کیا، تیرے گھر کیلئے، تو پہلے بچے ہوتے ہیں۔ میں نے بھی اسی
لحاظ سے وقف کیا، لیکن ہوا کیا میں نے تو بچی جنی، اللہ تعالیٰ اس کی بات کے جواب
میں فرماتے ہیں...... واللہ اعلم بما وضعت ...... یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ تم نے کیا
جنا ہے، یعنی بچی، لیکن وہ اس شان والی اور عظمت والی تھی کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس
نے کیا جنا ہے، تم کیا جانو؟ اور لڑکا بھی ہوتا تو لڑکی کے برابر ...... ولیس الذکر
......کا......لانثی......لڑکا بھی ہوتا تو لڑکی کے برابر نہیں تھا، پھر وہی بات پہلے
کہی...... فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی...... انی وضعتها...... میں
نے جنی بچی...... وانی سمیتها مریم......اب بچوں کے نام رکھنے کا حق کس کا ہے؟
(باپ کا) تو بچیوں کے نام بھی باپ ہی رکھتے ہیں، تو قرآن نے کہا...... انی
سمیتها مریم ...... میں نے اے اللہ اس کا نام رکھا مریم ...... وانی اعیذها......اور
اللہ میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں، ...... وذریتها......اور اس کی ذریت کو......
من الشیطن الرجیم...... کہ شیطان مردود سے تو حفاظت فرما...... فتقبلها ربها
بقبول حسن......تو قبول کرلیا اس کو اس کے رب نے، حسن، قبول اور...... وانبتها

نباتا حسنا......اور بڑھایا مریم کو اچھی طرح بڑھانا...... و کفلها زکریا......اور اس کو دے دیا، زکریا کی کفالت میں کہ وہ اس کی پرورش کرے۔

## حضرت مریم کی والدہ کی دعا قبول ہوئی:

اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ بی بی نے کہا تھا کہ میں نے اس کا نام رکھا ہے مریم، اور اس کو اور اس کی اولاد کو میں تیری پناہ میں دیتی ہوں، اس سے کیا نتیجہ نکلا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا قبول کر لی، نتیجہ کیا نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بچی اولاد والی ہو، کیونکہ جب کسی کا بچہ ہو تو پتہ نہیں ہوتا کہ بچپن میں زندہ رہے یا مرے؟ اگر بڑا بھی ہو تو اس کی اولاد ہو، پتہ نہیں، تو جب کہا کہ اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا قبول کر لی، تو اس میں اشارہ ہو گیا کہ یہ بچی بڑھے گی، بڑی عمر پائے گی، صاحب اولاد ہوگی، اور جو اس کی اولاد ہوگی وہ بھی شیطان سے محفوظ ہوگی۔

تو فرمایا ...... فتقبلها ربها بقبول حسن......تو قبول کر لیا اس کو اس کے رب نے...... بقبول حسن...... قبول حسن......تو......قبول حسن......سے کیا؟ کہ پہلے لڑکے قبول ہوتے تھے، اب اس کی بجائے یہ لڑکی قبول ہوئی، تو یہ قبول حسن ہے...... وانبتها نباتا حسنا......اور اس کو بڑھایا۔

## حضرت مریم کی کفالت:

اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام ایک دن میں اتنا بڑھتی تھی، جتنا ایک مہینے میں، تو ...... انبتها نباتا حسنا...... اور جب بیت المقدس میں حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ بچی کو اٹھا کر لائی تو بہت سے مجاور، خدام آئے کہ ہم اس کی

پرورش کریں گے، اللہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے رشتہ دار کی کفالت میں جائے، تو اسی وقت بیت المقدس کے رہنے والوں میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے، وہ بھی آئے اور جب قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ زکریا کے نام نکل آیا اور وہ پرورش کرنے لگے۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات:

اب اللہ کی شان دیکھیں کہ مریم جو بڑھتی گئی ایک دن میں مہینے تک کی ہونا تو اس منظر کو دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام بھی حیران ہوتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے اس کا حل یہ کیا کہ مریم کے پاس جنت کے پھل آتے جنت کے میوے اترتے اور جب حضرت زکریا علیہ السلام بھی جنت کے ان میوؤں کو دیکھتے تو کہتے ......یا مریم انی لک هذا......اے مریم یہ پھل کہاں سے آگئے؟......قالت ......بچی کہتی ...... هو من عند الله ......یہ خدا کی طرف سے ہیں ......ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب......اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بغیر حساب کے رزق دے، تو یہ پوچھا جاتا کہ یہ کہاں سے آگئے تو بچی کیا کہتی؟ (اللہ کی طرف سے) تو آپ جو کچھ کھاتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے ہیں یا نہیں؟ (ہیں) جو پھل کھاتے ہیں وہ بھی خدا کی طرف سے ہیں اس سے مریم کے جواب کا فائدہ کیا ہوا؟

## قاعدہ بتادیا:

اس میں مریم کو بتایا گیا، فائدہ لوگوں کو سمجھایا گیا، قاعدہ عیسائیوں کو بتایا گیا قاعدہ کہ ہیں تو یہ بھی پھل اللہ کی طرف سے، لیکن جب کوئی چیز بغیر حیلے اور اسباب سے ملے تو نسبت ہوتی ہے خدا کی طرف اور جب وسیلے کے ساتھ ملے تو نسبت ہوتی ہے حیلے کی طرف؟

اشارہ کیا تھا؟ کہ اگر اسی مریم کے ہاں آگے بچہ پیدا ہو تو کہا جائے کہ یہ

خدا کی طرف سے ہے تو ویسے تو کل پیدائش بنی آدم خدا کی طرف سے ہے، تو اس کے بارہ میں اگر کہا جائے خدا کی طرف سے ہے، تو یہ نہ سمجھنا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے، بلکہ یہ سمجھنا کہ خدا نے اس کو بغیر اسباب دنیوی کے وجود بخشا ہے۔

تو مریم کو بات سمجھنا آسان ہو جائے گی، مریم نے جب پہلے ہی کہنا شروع کر دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جو چیز بغیر اسباب کے ملے اس کی نسبت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔

اب آئندہ مریم کو بتایا جائے کہ اب تیرے ہاں جو بچہ ہوگا...... کلمة منه ...... وہ کلمہ ہوگا خدا کی طرف سے، تو نسبت ہوگئی خدا کی طرف، تو اس میں اشارہ نکلتا ہے کہ یہ بچہ بغیر باپ کے کیسے ہوگا۔ خدا کی طرف سے ہوگا اور بغیر اسباب کے ہوگا۔

اب سنو...... کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا ...... جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جاتے، خبر گیری کیلئے...... وجد عندها رزقا ...... تو ان کے پاس دیکھتے پڑے پھل، رزق کا معنی پھل...... قال یا مریم انی لك هذا ...... پوچھتے مریم یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آگئے؟ ...... قالت هو من عند الله ...... وہ کہتی کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں ...... ان الله یرزق من یشآء بغیر حساب ...... اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ جب مریم کا یہ جواب سنا تو حضرت زکریا بھی حیران، اب بتایئے کہ وہ پھل کہاں سے آگئے؟ (اللہ کی طرف سے) اس کا مریم کو پتہ تھا؟ (پتہ تھا) خدا کی طرف سے آئے ہیں، اور میرے پاس آتے ہیں، لیکن زکریا کو پتہ نہیں تھا۔

## اللہ نوازتا ہے:

حضرت زکریا علیہ السلام کیا ہیں؟ (پیغمبر ہیں) اور حضرت مریم علیہا السلام غیر

پیغمبر، تو بعض اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ غیر پیغمبر کو اس طرح نوازتا ہے کہ پیغمبر حیران کھڑا ہے۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آگئے؟ اور وہ پھل اس طرح تھے گرمیوں میں سردیوں والے پھل اور سردیوں میں گرمیوں والے پھل تو خلاف موسم پھل دیکھ کر، جب حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ یہ اللہ کی عنائیت اور اللہ کی عطا ہیں، تو حضرت زکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں اے اللہ، میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری اولاد کوئی نہیں، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی کہا...... کھیعص ذکر رحمت ربك عبده زکریا اذ نادی ربه ندآء خفیا قال رب انی وھن العظم منی...... میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں ...... واشتعل الرأس شیبا...... اور میرا سر بڑھاپے کے شعلے مار رہا ہے...... ولم اکن بدعائك رب شقیا...... اور اے اللہ میں کبھی تیرے دربار میں نامراد نہیں لوٹا...... وانی خفت الموالی من وراء ی...... اور مجھے اپنے رشتہ داروں کا اپنے بارہ میں اندیشہ ہے...... و کانت امراتی عاقرا...... اور میری بیوی بانجھ ہے، اے اللہ تو مریم کو گرمیوں میں سردیوں کا پھل دینے پر قادر ہے، تو مجھے بڑھاپے میں جوانی کا پھل دے دے، تیری قدرت سے بعید نہیں، تو جب نوازنا چاہے بڑھاپے میں جوانی کا پھل دے دے، تو تیری قدرت سے کوئی بعید نہیں، یہ کب دعا کی حضرت زکریا نے؟ مریم کے پاس پھل دیکھ کر...... ھنا لك دعا زکریا ربه ...... اور کیا دعا کی...... رب...... اے میرے پروردگار...... ھب لی ...... بخش دے مجھ کو...... من لدنك...... اپنی طرف سے...... ذریة طیبة ...... پاک اولاد...... انك سمیع الدعآء...... تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین الاصطفی

اما بعد ......

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ...... الله یتوفی الانفس حین موتها......
اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتے ہیں دو طرح سے، ایک موت کی حالت مین ایک نیند کی حالت میں، اس آیت میں بہت سے مضامین مشکلات میں سے ہیں، کچھ اصولیوں کے ہیں کچھ ادیبوں کے ہیں، کچھ ارباب مذاہب کے ہیں۔

## قادیانیت سے مستقل اختلاف:

قادیانیوں کے ساتھ ایک ہمارا مستقل اختلاف ہے جس کا نام توفی ہے، چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے قرآن میں آتا ہے ...... فلما توفیتنی انت الرقیب علیهم ......تو توفی کا لفظ وہاں زیر بحث آتا ہے، کئی کئی دن اس پر بحث ہوتی ہے، تو اس وقت میں مرزائیت نہیں پڑھا رہا، لیکن توفی کی بحث آپ کے سامنے لا رہا ہوں۔

## توفی کے معنی کیا ہیں؟

اب آپ ذرا غور کریں کہ توفی کے معانی کیا ہیں......

قال السیوطی:

اذ قال ای یقول الله یعیسیٰ فی القیامة توبیخا لقومه و کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی قبضتنی بالرفع الی السماء۔ (جلالین ص ۱۱)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المراد متوفی اجلك و ممیتك حتف انفك لا اسلط

عليك من يقتلك۔الخ (تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۱۷۹)

بے شک مراد یہ ہے کہ میں تیری عمر اور مدت پوری کروں گا، اور تجھے طبعی طور پر موت دوں گا اور تیرے قتل کرنے پر کسی کو مسلط نہیں ہونے دوں گا۔

تمام مفسرین کی بیان کردہ تفاسیر میں توفی کے حقیقی اور لغوی معنی کو باقاعدہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور ایک نے بھی حقیقی اور لغوی معنی کو نظر انداز نہیں کیا۔ تمام تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو روح مع الجسد آسمانوں پر اٹھالیا اور ان کی مقرر میعاد پوری ہوگی اور کوئی بد باطن ان کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے!

"اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق واطراف میں پھیل جائے گا۔" (براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء اور ان کی حیات اور پھر نزول الی الارض قطعی اور محکم دلائل سے ثابت ہے جو کسی تاویل کا محتاج نہیں، لیکن کوئی ملحد اس کا یقین نہ کرے، کفر کا راستہ اختیار کرے تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ ہمارے نزدیک موت کیا ہے؟ ہمارے نزدیک موت عدمی چیز ہے یا وجودی؟ عدم الحیات کو موت کہتے ہیں، حیات نہ ہو تو موت ہے؟ (جی) تو موت عدمی چیز ہوئی؟ (جی) یہ مذہب ہے معتزلہ کا، کہ موت عدمی چیز ہے۔

## موت وجودی چیز ہے:

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ موت وجودی چیز ہے، کیوں؟ اللہ

نے فرمایا...... خلق الموت والحیات...... اللہ نے تخلیق کی ہے موت کی، ورنہ یہ عدمی چیز ہوتی، تو عدم کی تو تخلیق نہیں، پھر فرماتے ...... خلق الحیات والموت عدمھا...... کہ موت، حیات کے عدم کا نام ہے، بلکہ فرمایا ...... خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملا...... اس سے پتہ چلا کہ موت ایک وجودی چیز ہے، عدمی چیز نہیں۔ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی تو اس کا جواب کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں سمجھ آئے یہ ضروری ہے؟ اللہ نے کہہ دیا ...... خلق الموت ...... موت اللہ نے پیدا کی اور یہ وجودی چیز ہے، ہم مان لیتے ہیں کہ یہ وجودی چیز ہے، لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ جانے، اگر ہمیں نہیں پتہ تو کیا اس سے دین کی عمارت گر جائے گی؟ تو اس کو اس مد میں رکھ لیں کہ اس کی سمجھ نہیں آتی۔

تو میں طالب علموں کو کہا کرتا ہوں، کہ ایک مد ایسی بناؤ اپنے ذہن میں کہ جو مسئلے تم کو نہیں آتے اور ان کا جاننا بھی ضروری نہیں، اور ان کے نہ جاننے سے دین کی عمارت نامکمل نہیں رہتی، ان میں اس کو شامل کر لیں، اس کا جاننا ضروری نہیں، لیکن موت ہے وجودی چیز، اور اس کی علماء نے باقاعدہ طور پر بحث لکھی ہے اور طوال الانوار علم کلام کی کتاب ہے امام غزالی کی لکھی ہوئی، تو علماء کرام نے اس پر بڑے مفصل اور مفید مباحث کئے ہیں، میں آپ کے سامنے وہ نقل نہیں کرتا۔ کہ آپ شاید اس کے متحمل نہ ہوسکیں، لیکن یہ مان لیں کہ موت وجودی چیز ہے، بس، اور اگر کہیں کہ اس کی حقیقت معلوم نہیں تو اس کا آپ کو کوئی نقصان نہیں، اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر دین کی عمارت نامکمل ہوتی ہے۔

اب وہ لوگ جن کی اصول کی کتابوں پر پوری نظر ہے، توضیح تلویح، نور الانوار وغیرہ ان کو پتہ ہے کہ عموم مجاز کا حنفیہ نے انکار کیا، بعینہ ایک ہی لفظ بولا جائے اور اس میں حقیقی معنی بھی مراد ہوں اور مجازی بھی مراد ہوں، تو حقیقی اور

مجازی ایک میں جمع ہو گئے، حنفیہ کہتے ہیں کہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے مجاز بھی اپنی جگہ ہے، لیکن لفظ علیحدہ علیحدہ چاہیے، ایک ہی لفظ میں حقیقت اور مجاز جمع نہیں ہو سکتے۔ اس کو کہتے ہیں کہ عموم مجاز کی بحث۔

## توفی کے کتنے معنی ہیں؟

اب ......الله يتوفى الانفس حين موتها...... اللہ تعالیٰ توفی کرتا ہے توفی کی کتنی قسمیں ہیں، (دو) ایک موت اور ایک نیند، اب بعض علماء نے کہا کہ موت کے معنی توفی کے ہیں، لیکن جو نیند ہے اس کو توفی کہا تو مجازاً کہا، تو یہ تو ہے......الله يتوفى الانفس......تو اس توفی میں حقیقت اور مجاز جمع ہو گئے؟ (جی) ایک کا نام نیند اور ایک کا نام موت، ایک حقیقت ہے اور ایک مجاز ہے، تو یہ قواعد کے خلاف ہے۔

علامہ نیشاپوری، نے تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ مشکل مقام ہے، قرآن پاک کے مقامات میں سے یہ ایک مشکل مقام ہے کہ ہم توفی کے دونوں معنی کیسے مراد لیں، میں اس لئے کہ اصول تو پڑھا نہیں رہا، اس لئے مجھے تو اس بحث کو چھوڑنا ہے، وہ آپ کے لئے کہتا ہوں، کہ دونوں معنی حقیقی لے لو کہ توفی کا اصل معنی ہے وفا یابی تو موت بھی اس کا حقیقی معنی نہیں، مجازی ہے اور جب نیند بھی مجاز ہو گئے تو دونوں مجاز ہوئے، حقیقت اور مجاز تو نہ ہوئے، تو یہ بات جو میں نے کی چھڑانے کے لئے کی ہے، آگے لمبی بحث سے جان چھڑا دوں۔

## توفی کی وضاحت:

اب سنو......الله يتوفى الانفس حين موتها...... اللہ تبارک وتعالیٰ پورا لے لیتا ہے جانوں کو، موت کے وقت اور نیند کے وقت، جو موت کے وقت ہے،

جن کی موت آئی...... فیمسك التی قضی علیها الموت...... اللہ تبارک وتعالیٰ روکے رکھتا ہے، اس کی روح کو جس کے بارہ میں فیصلہ کرلیا...... و یرسل الاخری الی اجل مسمٰی...... اور دوسرے کی روح کو پھر واپس کر دیتا ہے اس کے بدن میں...... الی اجل مسمی...... اس وقت تک کہ جب تک اس کی موت کا وقت نہ آجائے، جب اس کی بھی نیند والی موت آتی ہے...... الی اجل مسمی...... سے مراد یہ ہے کہ جب تک یہ فیصلہ نہیں آتا، تو اس کی روح کو اللہ تعالیٰ واپس کرتا ہے یہ معنی اس صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ...... یرسل...... کے معنی میں تجدد کا اقرار ہو...... یرسل...... کا معنی، تجدد کا اقرار ہو، کس طرح؟ چھوڑی پھر گئی، پھر چھوڑی پھر گئی، پھر چھوڑی پھر گئی، جب تک اس کی موت نہیں آتی تو یہ اس طرح ہوتا رہے گا تو...... یرسل......کا کیا معنی ہے؟ چھوڑ دینا ہے، ایک ہی سمت میں، یا اس میں استمرار اور تجدد آئے گا؟

مثلاً آپ کھانا کھاتے ہیں اور زندہ رہتے ہیں، تو کھانا کھانے میں صرف ایک ہی دفعہ ہوگا یا مسلسل؟ (مسلسل) تو اب...... یرسل...... کے معنی ہیں استمراری تذبزی، اس میں ہے کہ کہ نہیں؟ (ہے) اب یہ سارا سلسلہ چلے گا کہ استمراری تزبزی کیا ہے، اور اس کے مواعظ کتنے ہیں؟ ہم اس کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا موضوع نہیں، پھر آگئے اسی بات پر کہ یمسك اور یرسل کا محل کونسا ہے؟

اس کا محل ہے زمین، یہ جہان جس میں ہم رہتے ہیں، یمسك بھی یہی ہے اور یرسل بھی یہی ہے، یمسك اس لئے ہے کہ تا کہ آپ کو دفن کریں اور سمجھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت میں ہے، ہماری قدرت میں نہیں، ہماری قدرت میں ہوتو پھر ہم روح کو لے آئیں اور اس کو پھر زندہ کردیں، لیکن ہماری

قدرت میں نہیں، اللہ کی قدرت میں ہے...... یمسك التی قضی علیها الموت ...... اس سے یہ سمجھ آئی کہ واقعی اللہ ہے اور موت و حیات اس کے قبضہ میں ہے، اب جس کی روح کو اس نے واپس نہیں لوٹایا ہمارے لئے اس سے چارہ نہیں، ہم اس کو دفن کر دیں اور اقرار کریں کہ موت اللہ کے قبضہ میں ہے۔ انسان کے اپنے قبضہ میں نہیں، ورنہ کوئی انسان موت کو قریب آنے نہ دیتا۔

## سبق سکھانے کے لئے:

تو سبق سکھانے کے لئے یہ لفظ ہے یمسك، تو سبق انسان کو کہاں ملتا ہے؟ (دنیا میں) اگلی دنیا جو ہے وہ دارالجزاء ہے، بدلے کی دنیا ہے عمل کی نہیں، سبق کو عربی میں کہتے ہیں عبرت، کہ اس نے عبرت پکڑی...... فاعتبروا یا اولی الابصار...... اے آنکھوں والوں عبرت حاصل کرو...... السعید من وعظ بغیرہ ...... سعادت مند وہ ہے کہ جو نصیحت کیا جائے کسی اور کی وجہ سے، یعنی مصیبت اور آئی نصیحت اس کو آ گئی، مرا کوئی، توبہ اس نے کر لی۔

کسی کا جنازہ جا رہا تھا اور اس نے دیکھ کر کہا کہ مجھے بھی ایک دن مرنا ہے، اس نے توبہ کر لی تو یہ وہ سعادت مند ہے...... السعید من وعظ بغیرہ......

اور کسی کے اوپر مصیبت آ جائے، تو پھر اس کے لئے یہ موقع نہیں، تو وہ سعید ہے یا شقی؟ (شقی) وہ شقی ہے، سعید کیا ہے کہ مصیبت اوروں پر آئے اور سبق اس کو ملے، موت کسی کی اور جاگ یہ پڑا، تو دنیا میں اگر سعادت مندوں کو پہچاننا ہو تو وہ ہیں کہ کسی کی مصیبت پر جاگ یہ پڑے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... السعید من وعظ بغیرہ ...... یہ جو امع الکلم...... میں ہے، یہ وہ جامع کلمات ہیں کہ جس کے معنی میں سمندر اچھلتے ہوں۔

تو اسی کو کہتے ہیں عبرت حاصل کرنا، اے آنکھوں والو، عبرت حاصل کرو، اور فرمایا...... کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاخرۃ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴)...... میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا، اب تمہیں کہتا ہوں کہ ان کی زیارت کرو، کیوں...... یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ یہ قبرستانوں میں جانا بھی عبرت ہے، مردوں کے جنازے کو دیکھنا اور...... انا للہ و انا الیہ راجعون...... پڑھانا، یہ بھی عبرت ہے۔ سبق حاصل کرنا یہ بھی سعادت ہے۔

## روح کو روکنے میں حکمت:

اب جب یہ بات سمجھ آئی تو فرمایا...... یمسك التی قضی علیھا الموت...... کہ اللہ تعالیٰ روح کو روکے رکھتا ہے، کس کی؟ موت کی، اب اس پر سوال پیدا ہوا کہ روح کو روکنے میں حکمت کیا ہے؟ تو علماء نے یہ لکھا ہے کہ حکمت ہے عبرت حاصل ہو، اور پتہ چلے کہ موت اللہ کے قبضے میں ہے، اب عبرت حاصل کرنے کی کون سی جگہ ہے؟ (یہ جہان) اور موت اللہ کے قبضہ میں ہے، یہ جاننے کے لئے جہان کونسا ہے؟ (یہی) اور اگر آخرت میں آپ جانیں یا برزخ میں آپ جانیں کہ موت اللہ کے قبضہ میں ہے تو پھر کیا فائدہ ہے؟ سبق حاصل کرنے کی دنیا یہی ہے کہ اب...... یمسك التی قضی علیھا الموت...... اس کے معنی ہم نے علماء سے پوچھے، تو قدماء میں سب سے پرانی تفسیر کون سی ہے؟ تفسیر طبری، ابن جریر تو یہ سب سے پہلی تفسیروں میں سے ہے، جس نے قرآن کی مکمل تفسیر لکھی، باقی اس کے بعد آنے والے اس سے مستفید ہوتے رہے، اس کا کام کیا ہے؟ کہ یہ تفسیر

نہیں، بلکہ یہ حدیث کی کتاب ہے، کس طرح حدیث کی کتاب ہے؟ ہے تو قرآن کی تفسیر کے متعلق، لیکن حدیث کی کتاب یوں ہیں کہ یہ بیان کرتے ہیں...... حدثنی فلان ، قال اخبرنی فلان...... یہ کہہ کر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں، ان سے تفسیریں لاتے ہیں، تو یہ اصل میں امام حدیث ہوا، جب اس نے کہا کہ...... حدثنی فلان......تو امام حدیث ہوا اور موضوع چونکہ اس کا تفسیر ہے ،تو یہ تفسیر کا امام ہوا، اب یہ تفسیر کبیر، تفسیر رازی، جلالین کو یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں، کیوں؟ یہ محدث ہے، اور سند لاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال نقل کرتا ہے، تو ابن جریر معتبر آئمہ حدیث میں سے ہے۔

## اگر قادیانیت سے بات ہو تو:

یہ فقرہ میں لکھوایا کرتا ہوں، جب میں قادیانیت کے خلاف پڑھاؤں، کیا، ابن جریر معتبر آئمہ حدیث میں سے ہے، قادیانیوں سے جب کوئی مناظرہ ہو تو کوئی تفسیر پیش کرو، تو کہتے ہیں کہ کوئی تفسیر معتبر نہیں، حدیث پیش کرو، تو اس کا جواب دینے کے لئے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھیں، تو جب ہم اور تفسیریں پیش کریں تو کہتے ہیں ہم تفسیریں نہیں مانتے، بات ختم، لیکن جب ہم ان کو پیش کریں، تو مرزا غلام احمد کا قول ہے، چشم معرفت میں، وہ لکھتا ہے کہ ابن جریر معتبر آئمہ حدیث میں سے ہے، چشم معرفت صفحہ ۵۰ میں ہے۔

یہ معتبر ائمہ حدیث میں سے ہے، تو اب اس کے معتبر ہونے کی میں سند دوں گا، جب میں حیات مسیح پر بحث کروں گا یا یہ جملہ ابھی بتا دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا......وانه لعلم للساعة...... مسیح بن مریم قیامت کی علامات میں

سے ایک علامت ہے...... و لما ضرب ابن مریم...... جس وقت ابن مریم کی بات بیان کی جائے...... فاذ اقاموا منه یصدون ...... تیری قوم پھر چلانے لگتی ہے، جب مسیح ابن مریم کا ذکر کیا جائے تو تیری قوم چلانے لگتی ہے ...... ماضربوه لك الاجدلا...... اس کا ذکر تیرے سامنے کرتے ہیں، کیوں کہ تیرے سامنے جھگڑا کریں اور...... وانه لعلم للساعة ...... مسیح ابن مریم کا وجود قیامت کی ایک علامت ہے...... لا تمترن بها...... تم اس میں شک نہ کرنا......وفی بعض القرأت...... انه لَعَلَمٌ للساعة......عیسیٰ ابن مریم قیامت کا ایک نشان ہے۔

اب ...... انه...... کا لفظی معنی عیسیٰ علیہ السلام تو نہیں...... انه ...... بے شک وہ، اس کا لفظی معنی تو عیسیٰ علیہ السلام نہیں، کسی کو حق پہنچتا ہے کہ کہے، کہ یہ ضمیر ادھر نہیں اور ہے اور مرجع اگر موجود نہ بھی ہو تو شہرت کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ اگر وہ نہیں موجود لیکن وہ ہے۔

تو اس پر مفسرین نے اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہے، قرآن ...... انه لعلم للساعة ......قرآن بھی قیامت کا ایک نشان ہے کہ اس کے بعد اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی، پہلی کتابیں آتی رہیں اور رسول آتے رہے پھر قرآن آیا، لیکن قرآن قیامت کا نشان ہے کہ اس کے بعد کوئی کتاب نہیں، تو ...... انه لعلم للساعة ...... کے معنی پورے ہو گئے؟ (جی)

اور اس کا ایک معنی ہے سیاق وسباق کے ساتھ کہ اس سے مراد ہے عیسیٰ ابن مریم...... و لما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدون...... یہ اس سے پہلی آیت ہے تو اب اس سے مراد ہے...... وانه لعلم للساعة ...... سے حضرت عیسیٰ ابن مریم، تو اب اختلاف ہوا کہ اس سے مراد عیسیٰ ابن مریم ہیں، یا قرآن اس مقام پر یہ کہتا ہے ابن جریر، یہ معنی بھی، یہ بھی، یہ بھی...... وا ولا هذه

الاقوال بصحة ...... ان تمام اقوال میں جو چیز صحت کے زیادہ قریب ہے وہ یہ کہ اس سے مراد عیسیٰ ابن مریم ہے، تو اب سارے اقوال بھی ہوں اور پھر کہا جائے کہ یہ صحیح ہے، یہ اسی میں ملتی ہے اور جب ہم پیش کرتے ہیں تو ہم چشم معرفت پیش کرتے ہیں کہ ابن جریر معتبر آئمہ حدیث میں ہے۔

تو یہ ایک پرانا آدمی ہے اس میں تفسیر نہیں، جتنی تفسیر کبیر میں ہے ابن کثیر میں ہے۔ ابن جریر میں نہیں، لیکن محدثین کی طرز پر روائتیں اس نے ساری جمع کر رکھی ہیں، تو جب ہم نے محدثین کے طرز پر بات کرنی ہے، تو موضوع اس طرف کرتے ہیں۔

## روح کا روکنا نشان عبرت کے لئے:

تو مجھے یہ خیال آیا کہ...... يمسك التي قضى عليك الموت...... کہ اللہ تعالیٰ روح کو روکے رکھے، تو اس کی وجہ کیا ہے، کس کے لئے روکے رکھے؟ تو علمائے نے معنی نقل کیا ہے کہ روح اس لئے روکے رکھے تا کہ دنیا کہ پتہ چلے کہ اللہ ہی ...... يحى و يميت...... ہے، اور اس کی موت عبرت بنے، زندوں کے لئے اور یہ ہوسکتا ہے اسی جہان میں، کیونکہ عبرت کا مقام اور عبرت کا محل تو یہی ہے، معلوم ہوا کہ یمسك اور یرسل اسی جہان سے متعلق ہیں جس کی روح روکی رکھی، تو اسے جہان والو، تم عبرت حاصل کرو کہ موت اللہ کے قبضہ میں ہے، تو جس کی روح پھر واپس لٹائی گئی تو بھی یقین کرو کہ وہ خدا ہے کہ جو نیند والے کو دوبارہ کھڑا کر دیتا ہے، ورنہ نیند والے کے لئے دوبارہ کھڑا ہونا کوئی ضروری نہیں، اصحاب کہف کتنے عرصہ تک نیند میں رہے؟ (۳۰۹ سال) تو نیند والے بھی کھڑا کر دینا اس کی شان ہے۔

تو حدیث میں حضور ﷺ اس طرف اشارہ فرمارہے ہیں، کہ جب آپ جاگتے تو کہتے ...... الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور...... تو حضور ﷺ کا اس وقت اقرار کرنا بتلارہا ہے کہ نیند سے کھڑا کرنے والا بھی اللہ ہے...... یرسل...... میں بھی عبرت ہے اور...... یمسك...... میں بھی عبرت ہے۔

تو اس نے اس مقام پر لکھا ہے کہ...... یمسك...... سے غرض کیا ہے؟ کہ اس دنیا میں عبرت اور سبق حاصل ہو سکے، چونکہ عبرت کا محل یہی دنیا ہے تو...... یمسك...... اور...... یرسل...... کی بات ختم ہوگئی؟ (جی) یہ اللہ کے فیصلے ہیں اور ہم یہی سوچنے کے مکلّف ہیں کہ جو اگلے جہاں کے ہیں وہ سوچنے کے نہیں وہ صرف ماننے کے مکلّف ہیں، اس جہاں کی چیزیں ان کے بارہ میں قرآن میں ہے...... فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار و الفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السمآء من مآء فاحی به الارض بعد موتها و بث فیها من کل دآبة وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السمآء والارض لایت لقوم یعقلون...... تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں نقشے بنائے کہ تم سوچو...... فتفکروا...... غور کرو...... تدبروا...... تدبر کرو، تو اس کا محل کیا ہے، یہ دنیا، تو جو اگلے جہان کی چیزیں ہیں، وہ تفکر کی نہیں، وہ صرف ماننے کی ہیں، ان میں نہ تفکر ہے، نہ تفکر کے نقشے ہیں، اور نہ ان سے نتائج حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی انسان اس جہان کو پورا جان سکتا ہے۔

## خدا اور رسول ﷺ کی ساری باتیں مان لو:

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، کہ یہ جہان جس میں ہم رہتے ہیں، اس ملک میں رہتے ہوئے ہمیں اتنے سال ہو گئے لیکن ہم بھی اس کی

حقیقت کو نہیں پا سکے، جس میں ہم رہتے ہیں، تو اگلا جہاں جس میں ہم داخل ہی نہیں ہوئے، اس کو ہم پا سکیں گے یا قیاس کر سکیں گے اندازہ کر سکیں گے، نہیں، اس کے لئے یہ ہے کہ جتنی باتیں خدا رسول کی ہیں، اس کو بس مان لو، وہ جہان ماننے کا ہے، سوچنے کا نہیں ہے۔

## تین جہان:

اب جو بات میں آپ کو بتاتا ہوں، کہ جہان تین ہیں، دنیا، برزخ، اور آخرت پہ ایک لائن ہے یہ جس میں ہم رہ رہے ہیں یہ کیا ہے؟ (دنیا)، اس سے پہلے ہم ایک جہان چھوڑ آئے اس کا نام بھی شامل کر لیں اس کا نام ہے عالم ارواح، تو پھر جہان چار ہیں، عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت۔

بعض نے عالم دنیا کی پھر تقسیم کر دی کہ دنیا میں انسان کب آتا ہے؟ کہ جب پیدا ہوا اسی وقت نہیں بلکہ جب ماں کے پیٹ میں آ گیا تو ماں بھی یہی ہے۔ پیٹ بھی یہی ہے، اور جو اندر بچہ بن رہا ہے، وہ بن بھی رہا ہے اسی خوراک سے، تو اس کی دنیا شروع ہو گئی (جی) تو عالم دنیا پیٹ سے شروع ہو گی، یا پیٹ میں آنے سے شروع ہو گئی۔

تو اب یوں سمجھیں کہ عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ، اور عالم آخرت، یہ ایک ترتیب ہے اور ایک اور جہاں ہے جس کا لوگوں کو مغالطہ لگا کہ انہوں نے اسے اس لائن میں کھڑا کرنے کی کوشش کی اور وہ جہاں ہے عالم مثال، تو عالم مثال اس لائن میں نہیں، ارواح، دنیا، برزخ، اور آخرت، تو عالم مثال اس لائن میں نہیں، وہ اس کے ساتھ متوازی جا رہا ہے، ان میں ترتیب ہے، پہلے ارواح، پھر دنیا، پھر برزخ، اور پھر آخرت، لیکن عالم مثال ان میں سے کسی ترتیب

میں فٹ نہیں، وہ ایک اور جہان ہے، کہ جو اس کے متوازی جارہا ہے اور اس جہان کے حقائق اور ہیں۔

## عالم مثال کیا ہے؟:

عالم مثال سے مراد کیا ہے؟ کہ یہاں اس لائن میں جو ہمارا نقشہ ہے، جس میں ہم چلے آرہے ہیں اس نقشے کو اللہ تعالیٰ کوئی مثال عطا فرما دے، میں آپ کو بات بتاتے ہوئے جب مشکل محسوس کرتا ہوں تو میں کوئی مثال لاتا ہوں، کس کے لئے؟ (سمجھنے کے لئے) تو اب مثال اس مضمون پر لائی جائے گی، جو اس سے ملتی جلتی ہو۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے بھی اپنے ہاں حقائق و معانی کے متصل اور متوازی ایک حقیقت کا جہاں چلایا ہوا ہے، اس کو کہتے ہیں عالم مثال، اور جو چیزیں اس جہاں میں مثال نقشے کے تحت چلتی ہیں، تو کبھی کسی اللہ والے کو عالم مثال کی کوئی چیز نظر آ گئی، کشف ہوا، تو اس نے کہا کہ میں نے عالم مثال کو دیکھا ہے۔

تو جو لوگ علم میں راسخ نہیں، وہ بعض اوقات سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے عالم مثال کو دیکھا، تو اس کا معنی ہے عالم برزخ کو دیکھا، حالانکہ برزخ تو ان لائنوں میں سے ہے، دنیا برزخ ان لائنوں میں سے ہے، تو عالم مثال کو دیکھو، یہ تو اور ہے۔

اب یہ جو ہدایت ہے، اس کا تعلق اس لائن سے ہے یا اس لائن سے ہے؟ (اس لائن سے ہے) یہ جو لائن ہے کہ اس دنیا میں آئے اور آگے جارہے ہو تو ہدایت کا تعلق اس لائن سے ہے یا اس لائن سے ہے؟ (اس لائن سے ہے)

اب اس میں ہدایت آرہی تھی۔

اب اس کی وضاحت کرتا ہوں کہ معراج کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر گئے تو آپ کے سامنے برتن پیش کئے گئے، جن کے اوپر کپڑے تھے، تو جبرائیل نے بحکم الٰہی کہا آپ ان میں سے ایک پر ہاتھ رکھ دیں اور جب آپ نے ہاتھ رکھا تو اس میں سے نکلا دودھ، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو، آپ کی امت آپ کے بعد ہدایت پر رہے گی، گمراہ نہیں ہوگی اور اگر آپ کا ہاتھ پڑ جاتا شراب پر، تو پھر آپ کی امت گمراہ ہو جاتی تو معلوم ہوا کہ گمراہی کی شکل کیا ہے شراب، اور ہدایت کی شکل کیا ہے دودھ۔

تو کہیں دودھ اور شراب کے چشمے جارہے ہیں اور کوئی کہہ دے کہ یہ ہدایت ہے تو ٹھیک کہہ رہا ہے یا نہیں؟ (ٹھیک) شراب کو گمراہی کہہ دے تو ٹھیک ہے؟ (ٹھیک) تو اب کوئی کہے کہ شراب کے معنی گمراہی تو نہیں ہوتے، آپ نے کیسے کہہ دیا، لیکن اتنے باریک علوم کسی کو ہوں، تو وہ سمجھے۔

تو اب اس میں ایک عجیب چھوٹی سی بات کہہ دوں کہ اسلام ہدایت کی شکل ہے کہ نہیں؟ (لفظ اسلام میں تو نہیں) کیوں؟ ہدایت از قبیل معانی ہے، گمراہی از قبیل معانی ہے، یہ معنوی چیزیں ہیں اور اگر یہ کوئی شکل اختیار کریں تو شکل کہاں؟ (عالم مثال میں)

تو اسلام معنوی چیز ہے یا مثالی؟ (معنوی) اس کو جو ادھر شکل ملے گی وہ بعض عارفوں نے بیان کیا کہ اس کی شکل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہوگی کہ اگر اسلام مجسم ہوکر سامنے آئے تو وہ شکل ہے کس کی؟ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی)

اور قرآن اگر مجسم ہو تو وہ شکل ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، قرآن جو حقیقت کلام ہے، یہ اگر متجسد ہو تو شکل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور اسلام اگر متجسد ہو تو

شکل ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی۔

اب صدق، سچائی، یہ معانی میں سے ہے یا امثال میں سے ہے؟ (معانی) صدق معنی سچائی، شکل تو نہیں، لیکن اگر صدق مجسد ہو تو وہ شکل ہو گی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ اور اگر حیاء متشکل ہو، تو شکل ہو گی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی۔ میں آپ کو باتیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ الفاظ کبھی کبھی آ جاتے ہیں، تو لوگ اس لائن کو ادھر ملا دیتے ہیں، تو پھر سنو!

ارواح ، دنیا، برزخ، آخرت، اور ایک متوازی نہر چل رہی ہے حقیقت کی، تو اس کا نام ہے عالم مثال، اور عالم مثال کی جھلک اس دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔

## مثال کی جھلک دنیا میں:

ایک مثال غالباً ابن عربی تھے، جو طواف کرر ہے تھے، خانہ کعبہ کا، تو خانہ کعبہ کا طواف کرتے کرتے، ان کی ملاقات ہوئی آدم کی روح سے، تو اس روح نے آواز دی اے ابن عربی، تو میری اولاد میں سے ہے، میں نے پوچھا کہ آپ کو دنیا میں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟ کیونکہ بہت فاصلہ ہے، تو میں نے کہا کہ آدم کے بارہ میں تو اتنا ہے کہ ان کو چھ ہزار سال سے زیادہ نہیں ہوئے تو آپ مجھ سے بہت پہلے ہیں، تو اس روح نے پوچھا کہ تم کس آدم کے بارہ میں پوچھتے ہو، کہ کئی دفعہ دنیا بنی اور آدم آئے، اور کئی دفعہ دنیا آباد ہوئی اور قیامتیں آئیں، تو تم کس آدم کے بارہ میں پوچھتے ہو؟ تو اس پر ابن عربی کہتے ہیں کہ میں بالکل خاموش ہو گیا اور اپنے آپ کو یوں سمجھایا، کہ اللہ کے نقشوں کو اللہ ہی جانے۔

اگر وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے کہ کتنا عرصہ ہوا، اس کا حساب لکھواؤ، کتنے

سال ہو گئے اور اس کا حساب بنتا یا نہ بنتا، اور کتنی قیامتیں، اور کتنے آدم، ہمیں ضرورت کیا ہے، ہمیں زندگی کے لئے اس کی ضرورت ہے؟ تو کوئی ایسا بھی علم ہونا چاہیے جس کو انسان چھوڑ دے۔

اس کو امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات ربانی میں نقل کیا اور قرآن کہتا ہے...... وما یعلم جنود ربك الاھو......تو جب عقیدہ یہ ہے، وہی جانے، تو کیا ضروری ہے کہ ہم اس کا احاطہ کریں؟

## عالم لاھوت کا تعارف:

ایک اور جہاں ہے، یہ جہان جس مین ہم رہتے ہیں، اس کا نام ہے انسانون کا جہان، عالم ناسوت، اس سے پہلے جو جہان تھا، وہ تھا عالم ارواح، عالم ناسوت اور عالم ارواح، انسانوں کا جہان، عالم ناسوت سے عالم ملکوت، فرشتوں کا جہان، پھر عالم ملکوت سے آگے جہان سے فرشتہ بھی نہیں گزر سکتا، اور اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کی لہریں وہاں اتر رہی ہیں، تو اس کا نام ہے عالم لاہوت، اور لاہوت، یہ الوہیت سے ہے، اور یہ اب جہان اور چلتے ہیں کہ عالم ارواح کے بعد عالم انس، یا عالم ناسوت، عالم ناسوت سے عالم ملکوت، عالم ملکوت سے عالم لاہوت، عالم لاہوت، سے پھر عالم جبروت، وہ جہان ہوگا انسانوں کا سلسلہ اس طرح چلتا ہے۔

تو کبھی علماء مسائل بیان کرتے ہوئے اس ترتیب مین ہوتے ہیں تو درمیان میں کوئی شخص اس جہان کا کوئی لفظ بول دیتا ہے، اب مغالطہ لگ گیا؟

(جی) کہ اس لائن میں بات ہو رہی تھی جس میں بات ہو اسی کو سمجھا جائے۔

اب بیان کرنے والے کے لئے کتنی تکلیف کی بات ہوگی، وہ تو اس لائن

میں بات کر رہا ہو، کہ اس لائن کی کوئی بات چھیڑ دے، میں اس وقت صرف تین باتیں بتاتا ہوں، ارواح دنیا، برزخ، آخرت، دوسری لائن، ارواح، عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم لاہوت، عالم جبروت، پھر عالم ارواح، دنیا، برزخ، آخرت اور اس کے متوازی ایک چشمہ جاری ہے، عالم مثال۔

عالم مثال کا کھوج لگانے کے لئے یہ آپ لوگوں نے نہیں پڑھا، آپ جو دورہ میں پڑھ کر آئے ہیں، تو جو آپ کو دورہ پڑھایا گیا، احکام کا، احکام مسائل اور عقائد بیان کئے گئے، لیکن انہوں نے کتابوں میں عجیب وغریب، حضور ﷺ کے ایسے ارشادات کہ میں نے خلع روح کو اس دیوار کے پیچھے دیکھا ہے، اس قسم کی روایات جو ہیں، ان پر آپ کو غور کرنے کا موقع نہیں، اور نہ کسی نے آپ کو بتایا۔ کہ یہ حقائق اور معانی پر بڑی توجہ ہو تو پڑھایا جا سکتا ہے۔

## حضور ﷺ کو اللہ سناتا ہے:

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی ﷺ کی تیسری جلد میں معراج کی بحث پر شروع میں کچھ ایسے نقشے کھینچے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا، یہاں مجھے یہ نظر آیا، یہاں مجھے یہ نظر آیا، یہاں میں نے بادل اڑتا دیکھا، اور اس میں سے فرشتہ بولا، تو عجیب وغریب قسم کے جہاں حضور ﷺ نے اسی دنیا میں دیکھے۔

آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ نبی پاک ﷺ قبروں سے گزرتے تھے، تو قبروں کی آوازیں سنتے تھے، یہ عذاب ہو رہا ہے...... مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فی كبيرا ما احدهما فكان لا يستتر البول فی رواية لمسلم لا يستنزه من البول و اما الاخر فيمشی

بالنمیمة (بخاری ومسلم)...... تو آپ نے ان کی آوازیں سنیں یا نہ سنیں؟ (سنیں)، پھر حضور ﷺ نے فرمایا...... اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے...... کہ وہ تمہیں قبر کی باتیں سنائے۔ میں اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں، تو وہ تمہیں سنا دے، لیکن ڈر کیا ہے، کہ تم آئندہ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے، قبر کی دہشت ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے سنیں، لیکن حضور ﷺ نے ان مردوں کی آوازیں اندر سے سنیں، ان کو کہا کہ میں تمہیں بھی سنا سکتا ہوں، اللہ سے دعا کر کے، لیکن اس لئے نہیں سنانا، اس پر ذرا غور کرو کہ اس لئے نہیں تمہیں سناتا، کہ مردے کہاں ہیں قبر کے اندر، ان کے اوپر مٹی کتنی ہے؟ اب اتنی تہہ ہے مٹی کی، تو اتنی مٹی کے باہر ایک طرف، زندہ بھی ہو، اب اتنی بڑی دیوار ہے ایک ادھر ہے دوسرا ادھر ہے، آپ اس کو بات سنا سکتے ہیں؟ (نہیں)

تو یہ زندگی کی بحث نہیں، اتنی مٹی کے دونوں طرف بھی زندہ ہوں، تو کوئی سن نہیں سکتا، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہے سنانے کے لئے؟ (بے شک) تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ اس کو سنا دیتا ہے تو اب ذرا مقام میں غور کرو، کہ حضور کہاں تھے؟ (دنیا میں) اور جس کی آوازیں آ رہی تھیں، عالم برزخ میں، درمیان میں مٹی کتنی تھی؟ اتنی منوں مٹی تھی۔ تو اس میں یہ سمجھو کہ اگر حضور باہر ہوں اور منوں مٹی ہو، تو اگر آواز خدا کی قدرت سے وہ سن پائیں، تو حضور ﷺ خود اندر ہوں اور منوں مٹی اوپر ہو تو کیا باہر کی بات نہیں سن سکتے؟ (سن سکتے ہیں) خدا کی قدرت سے سن نہیں سکتے۔

## سننا خدا کے اعجاز کے ساتھ:

یہاں سننا جو ہے وہ ہے اسباب کے ساتھ، وہاں سننا ہے اللہ تعالیٰ کے

اعجاز کے ساتھ، تو یہی نہیں قبرستان میں جب آتے جاتے تو آپ آوازیں سنتے تھے، جو دوسرے نہیں سنتے، تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام دیا تھا، تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ مقام دیا تھا، تو اب اس پر اپنی عقل پر بوجھ ڈالنا، کہ وہ کیسے سن سکتے ہوں گے؟ یہاں تو اللہ نے ابھی وفات نہیں دی دنیا میں سنا دیا، دنیا میں ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ سنا دیا، تاکہ حضور جب خود اندر ہوں تو کوئی یہ نہ کہے کہ کیسے سنتے ہوں گے؟ صرف یہ کہ اگر شک پڑے دل میں، تو کہو کہ اللہ کی قدرت سے ہے، اللہ خود سنا رہے ہیں۔

## مردوں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ:

اب اسی کو فرمایا...... انك لا تسمع الموتی...... اور پھر فرمایا...... ولکن الله یسمع من یشآء...... کہ اے مخاطب تو مردوں کو نہیں سنا سکتا، یہ اللہ سناتا ہے یعنی اگر مردوں کو سننے کا شک نہیں، کیونکہ مردوں کو سننے کی سمجھ نہیں آسکتی، کہ وہ کیسے سنتے ہیں؟ تو اس کو قدرت کے سپرد کرو، تو پھر تو بات ہے، تو پھر سوچو تو بات ہے۔

تو اللہ نے بڑے اچھے پیرائے میں فرمایا...... انك لا تسمع الموتی...... کہ آپ نہیں سنا سکتے اور یہ کہیں نہیں کہا کہ...... ان الاموات لا تسمع...... کہ مردے سنتے نہیں، یہ نہیں کہا، بلکہ فرمایا کہ آپ نہیں سنا سکتے، سناتا خدا ہے، یعنی مردوں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ ہے، اسباب کے طور پر وہ خود نہیں سنتے، اور یہاں آپ لوگ اسباب کے تحت خود سنتے ہیں، اللہ نے اسباب دیئے تو آپ سنتے ہیں، اور وہاں کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ ہے۔

## خدا کی قدرت پر دھیان کرو:

میں نے ایک جگہ یہ بات بیان کی، تو ایک شخص نے کہا کہ میرا سارا شک

دور ہو گیا کہ جب قدرت خداوندی کے ساتھ ہو تو پھر کوئی بات بھی مشکل نہیں، نہ کوئی دماغ پر بوجھ ہے، نہ کوئی اشکال ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دھیان کر کے بات کو مانو، اسباب پر دھیان کر کے نہیں، اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے، اب جو لفظ استعمال ہوئے..... و لکن الله یسمع من یشآء ...... اس میں کوئی بھی آسکتے ہیں؛ جیسے میں کہوں کہ آپ میں سے میں جس کو چاہوں انعام دے دوں، یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ ساروں کو دے دوں، کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ..... من یشآء ...... کے معنی یہ نہیں کہ کسی کی نفی ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کو بھی سنایا جائے گا، ہوگا اسی کی مشیت سے، اپنی طاقت سے کوئی نہیں سنتا، اپنی طاقت سے نہ کوئی سن سکتا ہے نہ کوئی سنا سکتا ہے، جو بھی سنایا جائے گا، یا جو بھی سنے گا، خدا کی قدرت سے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو امور اگلے جہان سے متعلق ہیں اس میں قدرت خداوندی کے سپرد کرتے ہوئے انسان کو ایک لطف آتا ہے، اس جہان میں قدرت خداوندی کے سپرد کرتے ہوئے لطف نہیں آتا۔

مثلاً میں کہوں حاجی صاحب آپ کل آئیں، ٹھیک ہے اللہ کو منظور ہوا تو میں آؤں گا، اب جب انہوں نے کہا کہ اللہ کو منظور ہوا تو ان کو ثواب تو ہو گیا، لیکن میری طبیعت پر یہ گراں ہے، اور اگر کہیں کہ میں آؤں گا، تو پھر یہ گراں نہیں ہے، تو اس دنیا کے حالات میں جب خدا کا نام لایا جائے تو کوئی لطف نہیں رہتا، اور اگلے جہان میں جب خدا کا نام لایا جائے تو لطف پیدا ہوتا ہے، اگلے جہان میں اللہ ہی سناتا ہے، اگلے جہان میں اللہ رزق دیتا ہے، اگلے جہان میں راحت اور آرام اللہ کی طرف سے ہے، قبر کا عذاب اور قبر کی راحت اللہ کی طرف سے ہے، تو اگلے جہان کی کوئی بات اللہ کے بغیر چلتی نہیں۔

اور یہاں دنیا دار الاسباب ہے، اسباب کے تحت ہوتا ہے، جب خدا کا نام درمیان میں آجائے تو لوگ کہتے ہیں کہ بات پکی پکی ہوگئی، تو دونوں کا فرق ہے، اور آخرت میں دونوں چیزیں نہیں ہیں، وہاں عالم مشاہدہ ہے، وہ ایک نرالا جہان ہے، عالم مشاہدہ بھی، عجیب وغریب ہے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے بارہ میں جس طرح ہم آپ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اسباب کے ساتھ ان کانوں کے ساتھ آپ سنتے ہیں، میں بولتا ہوں میری آواز کان کے پردوں کے ساتھ ٹکراتی ہے، جب ٹکراتی ہے تو تموج پیدا ہوتا ہے، تو آپ سنتے ہیں اور جس کے کان ہی نہ رہیں، لیکن مردہ ہے قبر میں اور اس کے کان ہی نہیں ہیں، یہ ریزے ریزے تو ہیں، ذرات بدن تو ہیں زرات منتشرہ تو ہیں، لیکن کان تو نہیں، اس کا سننا قدرت خداوندی کے ساتھ ہے، اس لئے اگلے جہان میں ان کے سننے کے بارہ میں قاعدہ ہے، قانون ہے کہ سنتے ہیں قدرت خداوندی کے ساتھ، اور وہ بھی کس معنی میں کہ جب اللہ چاہے۔

**سوال**: کیا مردے اسباب کے ساتھ سنتے ہیں؟

**جواب**: دیکھیں وہ ہیں کہاں، عالم برزخ میں، تو اگلے جہان میں سننا سنانا، سب قدرت خداوندی کے ساتھ ہے، تو اگر کوئی کہے کہ وہ اسباب کے ساتھ سنتے ہیں تو نہیں، قدرت خداوندی سے سنتے ہیں، اسباب کے ساتھ آپ سنتے ہیں۔

**سوال**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود سنتے ہیں؟

**جواب**: ہاں سنتے ہیں، اور آپ قدرت خداوندی کو ضابطہ بنالیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کہ جو وہاں درود وسلام پڑھے وہ سنتے ہیں، تو ضابطہ بھی رہا اور قدرت خداوندی بھی رہی۔

**سوال**: عالم برزخ کے معاملات کے بارہ میں معاملات اللہ کے سپرد ہوں؟

**جواب**: ہم حدیث نہیں پوچھ رہے یعنی مطلق سننے کے بارہ میں بات ہو رہی ہے، ہم اس وقت تک جو سننے کے بارہ میں بات کر رہے ہیں، وہ ساری عقلی کر رہے ہیں، ابھی تو ہم نے حدیث پیش ہی نہیں کی، تو حضور ﷺ سنتے ہیں تو اس وقت نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اسباب کے ساتھ یا اللہ کی عطا کردہ قدرت کے ساتھ؟ تو میں کہہ رہا ہوں کہ عالم برزخ کے سارے معاملات، اللہ کی قدرت کے سپرد کرو، اس میں سلامتی ہے۔

**سوال**: انبیاء سنتے ہیں؟ تو کیسے وضاحت فرمائیں؟

**جواب**: انبیاء اگر ان کانوں سے سنتے ہیں تو اس میں اللہ نے یہ استعداد رکھ دی، کہ منوں مٹی کے اندر سے وہ سن سکتے ہیں، کیونکہ اگر اسباب کے ساتھ آپ سنائیں تو آپ اتنے فاصلے پر کیسے سنا سکتے ہیں، اب میں آپ کی بات اتنے فاصلے سے نہیں سن سکتا، آپ میری نہیں سن سکتے، تو اگر قدرت خداوندی درمیان میں لے آئیں تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

جو محدثین کے طریق پر بحث ہے، وہ تھوڑی سی اس میں سنا دیتا ہوں کہ میں نے جو آپ کو جہان بتائے ہیں، اس میں، میں نے کہا تھا کہ بحث نہ کرنا، کیونکہ یہ کوئی مسئلہ نہیں، یہ جو بنیاد فراہم کی کہ جہان، ارواح، دنیا، برزخ، آخرت، ارواح ناسوت، ملکوت، لاہوت، جبروت، عالم مثال، تو کوئی مسئلہ تو میں نے نہیں بیان کیا، یہ تو آپ کو اصطلاحات سے آشنا کرنے کے لئے بات کہی تو اس لئے میں نے کہا تھا کہ اس میں بحث نہیں کرنی۔

اب بات کرتے ہیں تھوڑی سی محدثین کی طرز پر، کیونکہ آپ نے وہ بات اٹھائی۔

## یہ زمانہ بڑا نازک ہے:

یہ زمانہ بڑا نازک ہے، اس میں حدیث کے باب میں ایسی روش اختیار کرنا، کہ جس سے منکرین حدیث کے لئے دروازہ کھل جائے، انکار حدیث کا، یہ ایک بہت بڑی غلطی ہوگی۔

اب تک صحیح بخاری کو اور صحیح مسلم کو جن اصولوں کے تحت قبول کیا گیا ہے۔ وہ اصول باقی رہنے، چاہیے یا نہ؟ (چاہیے) اور اگر کوئی ان اصولوں کے خلاف، تحقیق کرلے اور عام لوگوں کے ذہنوں میں بات آجائے تو یہ حدیث کے انکار کا ایک قدم ہوگا یا نہیں؟ (ہوگا)

مثلاً صحیح بخاری کی جو ابتدائی حدیث ہے...... اول مابدئ به رسول الله ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم فکان لا یری رؤیا الاجاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب الیه الخلاء وکان یخلوا بغار حراء فیتحنت فیه وهوالتعبد اللیالی (بخاری ج۱)......

یہ روایت کس کی ہے؟ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی) اور ہے روایت کس وقت کے بارہ میں جب حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں، جس وقت کا واقعہ سیدہ عائشہ بیان فرمارہی ہیں، اس وقت سیدہ پیدا بھی نہیں ہوئیں، اب حدیث معتبر ہے یا نہیں؟ (ہے) کیوں؟ جب اس دور کے متعلق ہے، جس وقت حضرت عائشہ نہیں، تو درمیان میں راوی موجود نہیں، یا حضرت عائشہ کہیں کہ، میں نے یہ بات اپنے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی، یا یہ کہیں کہ میں نے یہ بات حضور ﷺ سے سنی، تو پھر ہو گئی متصل، اس کے بغیر تو یہ روایت مرسل ہے، مرسلات صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے۔

اب ایک شخص اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی پیدا بھی نہیں ہوئیں عام لوگوں کے ذہنوں میں حدیث کا وقار گھٹے گا یا بڑھے گا، (گھٹے گا) عام آدمی کہے گا کہ روایت ٹھیک نہیں، اب ہمارے دل میں تو اس کا خلا ہو گیا، کہ دیکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت تھیں نہیں، خلا ہونا بڑا آسان ہے، ہم بیان کر سکتے ہیں، لیکن پوری امت میں امام بخاری ہی غیر معتبر ہو گئے؟ اس کا نقصان آپ نہیں سمجھ سکتے۔ جتنا ہم سمجھ سکتے ہیں، پوری کی پوری کتاب ہے۔

پچھلے دنوں ایک آدمی نے تحقیق کی ہے کہ صحیح بخاری امام بخاری نے نہیں لکھی، یہ امام علی ابن مدنی کی لکھی ہوئی تھی، امام بخاری نے معاذ اللہ چوری کی ہے، تو اس کا مطلب ہوا کہ امام بخاری نعوذ باللہ غیر معتبر ہو گئے، اور حوالہ بھی مل گیا کہ ان کی لکھی ہوئی تھی، کہ انہوں نے چوری کی، حوالہ موجود ہے اور کوئی صحیح بخاری لائے اور میں کہوں کہ یہ کتاب ہی معتبر نہیں، کہا یہ حوالہ ہے تو وہ حوالہ کیا آسمان سے اترا ہے، لیکن لوگوں میں شک ڈالنے کے لئے کافی ہے کہ میں جب حوالہ دوں تو صحیح بخاری ساری گئی، تو کچھ حوالے دوں اور مسلم ساری گئی اور کچھ حوالے دوں اور ابو داؤد ساری گئی۔

تو اس وقت دنیا کو بے دین بنانے کے لئے یہ ہتھیار ہیں یہ حدیث ایسی، یہ حدیث ایسی، وہ حدیث ایسی، وہ امام ایسا، یہ امام ایسا، یہ ہوا چلا دی ہے ان منکرین حدیث نے، اور یہ زمانہ آ گیا ہے، دین کی بربادی کا۔

ہمیں جو خوف ہے کہ ان اللہ تعالیٰ کے بندوں میں، ایک چھوٹے سے اختلاف کی خاطر پوری دین کی عمارت گرا دی، میں نے بددعاء نہیں دی، لیکن ان ظالموں کے بارہ میں کلمہ نکلتا ہے کہ مسئلے کی خاطر پورے دین کی عمارت گراتے ہو؟

ایک مولوی صاحب تھے میں نام نہیں لیتا، وہ کہا کرتے تھے، قاضی زاہد الحسینی نے ایک کتاب لکھی ''رحمت کائنات'' تو انہوں نے کہا کہ کیا ہیں کتابیں، خواب نامے لئے پھرتے ہیں، میں نے کہا کہ مولوی صاحب ادھر کریں، آپ نے تو اپنا غصہ نکال لیا کہ خواب نامے لئے پھرتے ہیں۔

اگر آپ کے سامنے کوئی عیسائی آجائے اور کہے کہ قرآن نکالو، تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور تعبیریں محض ہے، سات سال کا، گائے موٹی، اور گائے پتلی، اور جیل جانے میں خواب، اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب

......انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین......

پھر حضرت ابراہیم کا خواب، کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، میں نے کہا کہ اگر ان روائتوں کی بناء پر، کوئی یہودی کہے، قرآن کو ہاتھ میں لے کر، خواب نامے لئے پھرتے ہیں، کوئی پوچھے کس طرح؟ وہ کہے، یہ تو اس کے لئے زمین آپ نے ہموار کی، آپ کو پتہ نہیں۔

تو مولوی صاحب رو پڑے، کہنے لگے، کہ ہم نے سوچا ہی نہیں، میں نے کہا کہ صحیح بخاری لاؤ، کیا کتاب الرؤیا میں، خواب کا نہیں، کیا مسلم میں خواب نہیں......انا نائم رایتنی علی......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں اور میں پانی نکال رہا ہوں، تو ڈول بھاری ہو گیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے پھر ڈول نکالے، اور انہوں نے دو اڑھائی ڈول نکالے، پھر اور بھاری ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول نکالے ، یہ خلافت کا سارا اشارہ کیا، خواب میں نہیں، اور یہ مسلم میں نہیں موجود؟ دیوبند کے علماء کوئی پاگل نہیں ہوئے، کہ ان باتوں پر جمع ہوئے ہیں، دین کا بچتا کچھ نہیں، عوام کو تو کہا جا سکتا ہے، خواب نامے لئے پھرتے ہیں یہ حدیثیں ضعیف ہیں، لیکن

اگر اس وبا کو چلنے دیا جائے تو دین کا نام ونشان تک نہیں رہے گا۔ آپ کی نمازیں اور اذانیں تک نہیں رہیں گی، یہ معمولی بات ہے کہ وہ حدیثیں جن کو امت قبول کر چکی ہے اس کو راویوں کی جرح پر لانا اور یہ کہنا کہ یہ راوی ضعیف ہے تو امت نے جب اس کو قبول کیا تو اب ایک درجہ ہے محدثین کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے کا، جس کو کہتے ہیں تلقی بالقبول، کہ ضعیف حدیث کو اگر امت قبول کر لے، چاروں اماموں کے پیرو قبول کرلیں، تو تلقی بالقبول ہو جاتی ہے۔

## منکرین حدیث کا فتنہ:

اب یہ جو حدیث ہے...... من صل علی قبری سمعت...... اس میں کوئی بھی سند نہ ہو، ضعیف سند درکار، اگر سند نہ بھی ہو، لیکن امت کے چاروں اماموں نے جب اس کو قبول کر لیا، اب اس حدیث کے بارہ میں یہ شرم ناک حرکت نہیں کہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیا اس بناء پر ساری بخاری نہیں گرے گی، کیا مسلم نہیں گرے گی، اور یہ حدیث اکثر حدیثیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ روایت کیں، اس دور کی کہ جوان سے پہلے دور تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کب مسلمان ہوئے؟ بتایئے؟ سن سات ہجری میں اور سن سات ہجری کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنا عرصہ رہے؟ تین چار سال، تو وہ ساری حدیثیں جو سات ہجری سے پہلے کی ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اور یہ نہیں کہتے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے، میرے اسلام لانے سے پہلے کی، اور مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی، وہ نقل کرتے ہیں، اس دور کی بھی نقل کرتے ہیں، کیا کہتے ہیں علماء اور محدثین، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم اور تقویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے ہم ان کی وہ بات بھی مانتے ہیں، جس میں وہ خود شامل نہیں تھے، تو پھر اعتماد ہی ہوا؟ تو اس

اعتماد پر دین کی عمارت آئی ہے، اور یہ منکرین کا طبقہ اعتماد کو توڑ رہا ہے۔

اب ہر کسی راوی میں جرح تو نکل آتی ہے، آپ کو پتہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی محدثین نے جرح کی ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جرح ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جرح ہے، اب جب سب پر جرح ہو تو تمہارے پاس بچے گا کیا؟ بدترین دشمن اسلام کا وہ شخص ہے کہ جو محدثین کی مسلمات کو چھوڑ کر محض جرح کے سہارے اپنی بات کر رہا ہے لوگوں کو مغالطہ دے رہا ہے، آج ان منکرین حدیث کے ساتھ ہوں گے، سو دو سو آدمی۔

لیکن جو راہ انہوں نے نکالی ہے اس پر آئندہ ہزاروں ہوں گے، اور جب اس امت سے دین کا خاتمہ ہوگا تو گناہ انہی شاہ سواروں کے نام لکھا جائے گا، جنہوں نے ایک مسئلے میں دیو بند کی مخالفت کی ہے، یہ ساری خواہش لئے پھرتے ہیں، حدیث ضعیف ہے۔

حدیث کے بارہ میں یہ ہے کہ...... حدیث متلقی با القبول عند الامۃ ...... یہ کہنا کہ بیس تراویح کی روایت سنداً ضعیف ہے...... متلقی بالقبول...... ہے، اب تک خانہ کعبہ میں بیس تراویح ہو رہی ہے۔

میں یہ بڑے دکھ سے بات کہتا ہوں، کہ منکرین حدیث کا فتنہ اس زمانے میں اس جماعت کی وجہ سے بہت ترقی کر رہا ہے، اور جتنی بھی تحریریں اس مسئلے پر آ رہی ہیں، پرویز کی جماعت کے آدمی محنت کے ساتھ اس کو پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ علم حدیث ہے تمہارا؟

غالباً سبکی لکھتا ہے، ایک مقام پر کہتا ہے کہ اے مخاطب یہ جانا کہ جرح یوں ہی نہیں، فلاں نے ضعیف کہہ دیا، جرح کے کچھ اسباب ہیں، اسباب ساتھ ہوں، تو جرح قبول ہوگی، ورنہ جرح کس پر نہیں ہوئی، فرماتے ہیں...... قد عرفناک

ان الجرح لا یقبل منه الجرح و ان کان مفسرا...... اگر جرح مفسر پہ ہو۔

## مسئلہ تقدیر کے بارہ:

تو تقدیر کے انکار کو جو انہوں نے عنوان دیا، وہ تھا، حدف، ہم کہتے ہیں کہ وہ عدل کے معانی کو سمجھے ہی نہیں، عدل کا معانی سمجھو، کبھی تو یہ لفظ ظلم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، اور کبھی کرم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، اور جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات عدل نہیں کرتے، اس کا معانی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بعض دفعہ کرم کرتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں، اور عدل نہیں کیا، عدل کرنا ضروری تو نہیں۔

حکومت اگر کسی کو مجرم قرار دے کہ جو یہ جرم کرے گا، اس کی یہ سزا ہے، تو اگر کبھی حکومت سزا نہ دے، معاف کر دے تو کوئی حکومت کو روک سکتا ہے؟ (نہیں)، تو اللہ کی ذات تمام بادشاہوں سے بالا ہے، وہ چاہے تو روک دے، تو انہوں نے پروپیگنڈہ یہ کیا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کسی کو گناہ پر پکڑے تو یہ ظلم ہوگا، حالانکہ یہ ظلم نہیں، یہ بھی بادشاہ کی بادشاہت کا ایک پہلو ہے۔

دیکھو اس کا مالک کون ہے؟ میں ہوں، اب میں اس کو یہاں رکھوں، یا یہاں رکھوں، یا جیب میں رکھوں، تم میں سے کسی کو اعتراض کا حق ہے؟ (نہیں) کیوں، آپ نے یہ مانا کہ مالک کو حق ہے کہ مملوک کو جہاں رکھے، ہم آزاد ہیں، اپنی ذات میں، لیکن اللہ کے ہاں ہم کیا ہیں؟ (مملوک)، وہ ہمارا بادشاہوں کا بادشاہ ہے، مالک ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ میں رکھے تو اس کو حق ہے وہ مالک ہے۔

ہم گناہ گار نہیں ہیں، لیکن ہمارا مالک کوئی مشروط ہے کہ ہم کہیں کہ تو

مالک کیسا ہے؟ یہ بات کریں، یہ کوئی کہہ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے غیر مشروط، تو اگر وہ جنت میں رکھے یا دوزخ میں رکھے، تو بطور مالک کے اس کو حق ہے، گو وہ ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن بطور مالک کے تو اس کو حق ہے۔

اس لئے ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کا عدل مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عدل کرے گا، لیکن اس پر عدل واجب نہیں ہے، ہم عدل کے قائل ہیں کس معنی میں، کہ اللہ تعالیٰ عدل کرے گا، لیکن اس پر عدل واجب نہیں ہے، بات سمجھ آئی۔

اس مثال سے یہ بات سمجھو، کہ یہاں کی عدالتوں میں جب کسی کو سزا ملے، تو مجرم کا تصور کیا ہوا، عدالت جب کسی کو سزا دیتی ہے، تو مجرم کو گو پتہ ہے کہ میں نے جرم کیا تھا اور اب یہ بھی پتہ ہے کہ مجھے سزا ملے گی، لیکن اس وقت اس کا تصور کیا ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ قصور تو تھا، لیکن اتنا بھی نہیں تھا کہ جتنی سزا ملی ہے، میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، یہ تصور ہوتا ہے یا نہیں؟ (ہوتا ہے) کہ میں سزا کے لائق تو تھا لیکن سزا زیادہ ملی ہے۔

تو جب ملزم کو سزا سنائی جائے تو کیا تصور ہوتا ہے، کہ مجھ پر زیادتی ہوئی ہے، اللہ کے ہاں جب سزا سنائی جائے گی تو کسی کا تصور بھی نہیں ہوگا، مجرم کافر کا کا بھی تصور نہیں ہوگا کہ آج زیادتی ہو رہی ہے، بلکہ ہر ایک کا تصور ہوگا کہ آج عدل ہو رہا ہے۔

اور جو جنتی ہیں، ان میں سے کسی کا بھی تصور نہیں ہوگا کہ آج عدل ہو رہا ہے، کیوں؟ ہر آدمی کہے گا کہ میں نے بڑے قصور کیئے تھے۔ لیکن آج بڑا کرم ہو گیا، تو جنتی کا یہ سنتے وقت تصور کیا ہوگا؟ (کرم ہو گیا)، اور جہنمی کا تصور کیا ہوگا کہ عدل ہوا ہے، ظلم کا تصور کسی کا بھی نہیں ہوگا، تو جب کسی کا بھی نہیں، تو اب ہم نے لفظ عدل کو کرم کے مقابلہ میں لینا ہے الاہیات کی بحث میں، ہم نے اس کو ظلم

کی بحث میں نہیں لینا۔

اگر کوئی پوچھے دلیل، ہمارے پاس تو صرف قرآن ہے، مثلاً قیامت کے دن، حشر کے دن، یا فیصلے کے دن، کچھ چہرے روشن ہوں گے، وہ ہیں نیک لوگ۔ کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، یہ ہیں گناہ گار، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... اما الذین ابیضت وجوھھم ...... جن کے چہرے اس دن روشن ہوں گے، یہ نہیں کہا کہ وہ اعمال کی وجہ سے، نہیں...... اما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة الله ...... واما الذین استودت وجوھھم ...... اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ کیوں ہوں گے...... فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون...... کہ آج عدل ہے...... فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون...... یہ کیا ہے...... عدل، تم نے کفر کیا...... فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرونہ تو یہ کیا ہے؟ (عدل)

تو عدل کا اعلان کن کی طرف سے کیا جائے گا؟ جو جہنمی ہیں، ان کے لئے ہے عدل۔ اور جو جنتی ہیں ان کے لئے...... اما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة الله...... اور...... یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ...... وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی تقسیم کی تو عدل کن کے لئے ہے؟ (جہنمیوں کے لئے)، اور کرم کن کے لئے؟ (جنتیوں کے لئے)۔

## عدل کن کے ہاں:

عقائد میں عدل کن کے لئے؟ (شیعوں کے لئے)، سنیوں کے ہاں، نہیں، معلوم ہوا کہ کرم ہی کرم ہوا۔

تو...... اصول الدین عنه اهل السنة والجماعة ثلاثة التوحید و الرسالة والاخرة ...... ہمارے ہاں عدل ہے؟ نہیں، تو یہ ہم کون ہوئے؟ (کرم

والے) اور جن کے ہاں عدل ہے وہ کون تھے، اللہ نے ان کے لئے تعبیر کیا اختیار کی تھی؟...... اما الذین استودت و جوھھم ...... اور جو آگے سیاہ چہرے ہوں گے وہ تبھی ہوں گے کہ دنیا میں انہوں نے اپنے اوپر سیاہ لباس پہنے ہوں گے، کہ دنیا میں جو سیاہ لباس ہے پھر وہ آگے آئے گا۔

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ عدل اللہ تبارک وتعالیٰ کرے گا، اس کے فعلوں میں ہے کہ نہیں؟ (ہے) اللہ تعالیٰ کے فعل میں ہے عدل کرنا، لیکن ہم کیا کہتے ہیں کہ اس پر ضروری نہیں، واجب نہیں...... ان اللہ لا یحب علیه شیئی ......اور اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب ہو، تو پھر ایک تو ہے خدا، اور جو چیز اس پر واجب ہے، تو یہ کتنی ہو گئیں؟ دو ہوئیں کہ ایک؟ (دو) کہ اللہ پر کوئی چیز واجب ہے، تو وہ وجوب خارج سے آیا، تو وہ خارج کیا ہے؟ تو چیزیں ہو گئیں کتنی؟ (دو)

## عدل کی زد میں توحید:

تو عدل کا مقابلہ کس سے ہے؟ توحید سے، ہم چونکہ ہیں مواحد، تو اس لئے ہم نے توحید کے ساتھ نہیں رکھا کسی چیز کو، انہوں نے رکھا توحید کے ساتھ عدل کو، تو یہ شرک ہے کہ نہیں؟ (ہے)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ عدل کا عقیدہ جو ہے اس کی زد کس پر پڑتی ہے؟ (توحید پر) اور جو توحید کا قائل ہے وہ توحید کے ساتھ کوئی اور بات نہیں لائے گا، وہ کہے گا...... لا یسئل عما یفعل...... وہ بالکل صاف کہے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ عدل کرے...... فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون...... تو وہاں بھی اگلی پچھلی آیت سے پتہ چلے گا کہ عدل اگر کرے گا تو یہ اس پر واجب نہیں۔

تو اگر ہم نے عدل کو وہ شکل نہیں دی جو شیعہ نے دی ہے، وہ کہتے ہیں کہ تقدیر کا معنی تو یہ ہے کہ اللہ خالق ہے ہر چیز کا اور اگر انسان اپنے فعلوں کا خود خالق ہو تو جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، تو پھر خالق اور بھی بن گئے۔

اور جب خالق اور بھی بن گئے، تو توحید؟ تمہارے جو اعمال ہیں ان کا خالق کون ہے؟ ہمارے جو اپنے اعمال ہیں ان کا خالق کون ہے؟ (اللہ) دلیل...... خلقکم و ما تعملون......ماتعملون کا اثر اگر کس پر ہے کہ...... خلقکم...... جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اللہ نے پیدا کیا...... وما تعملون......اور جو تم عمل کرتے ہو، ان کو اسی نے پیدا کیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

## معتزلہ اور شیعہ سے اختلاف:

معتزلہ اور شیعہ کا سب سے بڑا اختلاف ہمارے ساتھ یہی ہے کہ عدل تو اب عدل کا تصور پیش کرنے سے توحید داغ دار ہوتی ہے یا نہیں؟ (ہوتی ہے) جس طرح عدل کے تصور سے توحید داغ دار ہوتی ہے، امامت کے تصور سے رسالت داغ دار ہوتی ہے۔

شیعہ نے کیا کہا توحید کے مقابلے مین عدل، رسالت کے مقابلے میں امامت، تو سنیوں سے تو یہ شروع سے ہی مختلف ہو گئے، یہ بات آپ نے شیعہ کی بحث میں پڑھی ہے؟ (جی)

کسی بھی مذہب کو جاننے سے پہلے بنیاد ہوتی ہے، ہم تو شیعہ مذہب کو جاننے کیلئے بنیاد سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، چلو چھوڑ دان باتوں کو، ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

## اگر اللہ بخشے:

ہمارا موضوع کیا ہے؟ کہ اللہ تعالےٰ جس کو بلا وجہ بخشنا چاہے اس کے ہاتھ کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، فرمایا...... اگر اللہ تعالیٰ فضل کرنے کا ارادہ کرے ...... ولا راد لفضله...... یہ نفی عام ہے یا نہیں؟ (عام ہے) تو اب یہ جو بات میں نے کی اللہ تعالیٰ بخش دے، رحمت سے اپنے فضل وکرم سے، تو کوئی روکنے والا نہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ ...... ولا راد لفضله...... ولا ممسك له...... کوئی اس کو روکنے والا نہیں، اور بات وہی ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس کی دلیل کیا ہے؟ کہ...... لمن الملك اليوم...... یعنی آج مالکیت کس کی ہے، مالک ہے، جو چاہے کرے، آج مالکیت کس کی ہے؟ تو اس کا جواب ہے...... لله الواحد القهار...... معلوم ہوا کہ خدا کا کسی پر قہر کرنا اور عذاب کرنا وہ مالکیت کا ایک حصہ ہے۔

جو میں نے آپ سے بات کی تھی کہ مالک جیسے چاہے رکھے، تو سوال کیا تھا کہ مالکیت ...... لمن الملك اليوم...... تو یہ نہیں کہا کہ...... لله...... فرمایا...... لله الواحد القهار...... معلوم ہوا کہ اس کا قہر کرنا اور پکڑنا جو ہے، وہ بھی اس کی نالکیت کا ایک پہلو ہے۔

# گناہوں سے نجات کا طریقہ کیا ہے؟

اب میرا سوال ہے اس کا جواب دیں اور پھر آگے چلتے ہیں یہ بتائیں کہ گناہوں سے نجات کا طریق کیا ہے؟ اول توبہ دوئم نیکوں کی زیادتی، تین شفاعت بالاذن، چوتھے خدا کی رحمت عام، اب میرے سوال کا جواب دیں۔

ایک آدمی پکڑا گیا، اس نے کہا کہ مجھے معاف کردو آئندہ نہیں کروں گا۔ ایک آدمی پکڑا گیا، اس نے کہا کہ میں نے غلطی کی ہے، لیکن میرا پچھلا ریکاڈ دیکھیں دیکھا کہ اس نے تو کبھی گڑبڑ نہیں کی، بڑا حکومت کا تابع دار رہا ہے، تو اب اگر ایسا ہو بھی گیا، تو اسے معاف کردیں، ایک گناہ گار پیش ہو تو وزیراعظم نے کہا کہ جناب میرا عزیز ہے مہربانی کردیں، تو کوئی بھی نہیں کہے گا بادشاہ سے، اور ایک ایسا آیا کہ بادشاہ نے کہا آج ہمارا خوشی کا دن ہے چھوڑ دو، تو کوئی اس کو کہے گا کہ یہ غلط ہے۔

## کفارہ گناہ کیا ہے؟

اب ہمارے مقابلے میں عقیدے آئیں گے ہندوؤں کے، عیسائیوں کے اور ہم ان کو کہیں گے کہ تمہارے نزدیک گناہ سے نجات پانے کی راہ کیا ہے؟ عیسائیوں نے ہمیں کہا، کہ انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے، تو پیدائشی طور پر گناہ گار کا کیا مطلب ہے؟ کہ انسان جب پیدا ہوا تو گناہ پیچھے سے لایا، اور پیچھے سے کیسے لایا؟ کہ ہمارے ماں باپ سے گناہ ہوا تھا، جنت میں آدم نے پھل کھایا اس درخت کا جس سے منع کیا گیا اور آدم کو پھر زمین پر بھیجا گیا کہ جاؤ اب زمین پر، تو آدم جب زمین پر آئے تو وہ گناہ ساتھ لائے، اور وہ گناہ ان کی اولاد میں

منتقل ہوا۔

اب دنیا میں رہنا، اسی گناہ کی سزا تھی، اب اولاد آدم ساری گناہ کے ساتھ آ رہی ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے، جب کہا کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

تو دوسرا ان کا عقیدہ ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے، اب جو گناہ ہوا آدم سے تو اس کی سزا کیا ہے؟ کہ موت آئے، موت کے بغیر خدا گناہ بخشتا نہیں ہے، کیوں؟ عدل اس پر واجب ہے اب جب گناہ کیا تو یا تو وہ گناہ کی سزا دے دے موت کی شکل میں، یا پھر کہو کہ عدل واجب نہیں، اور اگر اس پر عدل واجب ہے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، اور جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں، تو اگر اس پر عدل واجب ہے، تو آدم سے جو گناہ ہوا تو اس کی مزدوری کیا تھی؟ (موت)، اب ہر انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے، اب کسی ایک نے تو موت اپنے اوپر لینی تھی تب تک گناہ سے نکلتا تو نہیں، تو خدا بڑا ہی مہربان ہے کہ اس نے کہا کہ اے انسانوں تم کیوں پریشان ہو؟ میں دنیا میں اپنا بیٹا بھیجتا ہوں، وہ ایک بی بی مریم کے ہاں پیدا ہوگا بغیر باپ کے، یہ نشان ہوگا کہ وہ میری طرف سے ہے اور وہ بے گناہ ہوگا یعنی اس بے گناہ پر، تم تو سارے گناہ گار ہو ماں باپ کا گناہ تمہارے ساتھ ہے، آدم اور حوا کا گناہ تمہارے ساتھ ہے لیکن وہ تو میرا بیٹا ہوگا، میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا، جو میرے بیٹے میں آئے، اب تمہارے باپ آدم اور حوا نے گناہ کیا ہے۔

## عیسائیوں کا عقیدہ نجات:

اب تم گناہ گار ہو لیکن وہ پیدائشی طور پر گناہ گار نہیں ہے، اس بے گناہ پر

ایک مقدمہ بنے گا، اس کے نتیجہ میں وہ سولی چڑھایا جائے گا، تو ایک موت واقع ہوگئی بے گناہ کی، جب بے گناہ کی ایک موت واقع ہوئی تو سب گناہ گاروں کے گناہ دھل گئے، اب تمہاری نجات ہوگئی مسیح کے سائے میں۔

یہ جو بات میں نے آپ کو بتائی اس کو کہتے ہیں عیسائیوں کا عقیدہ نجات، عیسائیوں کا عقیدہ نجات سمجھنے کیلئے تین مقدمات پہلے سمجھ لیں، تین باتیں سمجھ لیں، اوّل عیسائیوں کا عقیدہ کہ انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے، دوم گناہ کی مزدوری موت ہے، تین خدا بڑا ہی مہربان ہے، اب انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہے، یعنی آدم اور حوا کا گناہ ان کے ہر بیٹے پر آتا ہے اور گناہ کی مزدوری موت ہے کیوں خدا پر عدل واجب ہے، معاذ اللہ اس لیئے اب موت کسی نہ کسی پر آنی ضروری ہے، اور گناہ کی مزدوری موت ہے، اور خدا انتہائی مہربان ہے، اس نے کہا کہ ان بندوں میں سے کسی پر موت آئے تو مجھ پر ہی کیوں نہ آئے اس نے دنیا میں اپنا بیٹا بھیجا جو آدم کا بیٹا بایں معنی نہیں، جس پر آدم کا گناہ ہو، وہ میرا ہے تو بے گناہ ہوا اب وہ جب موت چکھے گا سولی پر تو وہ اپنی طرف سے آیا نہیں، بے گناہ کی مزدوری موت ہے تو کوئی انسان جو یسوع کے خون پر ایمان لائے اس کے گناہ دھل گئے۔

## عیسائیوں اور مسلمانوں میں نجات کی راہ:

اب مسئلہ یہ کہ عیسائیوں کے نزدیک نجات کی راہ کیا ہے؟ جواب عیسائی خون مسیح کے زریعہ نجات میں عقیدہ رکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ ایک منجی آیا، نجات دھندہ، خدا کا بیٹا تھا، سولی چڑھ گیا اور ساری قوم کے گناہ دھل گئے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اسلام میں نجات کی راہ کیا ہے؟ جواب......توبہ

نیکیوں کی کثرت شفاعت پیغمبر، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت عام کا عقیدہ۔

اب ہم نے عیسائیوں سے پوچھا کہ تم نے نجات کی راہ خون مسیح سے نکالی کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے، نمبر دو گناہ کی مزدوری موت ہے، نمبر تین، بڑا مہربان ہے، تو ان چیزوں کو ملا کر تم نے جو اپنا عقیدہ نجات بتایا، تو ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں کہ خون مسیح کے پہلے جو لوگ گناہ گار گزرے، تو ان کے نجات کی راہ کیا ہے؟ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی نہیں چڑھے ہمارے عقیدے میں تو نہیں، میں ان کے عقیدے کی بات کہتا ہوں کہ جب تک سولی نہیں چڑھے، اس وقت سے پہلے جو لوگ مر چکے تھے وہ مسیح کے سولی چڑھنے پر ایمان بھی نہیں لا سکے، کیونکہ ان کے سامنے تو واقعہ ہوا ہی نہیں، ان سے پہلے یا ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہیں آیا، اب ان کی گناہ سے نجات کی صورت کیا ہوگی؟

جب ہم نے عیسائیوں سے یہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان کی گناہ سے نجات کی صورت یہی ہے کہ توبہ نیکیوں کی کثرت، شفاعت بالاذن اور رحمت عام، تو اب مسیح سے پہلے جو گناہوں سے نجات کی صورت تھی، ہم کہتے ہیں کہ مسیح سے پہلے بھی تو وہی تھی۔

اور اس کو کیا کہتے ہیں ہمارے ہاں، قانون کہ خدا کے احکامات کی پابندی کرو، تا کہ تمہارے دل بدلے جائیں اور تم پر اس کی رحمت رجوع لائے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ احکام کی پابندی کرو، تو اس کا نام کیا ہے؟ شریعت خدا کے احکام کی پابندی، اس کا نام کیا ہے؟ (شریعت)

ہم جب کہتے ہیں کہ انسان بخشا جائے گا، تو اس کا خلاصہ کیا ہے؟ شریعت کی راہ، یہ چاروں راہیں شریعت نے بتائی ہیں، تو انسان کس طرح بخشا جائے گا

شریعت کی راہ سے، تو یہ کہتے ہیں کہ خون مسیح کی راہ سے۔

## دنیا عیسائیت سے سوال:

ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے اس واقعہ سے پہلے انسانوں کی نجات کی راہ کیا تھی، انہوں نے کہا کہ اس وقت بھی شریعت تھی، اب سنو، اگر حضرت مسیح سے پہلے نجات کیلئے شریعت کی راہ تھی، جو ہم کہتے ہیں تو پھر اصل پیغمبروں کی راہ پر ہم ہوئے یا وہ؟ (ہم) نجات کا طریقہ ہمارا پرانا ہے یا نیا؟ (پرانا) اور ان کا نیا، تو ہم کہتے ہیں کہ بدعتی عقائد ان کے ہیں، نجات کے مسئلے پر، بدعتی عقیدہ کن کا ہے تمہارا یا ہمارا؟

بائبل میں لکھا ہے کہ شریعت کی پابندی کرنا بڑی مصیبت ہے، بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ شریعت ایک لعنت ہے، اور شریعت کی راہ سے جنت میں داخل ہونا بڑا مشکل ہے، وہ شریعت کی راہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا تو داخل ہوگا تو خون مسیح کے زریعہ، تو ہم کہتے ہیں کہ خون مسیح سے پہلے کس راہ سے داخل ہوتے تھے؟

## گناہ سے بچنے کی صورتیں:

مذاہب کی دنیا میں، یہ مسئلہ زیر بحث رہا کہ انسان جب گناہ گار ہو جائے گناہ سے بچنے کی صورت کیا ہے، دین اسلام دین فطرت ہے، تو فطرت نے جو اصول بتائے اس کے مطابق اسلام میں گناہوں سے نجات ہو چکی۔

اسلام کہتا ہے کہ اگر تم نے گناہ کیا، تو گناہ کے دھونے کا طریقہ تو یہ ہے اگر تم توبہ کرو، تو تمہارے گناہ دھل گئے، اور اگر تم توبہ بھی نہ کر سکو، پھر گناہوں سے نجات کی صورت کیا ہے؟

اللہ کے بندو کچھ سوچو، اگر تم توبہ نہ کرسکو، تو پھر گناہ سے بچنے کی صورت کیا ہے؟ پھر گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ نیکیاں اتنی زیادہ کرو کہ جب اعمال تولے جائیں تو گناہ ختم ہو جائیں، اب ان گناہوں سے توبہ بھی تو نہیں ہوئی مگر نیکیاں اتنی کثرت سے آئیں کہ ...... ان الحسنات يذهبن السيأت ذلك ذکری للذکرین...... تو گناہوں کو ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے، توبہ اور نیکیوں کی کثرت، کہ...... توبوا الی بارئکم...... یہ توبہ کی تعلیم ہے۔

اور دوسرا کیا...... والوزن یومئذٍ الحق ...... کہ وزن اعمال برحق، تو گناہوں سے نجات کی صورتیں کتنی ہیں۔ (دو) پہلی توبہ اور دوسری نیکیوں کی کثرت۔

اور ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقربین اور نبیوں سے پیار کرتا ہے، اور ان کی عزت کی خاطر بعض اوقات دوسرے کی عزت کے لئے اس کی بات کا اکرام کیا جاتا ہے۔

## شفاعت بالوجاہت کا عقیدہ غلط ہے:

مثلاً یہ طالب علم کہتا ہے کہ مجھے چھٹی دے دو، میں کہتا ہوں کہ نہیں، ہاں یہ ہمارے خلیفہ ہیں، ہم نے ان کو خلافت دی، مثال دے رہا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اگر یہ مولوی صاحب کہہ دیں، تو تمہیں چھٹی ہے، تو یہ کہتے ہیں کہ اچھا جی میں بھی کہتا ہوں کہ دے دو، اس کو ہماری زبان میں کہتے ہیں شفاعت، کہ ہم گناہ گار اللہ کے ہاں پکڑے گئے تو توبہ بھی نہیں کی، کہ گناہ دھل جائیں، اور نیکیاں بھی اتنی نہیں کیں کہ وزن میں تھی ہم جیت جائیں، مگر ہمارے جو عمل تھے تھوڑے، اس میں ایک عمل تھا کہ، ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا ہے،

کہا ہاں ہمارے اعمال تھوڑے ہیں، اب اللہ تعالیٰ میدان حشر میں حضور ﷺ کو مقام شفاعت عطا فرمائے گا، تو حضور ﷺ اس وقت ھماری شفاعت کر دیں، تو یہ ہوسکتا ہے، کہ نہیں؟ (ہوسکتا ہے) تو پھر گناہوں سے بچنے کی ایک تیسری امید بھی پیدا ہوگئی، یہاں دو لفظ یاد رکھیں کہ ایک ہے شفاعت بالاذن کہ اللہ خود اجازت دے، اور نبی شفاعت کریں، ایک ہے شفاعت بالوجاہت، کہ کسی کی وجاہت اور عزت کی خاطر اللہ کے نبی شفاعت کریں۔

تو یاد رکھو اللہ کے ہاں رعب کسی کا نہیں، تو شفاعت بالوجاہت کا عقیدہ غلط ہے، اللہ پر کسی کا رعب نہیں، تو جس کو ہم شفاعت مانتے ہیں، وہ شفاعت بالاذن ہے۔

اب میرے پاس کوئی آئے، میں ممتحن ہوں، تو میرے پاس میرا افسر سفارش کرے، کہ اس طالب علم کو پاس کر دینا، تو اگر میں نہ کروں، تو وہ مجھے تکلیف دے سکتا ہے، یا نہیں دے سکتا؟ (دے سکتا ہے) اب میں نے اس کی سفارش مانی یہ ڈرتے ہوئے مانی، کہ مجھے یہ کوئی تکلیف نہ دے، اس کا رعب اب مجھ پر ہے، اس کو کہتے ہیں کہ شفاعت بالوجاہت، تو

## ہم شفاعت بالاذن کے قائل ہیں:

علماء دیوبند شفاعت بالاذن کے قائل ہیں اور بریلویوں کا جو نظریہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ لفظ تو انہوں نے استعمال نہیں کئے لیکن جو ان کی باتوں سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ شفاعت بالوجاہت کے قائل ہیں، یہ اللہ کی شان کے منافی ہے اور شفاعت بالاذن جو ہے، اس کا مفہوم یہ کہ جب قومیں حضور ﷺ کے پاس آئیں گی، کہ اور پیغمبروں نے تو ہمیں جواب دے دیا، آپ آج ہماری شفاعت کریں،

تو جب امتیں کہیں گی تو حضور ﷺ شفاعت نہیں کریں گے؟ (کریں گے)

آپ سجدے میں پڑ جائیں گے، حضور ﷺ کہتے ہیں کہ جب امتیں میرے پاس آئیں گی...... فاخرو له ساجدا...... میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا اور میں جب سجدے میں پڑا ہوا ہوں گا...... ثم یرحمنی ربی...... تو اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ پاک کلمے میرے دل میں ڈالیں گے، کہ اس وقت مجھے آتے نہیں، اور وہ کلمے جب پڑھوں گا، تو ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہوگا کہ پھر کہا جائے گا کہ...... یا محمد ارفع راسك...... اے میرے پیغمبر آپ اپنا سر اٹھائیں...... سل تعطی...... آپ مانگیں آپ کو دیا جائے گا...... وا شفع تشفع...... آپ شفاعت کریں، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

تو حضور ﷺ نے شفاعت کی، پہلے اذن ملا کہ بعد میں؟ (پہلے) تو یہ ہے بالاذن، تو جو شفاعت ہوئی تو اس سے پہلے اذن ہے، اگر شفاعت پہلے کر دیں تو وہ پھر بالاذن تو نہیں ہوئی۔

اس لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ جب امتیں حضور ﷺ کے پاس آئیں گی تو آپ شفاعت کریں گے، تو آپ سب نے کہا کہ ہاں، اور یہ بات جو میں نے بیان کی کہ شفاعت نہیں کریں گے۔ سجدے میں گریں گے، پھر اللہ تعالیٰ القائے کلمات فرمائے گا، اور اللہ کہے گا کہ آپ شفاعت کریں، میں قبول کرتا ہوں، تو اس میں اور اس میں فرق ہے؟ (فرق ہے)

## تین طریقوں سے نجات:

تو ہم کیا کہتے ہیں کہ گناہوں سے نجات کی صورت کیا ہے؟ اول توبہ، دوئم کثرت اعمال، نیکیوں کی کثرت، نمبر تین شفاعت بالاذن، تو ان تین طریقوں

سے نجات ہو سکتی ہے؟ (جی)

## اگر اللہ معاف کر دے تو کوئی پوچھنے والا نہیں:

لیکن ایک اور عقیدہ بھی ہے ہمارا وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اگر بغیر کسی سبب کے چاہے، کسی گناہ گار کو بخشنا، تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اگر کسی کی توبہ بھی نہ ہو اور کثرت اعمال بھی نہ ہوں، اور شفاعت بھی نہ ہو، تو خدا خود کسی پر مہربان ہو گا اور کہہ دے کہ بخشتا ہوں، تو بعض اوقات حکومتوں پر سرکاری دن آتے ہیں کہ حکومت اعلان کرتی ہے ہر قیدی کی سزا دو دو ماہ معاف کر دی گئی۔

تو حکومت اس وقت کی ایک قیدی پر مہربان ہے یا اپنی مہربانی کا جوش ہے؟ (اپنی مہربانی کا جوش ہے) تو جب کہا کہ اپنی مہربان کا جوش ہے تو کبھی کبھی رحمت ربانی کا فوارہ بھی اچھلتا ہے، اور جب رحمت ربانی کا فوارہ اچھلتا ہے تو اس وقت عقیدہ یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے، وہ قانون کے ماتحت ہے؟

خدا قانون کے ماتحت ہے (نہیں) ہماری حکومت پاکستان کی یا کسی بھی ملک کی حکومت پورے ملک میں طاقت ور ہے یا نہیں؟ (ہے) لیکن حکومت طاقت ور ہونے کے باوجود خود کسی ضابطے کے ماتحت ہے، اس کو کہتے ہیں دستور، کہ پاکستان کے فلاں دستور کے مطابق حکومت اور اس کے افسر اپنی تمام طاقت کے باوجود، کسی چیز کے کسی ضابطے کے پابند ہیں۔

لیکن اللہ رب العزت کی حکومت جو ہے وہ کسی کے ماتحت نہیں، اور کسی ضابطہ کے ماتحت ہے؟ (نہیں) دلیل قرآن کریم میں کہیں ہے کہ وہ ضابطے کے ماتحت ہے؟ (نہیں) آپ آیتیں اس موقع پر یاد رکھیں ...... لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون...... تو اس کا حاصل ہے کہ وہ کسی ضابطے کے ماتحت نہیں، تو جو

ضابطے کے ماتحت ہو وہ تو مسئول ہوتا ہے۔

آپ نے اخبارات اور رسائل پر لکھا ہوا پڑھا ہو گا کہ مسئول کہ اس رسالے کے بارہ میں پوچھنا ہو تو کہاں سے پوچھو؟ لیکن اللہ مسئول نہیں...... لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون...... اس کا معنی یہ کہ بندے سارے ہی مسئول ہیں...... ھم...... کا مصداق کون ہے؟ (انسانیت) جس طرح گناہ گار مسئول ہیں، پیغمبر بھی مسئول ہے، تو...... ھم...... میں سارے ہیں، یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں کہ جو مسئولیت سے خالی ہو...... ھم...... کے معنی میں پیغمبر بھی آ گئے؟ (آ گئے) دلیل، خدا مسئول نہیں...... تو...... ھم...... میں پیغمبر بھی آ گئے کہ نہیں؟ (آ گئے) فرمایا...... ولنسئلن الذین ارسل علیھم و لنسئلن المرسلین...... تو...... ارسل علیھم...... عوام...... والنسئلن الذین ارسل علیھم ولنسئلن المرسلین...... تو پہلی آیت میں بتایا کہ مسئول وہ بھی ہیں جن کی طرف پیغمبر آئے...... ولنسئلن المرسلین...... اور مسئول پیغمبر بھی ہیں، تو اب...... ھم...... کے معنی قرآن سے نکال دیئے؟ ہم نے کہا کہ...... لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون...... تو...... ھم...... کے معنی میں آپ نے دونوں داخل کیے، پیغمبر اور غیر پیغمبر، تو کوئی کہے کہ آپ کے پاس دلیل ہو، تو دلیل اس آیت سے ہم نے لے لی ،تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کسی کو بلاوجہ بخشنا چاہیے، تو اس کا کوئی ہاتھ روکنے والا ہے؟ (نہیں)، یہ وہ بنیاد ہے جس پر شیعہ سنی متفق ہو جاتے ہیں۔

## شیعہ سنی اختلاف:

شیعہ سنی کا جو پہلا اختلاف ہے وہ یہ ہے، کیا؟ اس شخص نے بڑے گناہ کیے، اب اگر اللہ اس کو سزا دے تو یہ عدل ہے کہ نہیں؟ (ہے) اب اللہ تعالیٰ اس کو

بخش دے، تو یہ خلاف عدل ہوگا اور اس کا نام کیا ہوگا؟ کہ عدل کے مقابلہ میں کیا ہے، کرم، تو کبھی عدل کے مقابلہ میں ہوتا ہے ظلم، اور کبھی عدل کے مقابلہ میں ہوتا ہے کرم، تو جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی عدل نہیں کرتا، تو نیت ہماری یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کرم فرماتے ہیں۔

اب ہمارے بارہ میں کوئی شخص یہ کہے، کہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ظلم کرسکتا ہے؟ کیوں؟ اللہ کبھی عدل نہیں کرتا، تو یہ زیادتی ہے، یہ عدل کا لفظ کس کے مقابلے پر ہے؟ کبھی تو ہوتا ہے ظلم کے مقابلہ پر، اور کبھی ہوتا ہے کرم کے مقابلے پر، تو جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ پر کرم واجب نہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کرم کرے، تو اس کے لئے عدل کرنا ضروری نہیں۔

اور جب ہم عدل کی نفی کریں، تو اس کا معنی ظلم کے لئے دروازہ کھولنا نہیں ہے۔

اب میں سوال کرنے لگا ہوں، پھر آپ سے جواب پوچھنا ہے سوال یہ ہے کہ عدل کے معانی کیا ہیں؟ عدل کا لفظ کبھی ظلم کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے اور کبھی یہ کرم کے مقابلے پر بھی استعمال ہوتا ہے، تو دونوں مفہوم ہیں، اس کے جب دونوں مفہوم ہوئے تو پھر آگے جو بات ہے اس کی بحث کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ (نہیں)

اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کو شریعت کی جو تعلیم ملی، تو شریعت کا پہلا سبق جو میں پڑھایا کرتا ہوں، شریعت کے موضوع پر، تو میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے یہ جانو کہ اصول دین کیا ہیں؟ ...... **اصول دین عند اهل سنة والجماعة ثلاثة التوحيد والرسالة ، والاخرة ...... اما عند الشيعة التوحيد والعدل والرسالة والامامة والاخرة......**

اہل سنت کے نزدیک اصول دین تین، اور شیعہ کے نزدیک پانچ ہیں، ہمارے نزدیک ہیں توحید، رسالت، اور آخرت، ان کے نزدیک ......توحید، عدل، رسالت، امامت، اور آخرت، تو انہوں نے عدل کا لفظ بنایا، وہ کس کے مقابلے پر؟ انہوں نے عدل کا لفظ بنایا ہے، ہمارے عقیدہ تقدیر کے مقابلے میں، کہ ہماری حدیث کی کتابوں میں بات ...... ماجآء فی القدر...... یہ دین میں شامل ہے، آپ اپنے عقیدے کو جب بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ...... والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت...... خیر اور شر کی تقدیر بنانے والا کون ہے؟ (اللہ)، شر کا خالق کون ہے؟ (اللہ) خیر کا خالق بھی وہی، شر کا خالق بھی وہی، ہاں شر سے وہ راضی نہیں، خیر سے وہ راضی ہے، لیکن خالق وہ دونوں کا ہے، دلیل کیا ہے؟ ...... اللہ خالق کل شیئی ...... اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ (اللہ)

بلکہ کبھی تقریر کریں تو اس کو یوں کہا کریں کہ نمرود کو بھی پیدا کرنے والا وہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کرنے والا، فرعون کو پیدا کرنے والا وہی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے والا وہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے والا وہی، ان رومیوں کو پیدا کرنے والا جنہوں نے ان کے خلاف پھانسی کا منصوبہ بنایا تو...... اللہ خالق کل شیئی......

## عقیدہ تقدیر:

اب ہمارا عقیدہ ہے تقدیر کا، تو تقدیر کا معنی یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ نے جو تقدیر بنائی وہ حق ہے، معتزلہ نے کہا کہ اگر خدا نے تقدیر بنائی ہے، تو پھر بندے کا کیا قصور؟ تو پھر بندے کو خدا سزا کیوں دے؟ یہ تو عدل کے خلاف

ہے، اس لئے انہوں نے عدل کا عقیدہ بنا لیا کہ عدل ضروری ہے، تو نیت ان کی عدل کا عنوان قائم کرنے سے کیا تھی؟ عقیدہ تقدیر کا رد۔

## مخالفین کے حملے:

مسلمانوں پر حملے کیسے ہوتے رہے، اور پہلا حملہ کن الفاظ میں ہوا، برسٹن شہر کے راستے میں ایک جگہ آئی ہے، وہاں سے میں گزرا، تو لوگوں نے مجھے دعوت دے رکھی تھی کہ عیسائی پادری آ کر ہمیں بہت تنگ کرتے ہیں تو کسی دن آپ آ جائیں، تو آپ کے ہوتے ہوئے پادری آئے، تو ہم کہہ سکیں گے کہ تم سوال کرو تو ہم جواب دیں گے، بات بنے گی۔

میں ان کے ہاں مہمان تھا، تو اتنے میں ایک بہت بڑا پادری آیا، اس کے ساتھ اس کے دو تین پادری شاگرد تھے، تو پادری عورت تھی تین اس کے ساتھ پادری، ہمارے آدمی بات کرنے لگے، تو پادری کے شاگرد استاد کے ادب میں بیٹھے رہے، مگر وہ بولی اور کیا بولی؟ کہنے لگی کہ اسلام سارا اچھا مذہب ہے، مجھے بڑا اچھا لگتا ہے، مگر اس میں جو جہاد کا مسئلہ ہے یہ بڑا برا ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتی۔

جہاد کیا ہے ظلم ہے، خلاف احساس انسانیت، اسلام کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دوسرے انسان کی گردن کاٹ ڈالے، یہ کیا مذہب ہے کہ جو کہتا ہے کہ تلواریں اٹھاؤ، نیزے اٹھاؤ، بھالے اٹھاؤ، انسان کے جسموں میں بھالے نیزے پیوست کرو، اور ان کو موت کے گھاٹ اتارو، یہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

مولوی صاحب پہلے سمجھائیں کہ یہ جہاد کیا ہے؟ پھر اسلام کا نام لیں، کیسے بولی، بڑے دھیمے انداز میں بولی۔

میں نے کہا کہ جہاد کے بارہ میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے مجھے یہ بتائیں کہ آپ کا تصور خدا کے بارہ میں کیا ہے، نمبر دو، آپ کا تصور انسان کے بارہ میں کیا ہے؟ دوسوالوں کا جواب تم دو کہ آپ کا تصور خدا کے بارے میں کیا ہے اور پھر انسان کے بارے میں کیا ہے؟ یہ سوالات کئے۔

اب وہ بے چاری بڑی پریشان، گھبرائی، کہنے لگی کہ آپ بتائیں کہ خدا اور انسان کیا ہے؟

میں نے کہا کہ سنو ہمارے عقیدے میں خدا ساری کائنات کا بادشاہ ہے، تم مانتے ہو؟ کہنے لگی کہ ہاں ہم مانتے ہیں اور پادری بھی کہنے لگے کہ ہاں ہم مانتے ہیں، کہ خدا بادشاہوں کا بادشاہ ہے، شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے، اس نے یہ بات مان لی۔

میں نے کہا کہ اب تم بتاؤ کہ بادشاہ کیا ہے؟ یعنی مجھے یہ بتاؤ کہ بادشاہ اور کامل بادشاہ کون ہے؟ سوال کامل بادشاہ کون ہے؟ آپ بتا سکتے ہیں؟

گھر میں مرد اپنی فیملی کا بادشاہ ہے؟ (ہے) اگر اس کے بچے اس کے کہنے میں نہ آئیں تو باپ ان کو پکڑ کر سختی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ (کر سکتا ہے) اگر نہ کر سکے، تو وہ کامیاب باپ ہے؟ (نہیں) کہ بچوں سے پیار تو کرے لیکن جب سختی کرنی پڑے تو نہ کر سکے، وہ کامل باپ ہے یا ناقص باپ ہے؟ (ناقص) تو کامل کون ہوگا؟ اور جس میں پیار بھی ہو اور ڈر بھی ہو۔

سکول کا ہیڈ ماسٹر، تب ہی کامیاب ہو سکتا ہے کہ بچوں سے پیار بھی کر سکے اور ڈسپلن کے لئے سختی بھی کر سکے۔

ملک کا سربراہ وہی کامیاب ہو سکتا ہے کہ جو مجرموں کو پکڑ بھی سکے اور وفاداروں کو انعام بھی دے سکے، تو جو وفاداروں کو انعام دیتا ہے، یہ کرم اور محبت

اور جو پکڑنا ہے، یہ ہے جلال، تو اسلام میں خدا کا تصور کہ خدا ساری کائنات کا کامل بادشاہ ہے، اس میں جمال ہے تو جلال بھی ہے رحمان و رحیم ہے، تو جبار و قہار بھی ہے، وہ وفاؤں کے پھول دیتا ہے تو مجرموں کو سزائیں بھی دیتا ہے۔

تو خدا کا تصور ہمارے ہاں کامل ہے یا ناقص؟ (کامل) اور جنہوں نے کہا کہ خدا میں صرف پیار ہے یک طرفہ کاروائی ہوئی یا نہیں (ہوئی) اور ہماری کاروائی برابر ہے۔

میں نے پوچھا پادری صاحبان کہ خدا کا تصور آپ کے ہاں کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے ہاں کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے ہاں خدا کا تصور کامل بادشاہ کا ہے، جس میں دونوں شانیں ہیں جلال اور جمال، اور قرآن کی آیتیں، جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی ہیں؟ (ہیں) کیا جنت اور دوزخ کا بیان ساتھ ساتھ نہیں آرہا؟ (آرہا ہے) کیوں ہمارا اللہ کامل بادشاہ ہے اللہ رب العزت کامل بادشاہ ہے، اس میں کوئی کمی نہیں۔

تو اس نے کہا تھا کہ جہاد کے بارہ میں بتائیں، میں نے کہا کہ جہاد کے بارہ میں تب بتائیں گے، جب تم دو باتیں بتاؤ، خدا کا مقام کیا ہے؟ اور بندے کا مقام کیا ہے؟ کہنے لگی کہ خدا کا بھی آپ بتائیں، میں نے خدا کے بارے میں بتایا کہ وہ کامل بادشاہ ہے، اس کے دربار میں جمال و جلال کی لہریں برابر اٹھ رہی ہیں، ان کے ہاں پکڑ اور رحمت کے سمندر جوش مار رہے ہیں، یہ بات علیحدہ ہے کہ رحمت غضب پر سبقت لے گئی۔ یہ مسئلہ بھی ہے، رحمت غضب پہ سبقت لے گئی۔

اب مسئلہ ہے دوسرا، کہ انسان کا مقام کیا ہے؟ وہ پوچھنے لگی کہ انسان کا مقام کیا؟ میں نے کہا کہ سنو انسان کا مقام ہے...... انی جاعل فی الارض خلیفة ...... انسان کا تصور ہمارے ہاں یہ ہے، کہ خدا کا نائب ہونا، کہنے لگی کہ یہ بھی ٹھیک

ہے، میں نے کہا کہ اب سنو، خدا میں جمال اور جلال دونوں ہیں کہ نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں ہیں، انسان اس کا خلیفہ ہے کہ نہیں؟ ہاں،

خلیفہ میں جس کا خلیفہ ہو اس کی نمائندگی چاہیے کہ نہیں؟ (چاہیے) تو انسان بھی کامل وہی ہے کہ جس میں جلال و جمال کی دونوں شانیں ہوں، اپنوں پر رحماء ہوں اور غیروں پر اشداء ہوں، کیوں؟ وہ مظہر صفات خداوندی ہے، اس کا نائب ہے، اس کا خلیفہ ہے، جب اس کی صفات کا مظہر ہے تو اس میں اگر جلال و جمال کی شان ہے، تو انسان میں اگر جلال کی شان نہ ہو صرف جمال ہو تو وہ نائب نہیں ہوتا۔

تو نائب تو تبھی ہوگا کہ دونوں باتیں ہوں؟ تو انسان جب اللہ کے رحم کا نشان ہے ان سے بڑا مہربان کوئی نہیں جب اس کے قہر کا نشان ہے تو انسان میدان جہاد میں آتا ہے۔

تو مسلمان کا میدان جہاد میں آنا دلیل ہے اس بات کی انسان خدا کا نمائندہ ہے، یا کہنا پڑے گا کہ خدا میں جلال نہیں، اگر اس میں جلال نہیں تو پھر وہ خدا کیا ہے؟ اور اگر انسان کا نمائندہ کامل نہیں، تو انسان کیا ہے؟

تو مؤمن کی سیرت کیا ہے ایک شعر بتاتا ہوں اقبال کا کبھی تقریر کرنی پڑے تو اس شعر کو استعمال کر سکتے ہیں وہ شعر کیا ہے؟ اقبال کہتا ہے!

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر

مصاف صف بندی سے ہے، جب قوموں کی صف بندی ہو سیرت فولاد پیدا کر، اے مرد مومن، لوہے کی طرح سخت ہو جانا!

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر<br>
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

اگر محبت کی وادی میں کبھی اتر تو ریشم کی طرح، وہاں لوہے کی طرح اور یہاں ریشم کی طرح، ایک ہی انسان وہاں لوہے کی طرح، اور یہاں ریشم کی طرح اور شعر کہتا ہے۔

گزر جا بن کے سیل تندرو کوہ و بیابان سے

جب پہاڑوں سے پانی گرتا ہے، شاں شاں کرتا ہے، کیوں؟ پہاڑوں سے ٹکرایا ہے۔

گزر جا بن کے سیل تندرو کوہ و بیابان سے
گلستان راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

اور جب ندیاں باغوں سے گزرتی ہیں تو جاتی ہیں نغمہ خواں ہو کر، تو مومن کی سیرت میں دونوں چیزیں چاہیئے کہ مومن کی سیرت ہے ایک طرف رحماء اور دوسری طرح اشداء علی الکفار۔

اگر آپ کو مسئلہ جہاد سمجھ میں آیا تو اب پڑھیں۔

ہمیں کہا جاتا ہے کہ جہاد اسلام میں لانے کیلئے نہیں ہے، کیوں اس لیئے کہ اسلام میں یہ کہا گیا کہ تم جب اھل کتاب سے بات کرو تو ان کو اس وقت تک جنگ میں تم ان کو لے جاؤ ......حتی یعطوا الجزیة عن یدوھم صاغرون ......کہ وہ ایک ٹیکس دیں اور ماتحتی قبول کریں۔

## دوسرا حملہ اور اس کا جواب:

اب آپ کو ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ حکومت کے ذمہ اپنی رعیت کے جان و مال کی حفاظت ہے کہ نہیں؟ (ہے) اب حکومت انسان کے جان مال کی حفاظت کرے اب انسان حکومت کو کچھ نہ دے، رعیت کے ذمہ حکومت کو کچھ نہ دے،

رعیت کا ذمہ حکومت کو کچھ دینا ہے کہ نہیں (ہے) اگر رعیت اپنی زکوۃ دے حکومت کو تو حکومت کی آمدنی بڑھے گی، عشر دے تب بھی آمدنی بڑھے گی، جب حکومت کی آمدنی بڑھے گی، تو حکومت اپنے رعیت کے جان ومال کی حفاظت کرے، سارا نظام چلائے گی کہ نہیں چلائے گی (چلائے گی)

اب زکوۃ کس نے دی رعیت مسلمان نے، غیر مسلم پر تو زکوٰۃ نہیں، لیکن رعیت میں جب غیر مسلم رہتا ہو، اور اس کی جان ومال کی حفاظت حکومت کرے گی کہ نہیں؟ (کرے گی) لیکن مسلمان تو زکوۃ دے رہا ہے حکومت کا ہاتھ بٹا رہا ہے عشر دے رہا ہے، لیکن غیر مسلم تو کچھ نہیں دے رہا، لیکن اس کی جان ومال کی حفاظت بھی حکومت کے ذمہ ہے، اب اس کو بھی کوئی مسئلہ چاہئے کہ نہیں (چاہئے) اس پر ایک ٹیکس لگایا گیا، جسے کہتے ہیں جزیہ، اب غیر مسلم پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے غیر مسلموں پر جزیہ لگایا اور وہ تنگ ہو کر مسلمان ہوتے گئے، ہم کہتے ہیں کہ سوچو اگر غیر مسلم پر جزیہ لگایا، اور مسلمانوں پر زکوٰۃ لگائی۔

تو اب کوئی غیر مسلم ایسا ہے کہ جو جزیہ کے ٹیکس سے بچنے کی خاطر مسلمان ہو کر زکوٰۃ کا ٹیکس قبول کرے، زکوٰۃ زیادہ ہے جزیہ سے اور جزیہ بھی غیر مسلموں کے کچھ لوگوں پر نہیں مثلاً پادریوں پر نہیں، بوڑھوں پر نہیں، اپاہج او مریضوں پر نہیں، تو باقیوں کی جان ومال کی حفاظت میں اگر ان پر کوئی ٹیکس لگایا زیادتی ہے؟ (نہیں)

اب اسلام میں جو جہاد ہے، وہ اگر اس لیئے ہوتا کہ تم مسلمان ہو جاؤ پھر جزیہ کے ٹیکس کی گنجائش ہوتی، تو جزیہ کا ٹیکس خود بتا رہا ہے کہ جہاد اسلام کے لیے نہیں ہوسکتا، کہ جزیہ کا تو معنی یہ کہ غیر مسلم یہ ٹیکس دے کر اسلامی سلطنت میں رہ سکیں، وہ رہے گا تو تبھی اگر جہاد کا موضوع نہ بنے۔

تو معلوم ہوا کہ جہاد اسلام پھیلانے کیلئے نہیں، اگر جہاد اسلام پھیلانے کیلئے نہیں، تو یہ کس کیلئے ہے جہاد ہے، مظلوموں کی مدد کیلئے کہ اگر غیر مسلم سلطنتیں عوام کا خون چوس رہی ہیں، لوگوں کو غلام بنارہی ہیں تو ان لوگوں کی مدد کیلئے پہنچیں، غریبوں کی مدد کیلئے پہنچو، مظلوموں کی مدد کیلئے پہنچو، تو جب تم پہنچے تو اسلام پھیلانے کیلئے پہنچے یا غریب کی مدد کیلئے؟ (غریب کی مدد کیلئے)

تو جہاد کی غائیت کیا ہے، اسلام پھیلانا نہیں، جہاد کی غائیت ہے کہ اسلام کی سربلندی جب غیر مسلم ماتحتی قبول کرلے تو اپنے مذہب پر عمل کرسکتا ہے، تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ مسلمان ہو، جہاد اسلام کی سربلندی کیلئے، اسلام پھیلانے کیلئے نہیں۔

## تیسرا حملہ:

تیسرا اعتراض ہم پر یہ کرتے ہیں کہ اسلام میں غلاموں کا تصور کیا ہے، وہ مذہب خدا کا کیا کہ جس میں غلامی کا تصور ہو، ہم کہتے ہیں کہ جس کو ہم غلام کہتے آئے آج کل کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جنگی قیدی، تو کیا ملکوں میں جب لڑائیاں ہوتی ہیں تو کیا جنگی قیدی نہیں ہوتے۔

اب بھی ھندوستان اور پاکستان کی جنگ میں ہمارے قیدی کتنا عرصہ ان کے پاس رہے، تو امریکہ اور برطانیہ میں سے کسی نے کہا کہ یہ انسانیت کے تصور کے خلاف ہے کہ جنگی قیدی تم نے کیوں قید رکھے ہوئے ہیں، ہر ملک اپنے دفاع کے موقع پر مخالفین کو جنگی قیدی بھی بناتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ جنگی قیدیوں کو ایک جگہ رکھو تو فطرت کے خلاف ہے اگر ان کو بانٹ دو تو نتیجہ کیا ہوگا، کہ ایک ایک آدمی کے پاس اگر غلام آگیا، جنگی قیدی

تو ایک آدمی کو دو دو چار چار آدمیوں کی نگرانی آسان ہے، اور سب کو اکھٹا رکھو حکومت سب کی نگرانی کرے گی یا نہیں اور سب کو کھانا دینا ہو گا اور ان سے کام نہیں لے سکیں گے، جس طرح انفرادی طور پر لے سکتے ہیں تو اسلام نے کہا کہ غیر مسلم قیدی جو ہیں وہ ایک جگہ نہ رہیں، ان کی تربیت نہیں ہوتی، انسانیت سوز عمل ہوتا ہے تو ان کی تربیت کیلئے، جنگی قیدیوں کی تربیت کیلئے، جنگی قیدیون کو بانٹ دو، جن مسلمانوں کو بانٹو، ان کو کہو کہ جہاں سے تم نے خود کھانا ہے، اپنے غلاموں کو بھی وہیں سے کھلاؤ اور ان کی نگرانی کرو، ان کے اخلاق تمہاری نگرانی میں ہوں ان سے کام لو، تا کہ ان کی صحت برباد نہ ہو۔

آج کل جنگی قیدی جس ملک میں بھی ہزاروں کی تعداد میں گئے، تو سینکڑوں کی تعداد میں آئے۔ بے کار ہو گئے، ناکارہ ہو گئے، موجودہ قائدین جنگی قیدیوں کو ناکارہ بنا کر انسانیت سوز قدم اٹھاتی ہے۔

اسلام نے اگر کہا کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنا لو، تو ہر ایک کی تربیت بھی ہو گئی، تعلیم بھی ہو گئی، اسلام بھی پھیلا، اور ان کو غذا بھی اچھی مل گئی، اور حکومت کے ذمہ بوجھ بھی نہیں آیا تو غلاموں کا تصور کوئی نئی بات نہیں، بلکہ یہ تو وہ ہے کہ جس کو آج کل جنگی قیدی کہتے ہیں۔